ماہنامہ
قلندر شعور
اکتوبر ۲۰۲۰ء

سُکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور رُوح کے عرفان کے بغیر سُکون نہیں مِلتا

ہر ذرّہ ہے اِک خاص نمُو کا پابند
سبزہ ہو صنوبر ہو کہ ہو سرو بلند
انسان کی مٹّی کے ہر اِک ذرّہ سے
جب ملتا ہے موقع تو نکلتے ہیں پرند

FOOD COURT RESTAURANT SHOPS APARTMENTS
PARK TOWER
گراؤنڈ فلور
+6 منزلہ عمارت
پارک ٹاور
PARK TOWER
ICONIC PROJECT BY
NEW LAHORE CITY
SECTOR C PEARL ENCLAVE
نیو لاہور سٹی میں۔۔۔
مین کمرشل سیکٹر C سے منسلک
بحریہ ٹاؤن اور رنگ روڈ سے چند منٹ
کی مسافت پر
PMS
PROPERTY MANAGEMENT SERVICES
FACING PEARL ENCLAVE PARK
فوڈ کورٹ، ریسٹورنٹ
دکانیں اور اپارٹمنٹس
4 سال کی
آسان اقساط
Plot no 191,192,193,194 Sector-C, Pearl Enclave, New Lahore City (Zaitoon) Canal road Lahore.
+92-333-4715823 +92-300-8711836 +92-300-2223712 +92-321-4070699
www.parktower.pk | info@parktower.pk

DEFENCE
3D - OPG - CEPH

3 DIMENSIONAL DENTAL IMAGING CBCT SYSTEM

KARACHI

3D

Free software provide with implant library to all consultant for Nerve Tracing. Cephalomatric Tracing, Implant Planing.

Maxillofacial

Implant Planning

OPG

CEPH

Take Your Practice to the Next Level !

Defence branch:
0213-8841506 - 0343-7180348
Building # 7-C, Shop # 1, Street 10, Badar
Commercial Area, Phase 5 Ext. DHA, Karachi.

Sharfabad branch:
0213-4920777 - 0320-4690899
Plot # 87, Shop # 2, Zulekha Tower, Block-3, BMCH Society.
Main Jamal-ud-Din AfghaniRoad, Sharfabad, Karachi.

Email: info@3d-diagnostic.pk Web: www.3d-diagnostic.pk

FL 5 & 6, Block B, Gulshan-e-Jamal
Rashid Minhas Road, Karachi.

f: lavishdinerestaurant

Lavish Dine
Restaurant

www.lavishdinerestaurant.com

- Party up to 400 Persons
- Affordable Party Menus
- Buffet
- À la carte

Ph: 021-34570423
Cell: 0333-3538004

زیر سرپرستی
اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری

فری ممبر شپ — جنڈ، اٹک

ذہنی سکون حاصل کرنے اور فکر کی آبیاری کے لئے۔
مطالعہ کی عادت اپنائیں....

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طلبہ و طالبات کے لئے عظیمی صاحب کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

اوقات: عصر تا مغرب
حاجی بازار، جنڈ، اٹک۔ موبائل نمبر: 03009145175

تجمل
Tajammal
تجمل ٹریولز
(پرائیویٹ) لمیٹڈ
تجمل السفریات (الخاصه) المحدوده
E ویزہ + ایئرلائن ٹکٹ
ہوٹل اینڈ ٹرانسپورٹ
UMRAH
عمرہ سروس
بجٹ پیکج اکانومی پیکج
5
ہوٹل کی بکنگ
THA
OVERSEAS EMPLOYMENT PROMOTERS
سعودی قونصلیٹ کراچی سے منظور شدہ
پروٹیکٹر کی سہولت کے ساتھ
ٹی ایچ اے اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز
شبعة ٹی ایچ اے (THA) للتطور الامور تتعلق بالعمال المرسلین الا جانب
جاپان، یو اے ای، قطر، ملائشیا اور سعودی عرب
کے ویزا جات کی تیز ترین پروسیسنگ کیلئے تشریف لائیں
Labour Visa
Skilled Visa
Un Skilled Visa
Work Permit
thaoep1@gmail.com
Office # 54, Gate # 5, Iqbal Stadium, Faisalabad. Landline: +92 41 2641904
tajammaltravels1@gmail.com
+92 300 6654 211
+92 321 6680 266
+92 302 1165 300
+92 302 1165 400
رانا تجمل حسین
چیف ایگزیکٹو

جلد 8 شمارہ 9 | اکتوبر 2020ء | صفر ـــ ربیع الاوّل 1442ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

قلندر شعور

کراچی

Neutral Thinking

(اردو ـــ انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

باا ہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس ـــ پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس،
ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 80روپے.....سالانہ ہدیہ 1080روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ ، بیرونِ پاکستان 70امریکی ڈالرسالانہ

B-54، عظیمی محلّہ، سیکٹر C-4 سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان۔فون نمبر: +92 (0)213 6912020

۳۳ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ	مولانا جلال الدین رومیؒ	10
مدحت شان رسولؐ	ادارہ	11
رباعیات	ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ	18
آج کی بات	مدیر مسئول	20
فقیر کی ڈاک	ادارہ	26
نامے میرے نام	خانوادہ سلسلہ عظیمیہ	29
تبادلۂ خیال	حامد ابراہیم (M.A-Fine Arts)	33
پیراسائیکالوجی سے مسائل کا حل	خواجہ شمس الدین عظیمی	41
سمندر شعور کا پھیلاؤ ہے	گُلِ نسرین	45
صفائی نصف ایمان ہے	زاہدہ تبسم (M.Sc-Zoology)	51
پیاری آپا جیؒ	شازیہ رشید	57
تنہائی کی دیوار	نفیسہ شاکر	63
انڈا پہلے ہے یا مرغی؟	•••	67
زیارتِ نبیؐ	سید اسد علی (MBA)	75
آب و آتش کہاں سے آئے ہیں	سید عبدالقدوس ہاشمی	79
دادی اماں سلام	شہر بانو	85

ایک اور آٹھ ؟	فرزانہ پرویز	89
گلوں میں رنگ بھرے بادِ نو بہار چلے	نیرّ اعظم	95
کِس نے کہا اور کِس نے سنا	عرفانہ شہزاد	99
اگست 2020ء کے سرورق کی تشریح	قارئین	104
سوچ میں سوچ	ڈاکٹر نعیم ظفر (Ph.D.)	109
اقتباسات	قارئین	115
پورب کے ہم زاد	محمد عدنان خان (M.Sc. Applied Physics)	117
اللہ میاں کے باغ کے پھول — اولی الالباب بچے	ادارہ	122
اللہ میاں کے باغ کے پھول — یا نبیؐ سلام علیک	نگہت محمود	125
اللہ میاں کے باغ کے پھول — کور چشم — روشن دل — بادشاہ	سارہ خان (M.A-Mass Comm.)	129
آپ کے خواب اور ان کی تعبیر	عظیمی خواجہ شمس الدین	135
Circle of Life	Bibi Anuradha (UAE)	146
Atom	Sohaib Rana (UK)	148
The Thief Fish	Syed Asad Ali	154
Heat of Separation	Abid Mehmood	160
The Meaning of Love	Qurat-ul-Ain Wasti	166
Message of the Day	K.S.Azeemi	172

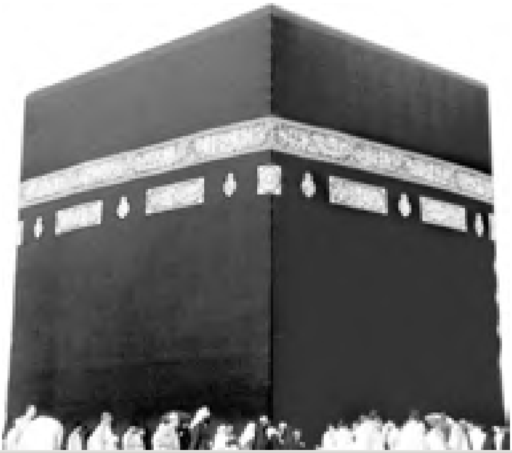

فارسی کلام

اے خدا اے مہرباں مولائے من
اے انیس خلوت شبہائے من
اے کریم و کارساز بے نیاز
دائم الاحساں شہِ بندہ نواز
اے بیادت نالۂ مرغِ سحر
اے کہ ذکرت مرہم زخم جگر
اے کہ نامت راحت جان و دلم
اے کہ فضل تو کفیل مشکلم
ماخطا آریم و تو بخشش کنی
نعرۂ "انی غفور" می زنی
اے خدا اے مہرباں مولائے من

اردو ترجمہ

اے خدا! تو میرا مہربان مولا ہے
اے خدا! تو میری راتوں کی تنہائی کا رفیق ہے
اے کریم! اے میرے بے نیاز کارساز!
تو دائمی احسان کرنے والا اور بندہ نواز بادشاہ ہے
اے خدا! سحر کے وقت مرغ کی فریاد تیری ہی یاد ہے
اے وہ ہستی کہ تیرا ذکر دل کے زخموں کا مرہم ہے
تیرا نام میرے دل و جان کے لئے باعث آرام ہے
اے خدا! تیرا فضل میری مشکلات دور کرنے والا ہے
اے خدا! ہم غلطی کرتے ہیں اور تو معاف کرتا ہے
اور ہمیں خوش خبری دیتا ہے کہ تو غفور الرحیم ہے
اے خدا! تو میرا مہربان مولا ہے

مولانا جلال الدین رومیؒ

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد وسلم

پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام (عبرانی)

صادقؑ کے منہ سے دانائی نکلتی ہے اور اس کی زبان سے انصاف کی باتیں۔ اس کے خدا کی شریعت اس کے دل میں ہے۔ وہ اپنی روش نہیں بدلے گا، صراط مستقیم پر قائم رہے گا۔

(حضرت صفیہ بنت عبد المطلبؓ)

علیک من اللّٰہ السلام تحیۃ　　وأدخلت جنات من العدن راضیا

آپؐ پر اللہ کا سلام ہو اور آپؐ ہمیشہ کی اقامتوں والی جنت میں راضی بہ رضا داخل ہوں۔

(امیر المومنین حضرت علیؑ)

نبی اتی من کل وحی بخطۃ　　فسماہ ربی فی الکتاب محمد

امین علی ما استودع اللہ قلبہ　　وان کان قولا کان فیہ مسددا

نبیؐ ہر وحی سے ایک مقصد بیان فرماتے ہیں　　پس میرے رب نے کتاب میں ان کا نام محمدؐ رکھا ہے

اللہ نے آپؐ کو جو ودیعت کیا آپؐ اس کے امین ہیں　　اور اگر کوئی قول ہو تو آپؐ صادق الامین ہیں

(پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

غلامِ خادمِ خدامِ خاندانِ تو ام ‏ ‏ ‏ ‏ ز خادمی تو دانم بود مباہاتم

سلام گویم و صلوات با تو ہر نفسے ‏ ‏ ‏ ‏ قبول کن بکرم ایں سلام و صلواتم

آپؐ کے خاندان کے غلاموں کا غلام ہوں جو رتبہ مجھے ملا ہے وہ اسی غلامی کا انعام ہے

میں ہر سانس میں آپؐ پر درود و سلام بھیجتا ہوں ازراہِ لطف و کرم درود و سلام قبول فرمایئے

(سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتیؒ)

ما بلبلیم نالاں در گلستان احمدؐ ‏ ‏ ‏ ‏ ما لولوئیم و مرجاں عمان ما محمدؐ

مستغرق گناہیم ہر چند عذر خواہیم ‏ ‏ ‏ ‏ پژمردہ چوں گیاہیم باران ما محمدؐ

ہم گلستانِ احمدؐ میں نالہ کرتی بلبل ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ ہم دریائے محمدؐ کے موتی اور مرجان ہیں

ہم گناہوں میں غرقاب اور معذرت خواہ ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ ہم پژمردہ گھاس ہیں ہمارے لئے باران رحمت محمدؐ ہیں

(حضرت نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ)

تنم فرسودہ جاں پارہ زھجراں یا رسول اللہؐ ‏ ‏ ‏ ‏ دلم پژمردہ آوارہ زعصیاں یا رسول اللہؐ

چوں سوئے من گذر آری من مسکیں ز ناداری ‏ ‏ ‏ ‏ فدائے نقش نعلینت کنم جاں یا رسول اللہؐ

یا رسول اللہؐ! ہجر میں جسم نڈھال اور جان پارہ ہے ‏ ‏ ‏ ‏ گناہوں کی وجہ سے دل مرجھایا ہوا اور ویران ہے

جو میری جانب قدم رنجہ فرمائیں تو میں مسکین و نادار ‏ ‏ ‏ ‏ آپؐ کے نعلین کے نشان پر جان قربان کردوں

(خواجہ فریدالدین عطارؒ)

آفتابِ شرع دریائے یقیں ‏ ‏ ‏ ‏ نورِ عالم رحمۃ للعالمینؐ

نور او مقصود مخلوقات بود ‏ ‏ ‏ ‏ اصل معدومات و موجودات بود

آپؐ شریعت کے آفتاب اور یقین کا دریا ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ آپؐ عالمین کا نور رحمۃ للعالمینؐ ہیں

آپؐ کا نور مخلوقات کے وجود کا سبب بنا ‏ ‏ ‏ ‏ آپؐ معدوم و موجود ہر مخلوق کی اصل ہیں

(ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ)

نام محمدؐ زندہ باد۔ کاش آنجناب رسالتؐ کی شدتِ محبت سے میرا دم نکل جائے۔
جب ان کے نام پر مسلمانوں کو پکارا گیا خواہ کسی نے پکارا، اللہ جل وعلیٰ نے منادی
کرنے والوں اور پکارے جانے والوں کو کامیاب کر دیا۔ ہمیشہ اس نام کی قوت کے
آگے زمین و آسمان جھک گئے ہیں۔

(جگن ناتھ کمال کرتار پوری)

بڑی ہی منتوں کے بعد شامِ منتظر آئی ۔۔۔ شب اندوہ و غم گزری سعادت کی سحر آئی
رہینِ ہجر کو تسکین کی صورت نظر آئی ۔۔۔ کہ کانوں میں ندائے آمد خیرالبشرؐ آئی
ربیع الاول آتے ہی جہاں میں تازگی آئی ۔۔۔ گلستانِ تمنا میں بہارِ سرمدی آئی
بجھا آتش کدہ جب مظہر نورِ ازلؐ آئے ۔۔۔ زمیں چومی بتوں نے سجدے میں لات وہبل آئے
امینِ آمنہؓ سے بزم ہستی جگمگا اٹھی ۔۔۔ زمانے بھر میں امیدوں کی کھیتی لہلہا اٹھی
امین جنس وحدت آئے ختم المرسلیںؐ آئے ۔۔۔ محمد مصطفیٰؐ محبوب رب العالمیںؐ آئے

(حضرت احمد رضاؔ خاں بریلویؒ)

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے ۔۔۔ چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے
دہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے ۔۔۔ ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے
اصالتِ کُل امامتِ کُل سیادتِ کُل امارتِ کُل ۔۔۔ حکومتِ کُل ولایتِ کُل خدا کے یہاں تمہارے لئے
جناں میں چمن چمن میں سمن سمن میں پھبن پھبن میں دلہن ۔۔۔ سزائے محن پہ ایسے مِنَن یہ امن و اماں تمہارے لئے

(محمد علی ظہوریؔ)

جامِ وحدت ساقیِ کوثرؐ کے پیمانے کا نام ۔۔۔ حشر تک روشن رہے گا ان کے میخانے کا نام

ہے طریقت درحقیقت جستجو سرکارؐ کی | اور شریعت ان کے نقشِ پا پہ مٹ جانے کا نام
جائے سدرہ نور کی مخلوق کا ہے منتہیٰ | عظمت خیرالبشرؐ ہے آگے بڑھ جانے کا نام
عاشقوں کے دین میں ہے زندگی قربِ حبیبؐ | موت ہے محبوبؐ کی محفل سے اٹھ جانے کا نام

(نذیرقیصرؔ)

پَل میں ورائے عرش گئے اور آ گئے | انساں کا ہے مقام کہاں تک بتا گئے
قیصرؔ اب اس سے بڑھ کے ہو کیا درس زندگی | جینا سکھا گئے ہمیں مرنا سکھا گئے

(حضرت علامہ اقبالؒ)

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب | گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ | ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام | میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے | عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

(باباگرونانکؔ)

اٹھے پھر بھوندا پھرے کھاون سنڈے رسولؐ | دوزخ پوندا کیوں رہے جاں چت نہ ہوئے رسولؐ
م محمدؐ من توں من کتاباں چار | من خدائے رسولؐ نوں سچا اِی دربار

جن کے قلب میں محمد رسول اللہ ؐ کی عظمت اور محبت نہیں ہے، وہ دنیا میں آٹھوں پہر بھٹکتے پھریں گے یہاں تک کہ مرنے کے بعد ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ تو حضرت محمدؐ کو مان اور چار کتابوں کو بھی مان۔ تو اللہ کے رسولؐ کو مان کیوں کہ یہ سچا دربار ہے۔

(عبدالرحمٰن انجم ۔سندھی)

تنهجو نالو سيدا جنهن دم بدن جن و بشر تاپڑهن صلوه هر هر مصطفيٰؐ يا مصطفيٰؐ

جب جنات اور انسان آپؐ کا نام پکارتے ہیں تو بار بار صلوٰۃ پڑھتے ہیں یا مصطفیٰؐ یا مصطفیٰؐ

(بابا بلھے شاہؒ ۔ پنجابی)

اس دا پایا کسے نا پایا اس دا دو جگ تے سایه

هاتھ وچ الا لله دی ماله نام ھے اس دا کملی والاؐ

آپؐ جیسا مرتبہ کسی کو نہیں ملا کہ آپؐ دونوں جہاں کے لئے رحمت ہیں

آپؐ ہر وقت لا الہٰ الا اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور آپؐ کا نام محمد رسول اللہؐ ہے

(عبدالعظیم بابا ۔پشتو)

خوشبوئي د عطر و خيژی ستاله تن ياسمين گل رعناے محمدؐ

اے محمدؐ! آپؐ کے جسمِ اطہر سے عطر کی خوش بو آتی ہے آپؐ یاسمین و گل رعنا ہیں

(قاضی عبدالرحیم صابر ۔ بلوچی)

فقیرانی شهنشاه ءِ نبیانی امامے تو غلام تئی صاحبء، شان انت امامت ناز په تو کنت

آپؐ فقرا کے شہنشاہ اور انبیا کے امام ہیں۔آپؐ کے خدام شان والے ہیں، امامت کو آپؐ پر ناز ہے

(میر ثناءاللہ کریری ۔کشمیری)

هاوا وه تکنا تتوی یته ڈاف تراوت مصطفیٰؐ احوال میانی تس و نك سوی مے کریم واوین دوا

اے ہوا! وہاں پہنچ جہاں مصطفیٰؐ محواستراحت ہیں اور میرا حال بیان کرکہ وہ میری بیماری کا مداوا فرمائیں

(بی بی انورادھا۔انگریزی)

Your life of faith, a path for believers.
Your heart of compassion, brimming oceans of love
Your eyes focused on God, reflecting the universal truth.
Your words spoke only what He wanted of you.
Your actions always surrendered to His commands.
Not a moment lived for yourself, Beloved
Prophet of God, peace be upon you.
Every heart yearns to meet you, O! Muhammad
Prophet and Beloved of God, peace be upon you.

ترجمہ: آپؐ کی ایمان سے پُرحیات، مومنین کے لئے راہِ نجات ہے۔ آپؐ کا شفقت سے معمور دل محبت کے سمندر سے لبریز ہے۔ ذہنِ مبارکؐ اس قدر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں مرتکز ہے کہ چشمِ مبارکؐ سے کائنات کی سچائیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ آپؐ نے وہی فرمایا، جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اے محبوب رب العالمینؐ! آپؐ کا ہر لمحہ اللہ کے لئے وقف اور ہر عمل اللہ کی فرماں برداری ہے۔ اے محمدؐ — اللہ کے محبوبؐ! ہر دل آپؐ کی زیارت کا طلب گار ہے۔

سلام

(راغبؔ مرادآبادی)

سلام اس پر کہ نام آتا ہے بعد اللہ کے جس کا
سلام اس پر مقام آتا ہے بعد اللہ کے جس کا

سلام اس پر جسے اللہ نے مبعوث فرمایا
سلام اس پر کہ جس نے پرچمِ توحید لہرایا

سلام اس پر جو آیا نازشِ پیغمبراں بن کر
سلام اس پر جو آیا دردمندِ انس و جاں بن کر

سلام اس پر خدا نے خود محمدؐ جس کو فرمایا
سلام اس ابرِ رحمتؐ پر کہ جس کا ہم پہ ہے سایا

سلام اس پر کہ جو ختم الرسلؐ محبوب داور ہے
سلام اس پر کہ جو مظلوم انسانوں کا یاور ہے

سلام اس پر لقب ہے رحمۃ للعالمینؐ جس کا
سلام اس پر دو عالم میں کوئی ثانی نہیں جس کا

کتاب: لوح وقلم

ادراک بالحواس

کائنات ایک ایسا نقطہ ہے جسے ہمیں اپنے ذہن میں فرض کرنا پڑتا ہے۔ یہی کائنات کی موجودگی کا راز ہے۔ کوئی نقطہ ریاضی دانوں کی اصطلاح میں نہ لمبائی رکھتا ہے، نہ چوڑائی رکھتا ہے اور نہ گہرائی رکھتا ہے۔ وہ صرف شعور کی تخلیق ہے۔ یہی نقطہ شعور سے مسافرت کر کے ادراک بالحواس بنتا ہے۔ اس کے ادراک بالحواس بننے کا طریقہ بہت سادہ ہے۔ پہلے یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ شعور فی نفسہٖ کیا چیز ہے؟ وہ خود کو قائم رکھتا ہے اور اپنی یاددہانی میں مصروف رہتا ہے۔ یعنی شعور مسلسل دعویٰ کرتا رہتا ہے میں یہ ہوں، میں وہ ہوں، میں چاند کو دیکھ رہا ہوں، میں سورج کو دیکھ رہا ہوں، میں ستاروں کو دیکھ رہا ہوں، میرے ہاتھ میں کتاب ہے، میرے ہاتھ میں قلم ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام دعوے شعور کی بنائی ہوئی تصویریں ہیں۔ وہ ان تصویروں کو جس طریقے سے استعمال کرتا ہے اس طریقے کے بہت سے نام ہیں۔ مثلاً اس طریقہ کا ایک نام نگاہ ہے۔ یہ بیک وقت دو مرکزوں میں دیکھتی ہے۔ اس مرکز کی ایک سطح غیب ہوتی ہے، دوسری شہود۔ غیب کی سطح نگاہ کی انفرادیت ہے۔ شہود کی سطح نگاہ کی اجتماعیت۔ درحقیقت ان دونوں سطحوں میں ایک ہی نگاہ کام کر رہی ہے۔ اگر ہماری آنکھوں کے سامنے بادام کا ایک درخت ہو تو ہمارا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ یہ بادام کا درخت ہے۔ پھر ہم ایک اور شخص سے اس درخت کے بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ بھی یہی کہتا ہے کہ یہ بادام کا درخت ہے۔ ہم لاکھوں آدمیوں سے اس درخت کے بارے میں استفسار کریں گے تو جواب ایک ہی ملے گا کہ یہ بادام کا درخت ہے۔

اس تجربہ سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ ان لاکھوں آدمیوں میں دیکھنے والی نگاہ ایک اور صرف ایک ہے۔ اگر دیکھنے والی نگاہیں دو ہوتیں تو ان دونوں نگاہوں میں ہر نگاہ مختلف دیکھتی کیوں کہ دو ہونا مختلف ہونا ہے۔ یہ نگاہ کچھ اور دیکھتی اور وہ نگاہ کچھ اور دیکھتی۔ لیکن تجربہ دیکھنے والی نگاہ کے الگ الگ ہونے کی شہادت نہیں دیتا۔ اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ یہ نگاہ شعور کی ایک طرز ہے یا ایک سطح ہے اور یہ سطح اجتماعی ہے جس میں پوری کائنات مشترک ہے۔ اس مشترک سطح کو ہم ادراک بالحواس کہتے ہیں۔ یہی مشترک سطح کائنات ہے۔

مٹی کی لکیریں

مٹی کی لکیریں ہیں جو لیتی ہیں سانس
جاگیر ہے پاس ان کے فقط ایک قیاس
ٹکڑے جو ہیں قیاس کے، مفروضہ ہیں
ان ٹکڑوں کا نام ہم نے رکھا ہے حواس

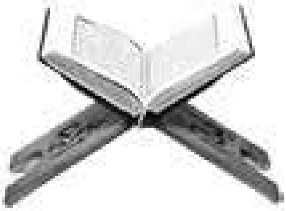

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے طاق میں چراغ ہو، چراغ فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، اور وہ چراغ زیتون کے ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے، نور پر نور۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے راہ نمائی فرماتا ہے۔ وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے۔ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔'' (النور: ۳۵)

موجودہ سائنس نے تجربات، مشاہدات اور تفکر سے جان لیا ہے کہ دنیا میں موجود ہر شے روشنی کے غلاف میں لپٹی ہوئی ہے۔ جب تک روشنی کا غلاف جسم کے اوپر موجود رہتا ہے زندگی متحرک رہتی ہے اور جب روشنی کا غلاف فضا میں تحلیل ہو جاتا ہے تو زندگی غیب ہو جاتی ہے۔

روشنی کی رفتار کے بارے میں قیاس آرائی کی گئی ہے۔ اس کو بنیاد بنا کر جب ہم کوئی نتیجہ مرتب کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہر موجود شے کی زندگی لہروں پر قائم ہے۔ یہ لہریں محوری اور طولانی گردش میں سفر کر رہی ہیں۔ روشنیوں اور لہروں کا یہ سفر ہی قیاس اور حواس کا پیش خیمہ ہے۔

جس طرح ایک آدمی، ایک درخت روشنیوں اور لہروں کے تانے بانے پر قائم ہے اسی طرح ہماری فضا بھی روشنیوں اور لہروں سے معمور ہے۔ فضا میں دَور کرنے والی یہ لہریں سانس کے ذریعے ہمارے اندر داخل ہوتی ہیں۔ ان لہروں کے داخل ہونے کے بعد انسانی انا کی لہریں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں ــــ ٹکڑے جب جوڑے جاتے ہیں تو حواس بن جاتے ہیں۔

لہروں کے نظام پر قائم سانس جب تک موجود ہے، قیاس، مفروضات اور حواس سب ہی موجود ہیں اور جب سانس رک جاتا ہے تو کھیل ختم ہو جاتا ہے۔

آج کی بات

(محترم عظیمی صاحب کی 29 سال پرانی تحریر پڑھئے۔)

مرکزی مراقبہ ہال کراچی کا محل وقوع اس طرح ہے کہ اس کے چاروں طرف سڑک ہے۔ چاروں سڑکوں پر سڑکیں کراس کررہی ہیں کہ مین گیٹ کے سامنے ایک سڑک دامن پھیلائے، چاک دامن پریشان حال لوگوں کی منتظر ہے۔ جیسے کے ڈی اے کے نقشہ بنانے والے انجینئر نے یہ سڑک مراقبہ ہال کے لئے بنائی ہو۔ مراقبہ ہال کے سامنے کی سڑک کے لئے ''حوروں'' کی سیدھی مانگ کا استعارہ خوب ہے۔

مرکزی مراقبہ ہال ایسی جگہ ہے جس کے بارے میں لوگ مختلف باتیں کرتے ہیں۔ یہاں آنے والے افراد میں رنگ وروپ اور نقش ونگار کی مناسبت سے کیفیات مختلف ہیں۔

مراقبہ ہال کے حدود اربعہ پر غور کیا جائے تو یہ زمین ایک مستطیل ٹکڑا ہے جس کے چاروں طرف درخت ہیں، درخت کیاریوں میں ہیں۔ تقریباً ہر رنگ کے پھول ہیں۔ موسمی پھولوں کے علاوہ سدا بہار پھولوں سے اس کا حسن دوبالا ہے۔ لگتا ہے زمین کے ماتھے پر نہایت خوب صورت جھومر ہے۔

پھولوں کی کون سی ایسی قسم ہے جو یہاں نہیں۔ گلاب کے تختے ہیں، ہزار پنکھڑی گیندا ہے، موتیا ہے، چنبیلی ہے، رات کی رانی ہے، ہارسنگھار اور زہرہ ہے، دن کا راجا ہے۔ سلیقے سے بنی ہوئی روشیں ہیں۔ مخملی گھاس قالین کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ پھلوں کے درخت ہیں۔ خواتین کا محبوب درخت املی بھی ہے۔ ان میں کھٹے، میٹھے، کسیلے، بہت شیریں، تقریباً ہر قسم اور ہر ذائقے کا پھل موجود ہے۔ چھتری نما درخت ہیں۔ اگر درخت کے نیچے تنا پکڑ کر کوئی آدمی کھڑا ہوجائے تو لگتا ہے وہ چھتری کے نیچے ہے۔ یہاں خوش نما پرندے صبح دم اللہ

کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ان کی بولیاں کانوں میں رس گھولتی ہیں۔

• • ——————— • •

مراقبہ ہال کے اندر کی دنیا بھی عجیب دنیا ہے۔دن کی روشنی میں یہاں درختوں، پتّوں، پھولوں کے اجسام سے ہر وقت ٹھنڈی میٹھی روشنی پھوٹتی رہتی ہے۔گلاب، چمپا، چائنا روز، موتیا، چاندنی، چنبیلی، رات کی رانی، سرخ، پیلے، ہرے، سفید، بنفشی، ایک پھول میں کئی رنگ — ہر رنگ میں دوسرا رنگ، پھولوں پر جسمِ مثالی خندہ دہن متحرک نظر آتا ہے۔رات کو اندھیرے (تاریک روشنی) میں کھلی آنکھوں سے پتّا پتّا، بوٹا بوٹا، ڈالی ڈالی، اودے اودے، نیلے نیلے پیرہن میں ملبوس پھول اپنا حال بیان کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔آستانے کے اندر باہر روپہلی جھماکے ہوتے ہیں۔ایک کارواں ہے جو آرہا ہے، جارہا ہے — کون جانے یہ اللہ کے برگزیدہ ولیوں کی روحیں ہیں یا ارضی سماوی فرشتے۔

نصف شب کے بعد آسمان اور زمین کا فاصلہ کم ہوجاتا ہے۔محسوس ہوتا ہے کہ جگ مگ کرتے ستارے، ستاروں سے بھری کہکشائیں زمین پر اتر آئیں گی۔چودھویں کا چاند اپنے باطن کے انوار سے یہاں موجود ہر شے کو غسل دے کر پاکیزگی کا احساس دلاتا ہے۔جیسے ہی یہ احساس جسم سے ٹکراتا ہے، بندہ لطافت کے دریا میں خود کو ڈوبا ہوا محسوس کرتا ہے۔

• • ——————— • •

رات دو بجے رحمت کی بھرن پڑتی ہے۔شبنم سے بنے ہوئے موتی پھوار بن کر جب سالک کے سراپے کو چھوتے ہیں تو من میں خالق کی مخلوق سے محبت نظر آتی ہے۔

یہاں جو لوگ رہتے ہیں، ان کے چہروں سے سکون اور طمانیتِ قلب جھلکتا ہے۔یہاں کا باسی اپنے اندر گم کائنات کی کھوج میں مصروف ہے۔اس ماورائی خطے میں کچھ لوگ جب داخل ہوتے ہیں تو کہتے ہیں — اف! کس قدر سناٹا ہے۔کچھ لوگ جن کے اندر روشنی مدھم نہیں ہوئی ہے، مست و بے خود اللہ کی صفات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں — خدایا!

یہ سکون کا کیسا سایہ ہے کہ اس خطۂ زمین پر آنے کے بعد ہر غم، ہر پریشانی خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ وسوسوں کا سیلِ رواں رک جاتا ہے۔

ہر طرف سبز روشنی ہے۔ پھول ہنستے مسکراتے ہیں۔ آسمان سے رحمت کی بارش برستی ہے۔ کبھی ایسا لگتا ہے کہ پھول یہاں آنے والوں سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ سمجھ میں نہیں آتا لیکن سمجھنے والوں کی آنکھیں مخمور ہو جاتی ہیں۔

••————••

ایک رات جب کہ گھپ اندھیرا تھا اور تاریک رات سے مراقبہ ہال روشن تھا، خیال آیا کہ اندھیرے میں روشنی کا کیا مطلب ہے؟ رات کی دبیز سیاہ چادر میں چمک کیسی ہے؟

''اندر میں'' سے آواز آئی کہ اندھیرا بھی روشنی ہے اور جو بندہ تاریکی سے باخبر ہو جاتا ہے، اس کے اوپر ایک نئی دنیا کا انکشاف ہوتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ اندھیرا روشنی ہے اور اس روشنی میں کائناتی رموز ظاہر ہوتے ہیں۔

اور تو کچھ میں نہیں کر سکا، میں نے اٹھ کر مراقبہ ہال میں گھومنا شروع کر دیا۔ تیسرے چکر میں یہاں بنے ہوئے ایک غار میں جا بیٹھا۔ اس غار کے اوپر اہرام (پیرامڈ) ہے۔ اہرام کے بارے میں بہت سی باتیں سنی ہوئیں، دماغ کی اسکرین پر فلم بن گئیں۔ اہرام میں رکھے ہوئے کھانے خراب نہیں ہوتے، اہرام میں ریزر کی دھار خراب نہیں ہوتی، اہرام میں رکھی ہوئی چیزوں کو چھیڑنے سے روحیں ناراض ہو جاتی ہیں وغیرہ۔

سیڑھیاں اتر کر جیسے ہی میں اندر داخل ہوا، پپوٹے بھاری ہو گئے اور پلک جھپکنے کا عمل ساکت ہو گیا۔ حواس کی رفتار تیز ہو گئی کہ حواس ساکت محسوس ہونے لگے۔ آنکھوں کے سامنے بجلی کوندی۔ بجلی کا اوپری رنگ نیلا تھا لیکن نیلے رنگ کے اندر سچے موتیوں کی چمک تھی۔ سچے موتیوں کی چمک کے پیچھے یاقوتی رنگ کا shadow تھا۔

میں نہیں جانتا کہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ روشنی کی دھار آنکھوں

میں داخل ہوئی، دماغ میں جھما کا ہوا اور دماغ کھل گیا۔ یکایک روشنی بکھر گئی۔ بکھرنے کے عمل میں روشنی کی ہزار قسمیں بن گئیں اور یہ ہزار قسمیں دراصل ہزاروں رنگ تھے اور ان رنگوں میں سے ایک رنگ جس کو میں نے گہرا نارنجی رنگ محسوس کیا، دل میں اتر گیا۔ اس رنگ میں مزید کئی رنگ شامل ہو گئے جس میں سرخ کلیجی رنگ نمایاں تھا۔ یکایک نقرئی ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے میری ناک پر چشمہ رکھ دیا۔ چشمے کے اندر شیشے قرمزی رنگ کے تھے۔ جیسے ہی آنکھوں پر چشمہ رکھا گیا، مراقبہ ہال میں موجود ہر شے اپنے اصل رنگ وروپ میں نمایاں ہوگئی۔

سب سے پہلے میری نظر انجیر کے درخت پر پڑی اور پھر زیتون کے درخت پر آ کر رک گئی۔ انجیر اور زیتون کا ذکر میں نے بار بار قرآن کریم میں پڑھا ہے۔ اللہ فرماتا ہے،

۱۔ قسم ہے انجیر اور زیتون کی۔ (التین :۱)

۲۔ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ (النور: ۳۵)

آپ نے انجیر تو دیکھا ہے۔ کبھی کھول کے بھی دیکھیے۔ اس کے اندر نقطوں کا ایک جال ہے۔ سمٹے ہوئے جال میں رحم کی شکل نظر آتی ہے۔

سورہ نور کی آیت میں بھی اللہ نے زیتون کے درخت کا تذکرہ فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ جس کو چاہے اس نور کی ہدایت بخشتا ہے اور اللہ لوگوں کو مثالیں دے کر سمجھاتا ہے۔ فی الواقع پورا علم اللہ جانتا ہے۔ بندے صرف اتنا جانتے ہیں جتنا علم اللہ نے بندوں کو سکھایا ہے۔

جان جب زیتون کی جان سے گلے ملی تو زیتون کے اندر کی روشنیاں میرے اندر کی روشنیوں میں گڈ مڈ ہوگئیں۔ آدمی کی روشنیاں اور زیتون کے درخت کی روشنیاں جب ہم آغوش ہوئیں تو نور کی تنی ہوئی ایک چادر نظر آئی اور اسی نورانی چادر میں مراقبہ ہال میں موجود ہر شے کے نقش ونگار اسکرین پر نمایاں ہو گئے۔ دیکھا کہ میری جان اور مراقبہ ہال کی زمین پر بنے ہوئے تمام نقش ونگار کی جان ایک ہے، خدوخال مختلف ہیں۔ مختلف خدوخال،

مختلف کیفیات کا مظہر ہیں۔ یہ کیفیت ہی تو ہے جو انسان کو، درخت کو، چرند پرند کو ایک دوسرے سے الگ الگ ہونے کی اطلاع فراہم کرتی ہے جب کہ سب ایک نقطے میں بند ہیں۔

انجیر اور زیتون کی جان نے مجھے بتایا:

''یہ زمین، آسمان اور ان کے اندر مخلوق کے جسمانی خدوخال الگ الگ نظر آتے ہیں لیکن ان سب میں جان ایک ہے ـــ اور جب کوئی جان دوسری جان سے گلے ملتی ہے تو آنکھ ہر جان کا نظارہ کرتی ہے۔''

مراقبہ ہال میں آنے والے لوگوں پر بے خودی اس لئے غالب آجاتی ہے کہ یہاں ایک جان ایسی ہے جو سب کو جانتی ہے اور سب اس کو جانتے ہیں اور اس سے گلے ملتے ہیں۔

جو لوگ مراقبہ ہال میں اکتاہٹ، بے زاری اور سناٹا محسوس کرتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی جان سے واقف نہ ہونا چاہتے ہوں۔ جو خود سے واقف نہ ہو، ایسے خود فراموش آدمی کو زمین و آسمان قبول نہیں کرتے۔*

• • ــــــــــــــــ • •

میں ایک رات مراقبہ ہال کے ماورائی ماحول میں چاندنی کے حسن سے سرشار، آسمان کو تک رہا تھا۔ آنکھیں پلکیں جھپکنے کا عمل بھول چکی تھیں، دیدے ساکت تھے، دماغ پُرخمار تھا، قلب کی حرکت تیز تھی نہ کم، دل سبک خرام تھا، اس سے باہر کی نظر اندر اترتی چلی گئی ـــ نظر آیا کہ باہر دیکھنے والی آنکھ اندر جھانک رہی ہے۔ دیکھا کہ ـــ اندر ایک نقطہ ہے ـــ سیاہ رنگ نقطہ ـــ نقطے کے اطراف روشنی کا ہالہ ہے۔ روشنی کے اس ہالے پر نور کا غلاف ہے۔ نظر سیاہ رنگ نقطے کے اندر گئی تو دیکھا کہ یہ نقطہ ذات کا آئینہ ہے۔

آئینے میں خود کو دیکھا تو وہاں ایک اور ''نقطہ'' نظر آیا۔ اور اس ایک اور نقطے کے باطن میں پھل جھڑیاں (ڈائی مینشن) چھوٹتی ہوئی نظر آئیں۔ پھل جھڑیاں جب نقطے کے باطن

---

* من عرف نفسہ، فقد عرف ربہ،

سے الگ ہوئیں، ان کے اندر مزید خدوخال (ڈائی مینشن) بن گئے اور خدوخال نے نیا روپ دھار لیا۔ میں نے خود کو نقطے میں تلاش کیا تو وہاں نقطے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

پلک جھپکی ـــــ نقطہ سامنے نہیں تھا۔

کھلی آنکھوں سے ـــــ خود میں گم ـــــ نہیں معلوم کس ناپیدا کنار دریا میں ڈوبتا چلا گیا، ڈوبتا چلا گیا۔ سر میں سیدھی طرف ایک لہر اٹھی جیسے آسمان پر بجلی کی چمک اور بادل کی گرج۔ بجلی کی چمک اور بادل کی گرج سے الٹے دماغ میں دھماکا ہوا۔ دھماکے سے دماغ میں موجود کھربوں خلیے آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑے اور آتش فشاں کے پھٹنے سے خلیے چارج ہوگئے۔ دیکھا ـــــ جسمانی گوشت پوست کے بنے ہوئے بے اختیار انسان کے اندر کھربوں با اختیار صلاحیتیں منتظر ہیں کہ کھوج لگایا جائے اور ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

نظر آیا ـــــ آسمانوں سے بھی اس پار روشن اور منور انسان نورانی لہر میں معلق ہے اور یہ روشن انسان کھربوں دائروں میں بند ہے۔ ہر دائرہ کائنات میں موجود ایک نوع اور ایک مخلوق ہے۔ ہر نوع اور مخلوق اس روشن انسان کے دائرے سے وابستہ ہے اور یہ روشن انسان ہر نوع کے دائرے سے بندھا ہوا ہے۔

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔'' (النور: ۳۵)

تمنا ہے کہ '' وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے'' کی تفسیر نقطے میں روشن ہو جائے، آمین۔

چاہتا ہوں کہ لکھتا چلا جاؤں مگر اندر کا عظیمی کہتا ہے ـــــ خاموش ہو جا ـــــ اور بس کر!

فقیر کی ڈاک

تفکر ــــ ذہن کی دنیا میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ غور و فکر سے خیال کی گہرائیاں روشن ہوتی ہیں۔ گہرائی میں تخلیقی رموز کے خزینے ہیں جن تک رسائی ــــ عرفان نفس اور معرفت الٰہی ہے۔ ’’فقیر کی ڈاک‘‘ اذہان کی آبیاری ہے جس میں مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب ذہن کی پرتوں کو کھول کر لاشعور کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

محترم و مکرم عظیمی صاحب ــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

نور نبوت کی تفہیم کیسے حاصل ہوتی ہے اور خاتم النبیین حضرت محمدؐ کے امتی ہونے کی حیثیت سے اس علم کی تفہیم کے لئے ہماری کیا کوشش ہونی چاہئے۔

شکریہ۔ شمع علیم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

اللہ کے جن بندوں کو نورِ نبوتؐ کا علم عطا ہوا ہے، وہ واقعہ شق القمر کی روحانی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ انسان 70 ہزار پرت کا مجموعہ ہے۔ جب اللہ کے قانون کے مطابق کوئی انسان عالمِ سماوات سے عالمِ عنصری میں آتا ہے تو اس کے اوپر ایک پرت ایسا غالب آجاتا ہے جس میں سرکشی، بغاوت، عدم تعمیل، کفرانِ نعمت، ناشکری، جلد بازی، شک، بے یقینی اور وسوسوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ یہی وہ ارضی زندگی ہے جس کے بارے میں قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ پھر پھینک دیا، اسفل سافلین میں۔

انبیائے کرام نوعِ انسان کا جوہر ہیں، ان کے اوپر اللہ کی خصوصی نعمتیں، عنایتیں اور نوازشیں ہوتی ہیں، ان میں ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انبیائے کرام کے دل کو اسفل خامیوں سے پاک کرکے دنیاوی لالچ اور حرص وطمع سے بے نیاز کر دیا جاتا ہے۔ نتیجے میں انبیائے کرام کے قلوب ایمان وایقان، علم ودانش، عرفان وآگہی اور انوارِ الٰہی سے منور ہوجاتے ہیں۔ ہدایت، معرفت، عظمت، اخلاص، رحمت اور علم وحکمت کے لئے ان کے

دلوں کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

نورِ نبوت کے زیر اثر روحانی علم، مشاہداتی علم ہے۔ اس علم کی روشنی میں انسان کی تخلیق کے بنیادی عناصر نور اور روشنی سے مرکب ہیں۔ دنیا چھ سمتوں پر قائم ہے۔ یہ چھ سمتیں روشنی اور نور کے ہالے میں بند ہیں۔ چھ سمتیں دراصل تین یونٹ ہیں اور ہر یونٹ کے دو رخ ہیں۔

۱۔ نسمہ مفرد اور نسمہ مرکب

۲۔ روشنی مفرد اور روشنی مرکب

۳۔ نور مفرد اور نور مرکب

اسفل زندگی نسمہ مرکب ہے اور اس کا مخزن پیٹ میں ناف کے مقام اور سینے میں قلب کی جگہ ہے۔

اللہ نے اپنے محبوبؐ کے اوپر تمام نعمتیں پوری کی ہیں اور ان کے اوپر دین کی تکمیل فرمائی ہے اس لئے اس عمر میں جب شعور اسفل زندگی کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے اور اسفل زندگی میں دلچسپی لینا شروع کرتا ہے، اللہ نے دو فرشتے بھیجے اور ننھے محبوبؐ کے دل کو اعلیٰ علیین کے خیالات سے بھر دیا۔

قرآن کریم میں سورہ انشراح کی آیات کا مفہوم ہے کہ،

''انوارِ الٰہی کے ذریعے محمدؐ کا سینہ مبارک اطمینان اور سکون سے بھر دیا گیا اور اللہ پاک نے سچائی، نیکی اور پاکیزہ خیالات کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے حضور قلب عطا فرمایا۔''

تطہیر قلب و جان اور خاص نگرانی و نگہبانی کے ساتھ ننھے محبوبؐ کی پرورش اور تربیت ہوتی رہی۔ دنیا کے نشیب و فراز سے وقوف حاصل کر کے ننھا محبوبؐ سچائی، پاکیزگی اور یقین کے پیکر کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔ پاکیزگی اور تقدس کی روشن قندیل حضرت محمدؐ اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کی طرز فکر کے مطابق اللہ کی تلاش میں غور و فکر کرتے۔ جب حضور پاکؐ غار حرا میں تھے تو حضرت جبرائیلؑ آئے اور کہا،

''پڑھ اپنے رب کے نام سے۔''

رسول اللہؐ کے حالات زندگی ہمیں اس بات پر تفکر کی دعوت دیتے ہیں کہ باعث تخلیق کائنات اور نبیوں میں خاتم الانبیا حضرت محمدؐ کی تربیت کا دور بچپن سے شروع ہوا۔ پانچ برس کی عمر میں روح القدس فرشتے کے ذریعے قلب مبارکؐ کی صفائی اس بات کی نشان دہی ہے کہ رسول پاکؐ کا ہر امتی اس قانون کا پابند ہے

کہ وہ اپنے بچوں کی نگہداشت میں اپنی تطہیر اور قلب کی پاکیزگی کا اہتمام کرے تاکہ اسفل حواس شعوری زندگی پر غالب نہ آئیں اور بچے کے اندر پیغمبرانہ طرزِ فکر مستحکم طریقے پر منتقل ہو جائے۔

بتایا جاتا ہے کہ سورج زمین سے نوکروڑ میل کے فاصلے پر ہے۔ جب کوئی شخص سورج کو دیکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی کے اندر نوکروڑ میل دور دیکھنے کی صلاحیت ہے۔ خاتم النبیینؐ نے پانچ برس کی عمر میں حضرت جبرائیلؑ کو دیکھا۔ پھر غارِ حرا میں مراقبہ فرمایا اور وہاں حضرت جبرائیلؑ قرآن لے کر نازل ہوئے۔

''ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ اور تم کیا جانو لیلۃ القدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے۔ فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ یہ رات سلامتی ہے طلوعِ فجر تک۔''

روحانی قانون کے مطابق لیلۃ القدر میں حواس کی رفتار 60 ہزار گنا ہو جاتی ہے اور جب حواس کی رفتار ساٹھ ہزار گنا ہو جاتی ہے تو نظروں کے سامنے فرشتے اور جبرائیلؑ آجاتے ہیں۔ نبی برحقؐ کی یہ فضیلت ہے کہ عام انسانی حواس کی رفتار سے حضور نبی مکرمؐ کی ذہنی صلاحیت 60 ہزار گنا سے زیادہ ہے۔

آیئے دعا کریں کہ ہمارے اندر انبیائے کرام کی طرزِ فکر پیدا ہو اور امتی ہونے کی حیثیت سے ہمیں ہمارے نبیؐ کا روحانی ورثہ منتقل ہو جائے، آمین۔

دعا گو، عظیمی

10 اکتوبر 1980ء

حکمت و دانش

معلمِ انسانیت حضرت محمدؐ کا طریقِ تعلیم نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے عمدہ اور مؤثر ہے۔ رسول اللہؐ نہایت آسان اور دل نشین انداز میں لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ جو باتیں ضروری اور اہم ہوتی تھیں انہیں حضور پاکؐ تین دفعہ دہراتے تھے تاکہ کم فہم شخص بھی انہیں اچھی طرح سمجھ سکے۔ رسول اللہؐ ہر شخص کو اس کی صلاحیت اور عقل و دانش کے مطابق تعلیم دیتے تھے۔ آپؐ معلّموں کو ہدایت فرماتے تھے،

''تم لوگوں سے ان کی ذہنی استطاعت کے مطابق بات کیا کرو۔''

نامے میرے نام

کرم فرما خواتین وحضرات نے ''ماہنامہ قلندر شعور'' کو دل کی گہرائیوں سے نہ صرف پسند کیا ہے بلکہ قبول فرما کر روپ بہروپ کو دلہن کا روپ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قارئین کی خدمت کی توفیق دیں۔ رابطے کے قدیم وجدید وسائل کے ذریعے موصول ہونے والے خطوط میں سے منتخب خطوط شائع کئے جارہے ہیں۔

ستمبر 2020ء کے ''آج کی بات'' پر موصول شدہ تفکر میں سے منتخب خطوط:

ثمرین سہیل (کراچی): اداریے میں لکھا ہے کہ ''تالاب میں کنکر پھینکتے وقت آپ آواز سنیں گے — ٹپ!'' سوال یہ ہے کہ ٹپ کی آواز کیا ہے —؟ یہ آواز پانی کی ہے یا پتھر کی — یا پتھر اور پانی کی مشترکہ آواز ہے؟

شاہنواز خلیل (حیدرآباد): بتایا گیا ہے کہ ''کنکر جس مقام پر پانی کے اندر اترے گا، وہاں معمولی بلبلا بنے گا۔'' میری سمجھ کے مطابق بلبلا پانی میں موجود اسپیس کو ظاہر کرتا ہے۔ پانی زندگی ہے اور ہر مخلوق کی ابتدا پانی سے ہوئی ہے۔ کنکر سے پانی میں بلبلا بننے میں یہ اشارہ ہوسکتا ہے کہ اسپیس بلبلے کی شکل میں ہوتی ہے، اس میں تخلیقات ظاہر ہوتی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بلبلا ایک کم زور گھر (اسپیس) ہے۔

واجد نیاز (اسلام آباد): گزشتہ چند مہینوں سے ''آج کی بات'' کو نئے انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔ ستمبر 2020ء کے اداریے میں ایکٹیویٹی زیادہ ہے۔ مجھے یہ تحریر بہت دلچسپ لگی۔ کیا دائرے سے شروع ہونے والی زندگی کا کناروں پر آکر گم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دائرہ ذہن کے مطابق مظاہرہ کرتا ہے؟

صاعقہ (ملتان): دائرہ نظر نہیں آتا، مثلث نظر آجاتا ہے۔ جب دائرہ خود کو مختلف اشکال میں ظاہر کرتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں ورنہ نہیں دیکھتے۔ یعنی دائرہ جب خود کو الوژن شکل میں پیش کرتا ہے تو ہمیں نظر آتا ہے۔

رفعت جہاں (کوئٹہ): دیوار پر پانی پھینکنے کی مشق سے میں نے سیکھا کہ جتنی شکلیں نظر آتی ہیں، یہ پانی کی مقداریں ہیں۔ دیوار کو غور سے دیکھنے پر خیال آیا کہ ہم شکلیں دیکھ کر بھول جاتے ہیں کہ یہ سب پانی ہیں۔ سبب یہ ہے کہ ہمارا ذہن ڈائی مینشن سے متاثر ہے۔ دیوار پر تصویریں پانی کی ٹوٹی ہوئی frequencies

ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے سب الوژن ہے مگر حقیقت الوژن نہیں ہے۔محترم عظیمی صاحب! آپ نے لکھا ہے کہ ''میں نے اس مشق سے زندگی کو سمجھا''۔کیا میں جان سکتا ہوں کہ اس مشق کے ذریعے آپ نے زندگی کو کیسے سمجھا؟

صائمہ سلیمان (گجرات): پانی کی مشق سے میں نے دیکھا کہ جتنی شکلیں بنیں، پانی ان سب پر محیط ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ بات ذہن میں تو آگئی ہے لیکن ابھی مجھ پر اس کا مفہوم نہیں کھلا۔کہیں کوئی کمی رہ گئی ہے اور مجھے اس بات کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ذہن میں کوئی گرہ ہے جو نہیں کھل رہی۔

قاضی فرید (کراچی): خلا — خالی نہیں ہے، اس میں بہت ساری چیزیں ہیں۔ جب ہم بات کرتے ہیں تو آواز ان چیزوں سے ٹکرا کر واپس آتی ہے۔

★ ———————— ★

★ اگست 2020ء کے ''نامے میرے نام'' میں ایک قاری کی جانب سے ''آج کی بات'' کو روحانی کلاس کا درجہ دینے کی تجویز پیش کی گئی تھی، اس پر دیگر خواتین وحضرات نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

اراکین مراقبہ ہال عجمان: ''ماہنامہ قلندر شعور'' سے علمی ذوق کی آبیاری کے ساتھ نسبت کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ یہاں مقیم تمام اراکین نے علمی پروگرام میں شمولیت کے لیے ذوق وشوق کا اظہار کیا ہے۔

محمد حمزہ (برطانیہ): برطانیہ میں بہت سے لوگ اس تجویز سے متفق ہیں اور چاہتے ہیں کہ ''آج کی بات'' کو آن لائن کلاس بنا دیا جائے۔خواہش مند افراد کے ناموں کی فہرست بھیج رہا ہوں۔

عائشہ قیوم (لاہور): ''آج کی بات'' کو روحانی کلاس کا درجہ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔عاجزانہ رائے ہے کہ آپ کا لیکچر ریکارڈ ہو جو سوشل میڈیا پر نشر کیا جائے۔سوالات وجوابات کا سلسلہ بذریعہ ڈاک ہو۔

محمد عثمان (کراچی): یہ روحانی علوم کی تفہیم کا وقت ہے۔میں اس تجویز سے متفق ہوں۔

ن۔ش (اسلام آباد): ہم 100 کے قریب لوگ روحانی کلاس کا حصہ بننا چاہتے ہیں۔

★ **''ماہنامہ قلندر شعور'' کو پاکستان کے مختلف شہروں اور بیرون ملک سے خطوط موصول ہو رہے ہیں جن میں خواتین وحضرات نے اس تجویز سے اتفاق کیا ہے۔سب کے نام اور خطوط شائع نہیں ہو سکتے۔ خطوط کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے تجویز زیر غور ہے۔ (ادارہ)**

★ **مضامین پر قارئین خواتین وحضرات کی رائے اور تبصرے:**

منیرہ دلشاد (میر پور): سرورق کے حوالے سے مضمون ''موجیں — گہوارہ'' تحقیقی اور معلوماتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے دریائے نیل کے واقعے کو مصنف نے جس نظر سے دیکھا ہے، وہ نہایت عمدہ ہے۔ عابد محمود صاحب کی کاوش بھی بے حد پسند آئی۔ انہوں نے کہانی کو جو اختتام دیا، اسے پڑھ کر میں دم بخود رہ گئی۔

ذیشان احمد ایڈوکیٹ (لاہور): میں ایک روحانی شاگرد کا دوست ہوں اور آپ کی تعلیمات سے کافی متاثر ہوں۔ خیالوں میں ملاقات کی کوشش کی ہے۔ سوچا قلم کے ذریعے ملاقات ہو۔ ذہن میں بہت سے سوالات ہیں جو اکثر دل کو بے چین رکھتے ہیں۔ کچھ سوالات تاریخ سے جڑے ہیں۔ مناسب سمجھیں تو حقیقت سے آشنا کر دیجئے۔ سوال یہ ہے کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے، ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہؐ کی اور اولی الامر کی جو تم میں ہے۔'' اس میں اولی الامر واحد صیغہ ہے اور continues بھی۔ یہ کس کی طرف اشارہ ہے—؟

★ **قرآن کریم میں ارشاد ہے، ''یہ کتاب، نہیں ہے شک اس میں، ہدایت دیتی ہے متقیوں کو۔'' متقی وہ خواتین و حضرات ہیں جو اللہ کی اطاعت اور رسول اللہؐ کی تعلیمات پر صدقِ دل سے عمل کر کے حق الیقین کا درجہ پاتے ہیں۔**

سید رضی احمد (شہر کا نام نہیں لکھا): ستمبر 2020ء کے ''نامے میرے نام'' میں سوال کیا گیا ہے کہ چاند کی رونق کو دل فریب کہا جاتا ہے، دل فریب کا مطلب کیا ہے؟ میری دانست میں دل فریب — دل کو دھوکا دینے والی شے ہے۔ دھوکے کا مطلب روپ بہروپ ہے— وہ نظر آنا جو حقیقت میں نہ ہو۔

شاہینہ بی بی (لاہور): دل فریب کے معنی تغیر ہے اور اس کا سلسلہ شجر ممنوعہ سے ملتا ہے جس کے پاس جانے سے منع کیا گیا تھا اور یہ حکم اب بھی قائم ہے۔ کیوں کہ ہماری طرز فکر ابھی بھی وہی ہے جو شجر ممنوعہ کے پاس جانے سے ہوئی۔ وہ درخت رنگ بدلتا ہے— زمین پر موجود ساری اشیا بھی ہمیں رنگ بدلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

محمد منیب (کراچی): دل فریب کے معنی ہیں— وہ جس میں تغیر ہو۔ میں ''نامے میرے نام'' شوق سے پڑھتا ہوں۔ پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ دیگر قارئین مضامین کا مطالعہ کس نظر سے کرتے ہیں اور میں کس طرح سے پڑھ رہا ہوں۔ محترم عظیمی صاحب! آپ بتا سکتے ہیں کہ مضمون کو صحیح طور سے پڑھنے کا طریقہ کیا ہے—؟

★ **کتاب ''قلندر شعور''، ''آواز دوست'' اور ''تجلیات'' کا مطالعہ کیا جائے۔**

پروفیسر محمد طاہر (چنیوٹ): اگست 2020ء کے شمارے میں بعض تحریریں بار بار پڑھیں۔ ''آج کی بات''

میں استاد اور شاگرد کی گفتگو میں تفہیم کے لئے کیا کچھ نہیں ہے۔ مضمون ''بھاگ جا کالی موت'' پڑھ کر لاشعور میں حرکت محسوس ہوئی۔ ''دریا پی کر جو پیاسا ہے'' اور ''کس نے کہا اور کس نے سنا'' اچھی تحریریں ہیں۔

سیما راشد مسرور (کراچی): اگست 2020ء میں سوال تھا کہ ''فقیر کی ڈاک'' پڑھ کر ہم کیا سمجھے۔ میں یہ سمجھی ہوں کہ مادی وسائل کی کثرت، سونا، چاندی، ہیرے جواہرات کی چمک دمک، روپے پیسے کے ڈھیر، آسائشوں کے انبار اور دل لگی کے سامان حقیقی خوشی دینے میں ناکام ہیں۔ وسیع آسمان پر چند لمحوں کا تفکر، وہ پرندہ جو اڑ کر گیا، ہوا جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور جس سے درختوں کے پتّے سرسراتے ہیں، چوں چوں کرتی پھدکتی چڑیا، زمین و آسمان کے درمیان رنگ و روشنی کا اجالا آگہی دیتا ہے کہ سکون کا حقیقی وسیلہ قدرتی مناظر میں تفکر ہے۔ تفکر سے طرزِ فکر تبدیل ہوتی ہے اور روح کا عرفان ملتا ہے۔

حکیم اعجاز الٰہی (مانسہرہ): تجربہ ہوا کہ ''ماہنامہ قلندر شعور'' کا باقاعدگی سے مطالعہ کیا جائے تو جسم میں توانائی پیدا ہوتی ہے اور قرآن پاک کی تلاوت اور نماز پڑھتے وقت دل و دماغ میں گہرائی کا احساس ہوتا ہے۔ ''فقیر کی ڈاک'' پڑھنے سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ حقیقت شناس طرزِ فکر کے لئے حقیقت شناس استاد کی ضرورت ہے۔ مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے علم کی نفی کر کے مرشد کے سامنے بچہ بن کر پیش ہو۔ کامل مرشد کی طرزِ فکر چوں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے وابستہ ہوتی ہے اس لئے جب مرید ہدایات و اسباق پر بلا چون و چرا عمل کرتا ہے تو حقیقت شناس ہو جاتا ہے۔

★ **بچوں کی کہانی ''ایک وقت میں ـــ دو جگہ'' پر بچوں کا تفکر پڑھئے۔**

شگفتہ: ہمارا ایک جسم روشنی اور ایک مٹی کا ہے۔ ہماری روح کے بہت سارے جسم ہیں۔ جسم کی کاپیاں بہت ساری جگہوں پر کام کرتی ہیں مگر ہمیں صرف ایک جگہ کا پتہ چلتا ہے، باقی جگہوں کا پتہ نہیں ہوتا۔ ★ **شاباش۔**

شائستہ: عبادت کے وقت ہم اللہ میاں کے پاس ہوتے ہیں اور گھر پر بھی موجود ہوتے ہیں۔

ذہین: نور کی آنکھ سے ہم ہر جگہ موجود ہو سکتے ہیں۔

حریم ارشد (اسلام آباد): کہانی ''پھر کیا ہوتا ہے؟'' پڑھی۔ پہلی بات یہ سمجھی کہ جب ہم وعدہ کرتے ہیں تو اس کو پورا کریں۔ لوگ اچھے ہوں یا نہیں، حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ مجھے اچھا نہیں لگا کہ جب اس آدمی کو زیادہ پیسے ملے تو اس نے کسی کی مدد نہیں کی۔ جب مجھے زیادہ پیسے ملتے ہیں تو میں دوسروں کی مدد کرتا ہوں۔

حامد ابراہیم

تبادلۂ خیال

درخت کا بانسری سے متاثر ہونا سمجھ میں آتا ہے لیکن آدمی کا درخت کو محبت سے دیکھنا اور دل میں دعا دینا تو آواز نہیں! پھر درخت تک یہ اطلاع کیسے پہنچی؟

باعثِ تخلیقِ کائنات، خاتم النبیین حضرت محمدؐ کے معجزات روحانی علوم کا لازوال خزانہ ہیں۔ ہر معجزہ کائناتی علوم کی روشن کتاب ہے جسے سمجھنے کی تمام صاحبِ یقین خواتین و حضرات کو دعوت دی گئی ہے۔

رسول پاکؐ کے بعض معجزات نباتات، جمادات اور حیوانات سے گفتگو سے متعلق ہیں۔ یہ نوعیں فہم اور شعور رکھتی ہیں اور ماحول اور مخلوقات سے واقفیت رکھنے کے علاوہ خیالات کا تبادلہ کرتی ہیں۔

معجزاتِ رسولؐ میں سے دو پیش ہیں:

۱۔ جنات کی ایک جماعت نے حضور پاکؐ سے سوال کیا کہ آپؐ کے پیغمبر ہونے کی گواہی کون دے گا؟ آپؐ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، یہ درخت گواہی دے گا۔ آپؐ نے اس درخت سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ درخت نے گواہی دی کہ آپؐ اللہ کے فرستادہ بندے اور آخری نبیؐ ہیں۔

یہ دیکھ کر جنات کی جماعت ایمان لے آئی۔

۲۔ حنین جذع کا معجزہ جس میں کھجور کے تنے نے رسول پاکؐ سے جدا ہونے کے غم میں آہ و زاری کی جسے مسجد نبویؐ میں صحابہ کرام نے بھی سنا۔ آپؐ نے کھجور کے تنے پر دست شفقت رکھا۔ وہ چپ ہو گیا مگر بچے کی طرح ہچکی لگی ہوئی تھی۔ حضور پاکؐ نے فرمایا، ''اگر تو پسند کرے تو میں تیرے لئے دعا کروں اور اللہ تعالیٰ تجھے جنت الفردوس میں اس مقام پر جگہ دے جہاں میں ہوں۔ تو وہاں ابدالآباد تک رہے۔ انبیا اور اولیا تیرے پھل کھایا کریں۔''

کھجور کے تنے نے عرض کیا، ایسا ضرور فرمائیے۔

آپؐ نے کھجور کے تنے کو مسجد میں دفن کروا دیا۔

غور کیجئے ـــــ ایک معجزے میں رسول کریمؐ نے شاداب درخت اور دوسرے میں خشک و بریدہ درخت سے گفتگو فرمائی۔ شاداب درخت نے آپؐ کے نبی ہونے کی گواہی دی۔ وہ آپؐ کے نبی ہونے کا علم رکھتا تھا اور اسے شعور تھا کہ نبی ہونے کا کیا مطلب ہے۔

رائج علوم سرسبز درخت کو زندہ تصور کرتے ہیں اور کٹے ہوئے درخت کو مردہ کہتے ہیں۔ مضمون میں بیان

کئے گئے دوسرے معجزے میں ''مردہ درخت'' نے رسول کریمؐ سے فریاد کی اور شدت غم سے رویا پھر جنت الفردوس میں حضور پاکؐ کی قربت کی نوید سن کر خوشی کا اظہار کیا۔ ان معجزات سے حیات و ممات کے راز سے بھی پردہ اٹھتا ہے۔

معجزات سے عیاں ہے کہ نباتات کا شعور آدمی (نہ کہ انسان) کے شعور سے بہتر ہے کیوں کہ نباتات اور جمادات کے کسی فرد نے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمدؐ کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کیا جب کہ آدمیوں کی کثیر تعداد نے آپؐ کے پیغام کو نہیں سنا۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب تک آدمی، احسنِ تقویم انسان بننے کا شرف حاصل نہیں کرتا، اس کا شعور نباتات و جمادات اور حیوانات سے پست ہے؟

''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا، پھر اسے اسفل سافلین میں پھینک دیا۔'' (التین: ۴-۵)

اسفل سافلین کی تعریف یہ ہے:

''ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا۔'' (الحجر: ۲۶)

سوال: آدمی کے علاوہ سائنسی ترقی اور ایجادات کسی اور مخلوق نے کیوں نہیں کیں ــــ؟

جواب: آدمی جسمانی ساخت، خصوصاً ہاتھوں کی ساخت کی بدولت ایجادات کے قابل ہوا۔

بندر کی ساخت تقریباً آدمی کے مشابہ ہے لہٰذا مثالیں موجود ہیں کہ بندر تربیت حاصل کر کے ماہرانہ انداز میں مشینیں چلا سکتے ہیں لیکن گائے، بھینس، بکری، گھوڑے، اونٹ اور زرافہ وغیرہ کی جسمانی ساخت ایسی نہیں کہ وہ مشینیں چلائیں یا عمارتیں تعمیر کریں۔ چناں چہ ان کو بے شعور اور غیر ناطق قرار دینا نا سمجھنے کا اعتراف ہے۔

معمار عمارتیں اور پل بنانے میں ید طولیٰ رکھتا ہے، وہ طبیب کو اس وجہ سے جاہل قرار نہیں دے سکتا کہ طبیب کو تعمیرات کا علم نہیں۔ دونوں کے علم میں فرق ہے اور دونوں باشعور ہیں۔ حیوانات، نباتات اور جمادات زندگی کی طرزوں اور تقاضوں کا اسی طرح شعور رکھتے ہیں جس طرح آدمی کو زندگی کا شعور ہے۔

ریشم کے کیڑے کا بنایا ہوا ریشم، سیپ میں سچے موتی، درختوں کے پھول، پھل اور لکڑی وغیرہ سب قدرت کی صنّاعی کے مظاہر ہیں جو مادی علوم اور وسائل بروئے کار لا کر بھی تخلیق نہیں کئے جا سکتے۔ مصنوعی ریشم کا معیار قدرتی ریشم سے کم تر ہے اس لئے اعتراف کرنے میں عار نہیں کہ ریشم بنانے کے لئے کیڑے کا علم آدمی سے زیادہ ہے۔

فی الوقت تحقیق و تلاش یہ ہے کہ پودے جذبات اور موسیقی دونوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ موسیقی آواز

ہے جس کی لہروں میں مخصوص ترتیب اور نظم موجود ہے۔ آواز کی بے ہنگم لہریں جنہیں شور کہا جاتا ہے، پودوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ آواز سے پودوں کا متاثر ہونا موجودہ تحقیق کے مطابق کسی حد تک سمجھ میں آتا ہے لیکن جذبات اور رویوں سے پودوں کا متاثر ہونا کیا ہے—؟ آواز لہر ہے پھر جذبات و احساسات کیا ہیں؟

مثال : دو آدمی ایک درخت سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہیں۔ پہلا مخصوص لَے میں بانسری بجاتا ہے اور دوسرا دیکھتا ہے کہ بانسری کی آواز سن کر درخت میں سرشاری اور بے خودی کی کیفیت پیدا ہوئی۔ اب پہلا آدمی بانسری رکھ کر درخت کو محبت سے دیکھتا ہے اور دل ہی دل میں طویل عمری اور نسل پھیلنے کی دعا دیتا ہے۔ اسی دوران دوسرا آدمی درخت کے اندر خوشی اور ممنونیت کی کیفیات محسوس کرتا ہے۔

بانسری کی آواز بانس کے کھوکھلے تنے کے اندر مخصوص دباؤ اور اتار چڑھاؤ کے ذریعے پھونکی گئی ہوا سے پیدا ہونے والا ارتعاش ہے۔ درخت کا بانسری سے متاثر ہونا سمجھ میں آتا ہے لیکن آدمی کا درخت کو محبت سے دیکھنا اور دل میں دعا دینا تو آواز نہیں! پھر درخت تک یہ اطلاع کیسے پہنچی—؟

سمجھنا محال نہیں کہ درخت تک اطلاع ایسی لہروں کے ذریعے پہنچی ہے جو موجودہ دور میں دریافت نہیں ہوئیں لیکن وجود رکھتی ہیں اور اس قدر لطیف ہیں کہ ان کا کسی آلے سے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

سوال: ایسی لہروں کے بارے میں جنہیں کسی آلے کی مدد سے محسوس نہیں کیا جا سکتا، کس طرح یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ وجود رکھتی ہیں—؟

جواب: آلات اپنی فریکوئنسی اور حدود سے ماورا کام نہیں کرتے جب کہ یہ لہریں موجودہ آلات کی سکت سے باہر ہیں۔ جب تک برقی مقناطیسی لہریں دریافت نہیں ہوئی تھیں ان کے ذریعے دنیا بھر میں پیغام رسانی ممکن نہیں تھی۔

پرانے زمانے میں پیغام رساں کبوتروں اور ڈاک کے نظام کے تحت مواصلات کا شعبہ قائم تھا۔ اس وقت کے محققین کے لئے برقی مقناطیسی لہروں کا کوئی تصور نہیں تھا اگرچہ برقی مقناطیسی لہریں ابتدائے آفرینش سے موجود ہیں۔ کائنات کی وسعت لامحدود ہے۔ جب تک دنیا ہے، محققین ایجادات کرتے رہیں گے۔ چناں چہ موجودہ دور کا محقق بھی خیالات کی لہروں سے متعلق اسی طرح خاموش ہے جس طرح کچھ عرصہ پہلے کا محقق برقی مقناطیسی لہروں اور ان کی خصوصیات سے نابلد تھا۔

رسی لچک دار مادے سے بنی ہے۔ رسی کو باقاعدہ وقفوں سے حرکت دی جائے تو اس میں لہریں پیدا

ہوتی ہیں۔ پانی کی سطح پر بھی لہریں پیدا ہوتی ہیں ۔ ٹھوس اور جامد اشیا میں بھی لہریں پیدا ہوتی ہیں جیسے زلزلے یا دھماکے سے پیدا ہونے والی لہریں ۔آواز کی لہریں ہوا، پانی یا ٹھوس مادے میں سفر کرتی ہیں ۔ ایسی تمام لہروں کو سفر کرنے کے لئے کسی واسطے (میڈیم) کی ضرورت ہے۔ محقق کا خیال ہے کہ میڈیم کے بغیر لہروں کا وجود زیر بحث نہیں آسکتا۔ بجلی دریافت ہونے کے بعد آواز کو برقی سگنل کے ذریعے تیز اور طویل فاصلے تک بھیجنے کے تجربات کئے گئے اور بالآخر ٹیلی فون ایجاد ہوا۔

صوتی لہریں ایک سرے سے برقی سگنلوں میں تبدیل ہوکر مخصوص فاصلہ طے کرتے ہوئے دوسرے سرے پر دوبارہ صوتی لہروں میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔

مرئی روشنی جو برقی مقناطیسی لہروں کی ایک قسم ہے، کے ذریعے آواز کو تار کے بغیر دور تک بھیجنے کے لئے محققین نے تجربات کئے اور فوٹو فون نامی آلہ ایجاد کیا۔ اس آلے میں آواز کو پہلے برقی سگنل میں تبدیل کیا جاتا تھا جس سے لچک دار مادے سے بنے آئینے میں ارتعاش پیدا ہوتا تھا۔ آئینہ ارتعاش کو دور ایک اور آئینے میں روشنی کی لہروں میں منعکس کرتا جہاں یہ دوبارہ برقی سگنل اور پھر آواز میں سنا جاتا۔ فوٹو فون کے لئے دھوپ کی موجودگی اور فاصلہ محدود ہونا ضروری تھا تاکہ روشنی رکاوٹ کے بغیر آئینوں کے درمیان سفر کرسکے۔

اس وقت محققین نے اسے اپنی سب سے بڑی ایجاد قرار دیا لیکن صرف دن کے وقت دھوپ میں قابل عمل ہونے اور محدود فاصلے تک کام کرنے بشرطیکہ درمیان میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، کی وجہ سے یہ آلہ بالآخر متروک ہوگیا۔مزید تجربات اور نئی ٹیکنالوجی کی بدولت تقریباً 100 سال بعد فائبر آپٹکس کے ذریعے روشنی کے سگنلوں کو دنیا میں کہیں بھی بھیجنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔

ایک اور محقق نے روشنی کے علاوہ ایک اور قسم کی برقی مقناطیسی لہروں کے ذریعے پیغام رسانی کے تجربات کئے جس کے نتیجے میں ریڈیو ایجاد ہوا۔اس میں آواز کی لہریں برقی سگنلوں اور پھر مخصوص برقی مقناطیسی لہروں میں تبدیل کی جاتی ہیں جنہیں چارج کی گئی مرتعش سطح (ٹرانسمیٹر) سے نشر کیا جاتا ہے۔ یہ نشریات زمین کے بڑے علاقے میں پھیل جاتی ہیں اور کسی بھی مقام پر موجود ریڈیو کا آلہ انہیں قبول کرکے دوبارہ آواز میں تبدیل کردیتا ہے۔

گزشتہ دہائیوں کے تجربات اور نئی تحقیقات کی بدولت 1990ء میں لاسلکی نظام مواصلات میں انقلاب آ گیا۔نیم موصل مادوں کی دریافت اور ان کی افادیت کی بنا پر حجم کے آلات کی صنعت ممکن ہوئی۔ قصہ مختصر کہ آج ہر خاص و عام کے ہاتھ میں ایک آلہ

ہے جس سے دنیا میں کہیں بھی رابطہ کرنے کے ساتھ ساتھ تصاویر اور آواز بھیجنا ممکن ہے۔ لاسلکی انٹرنیٹ اس میں مزید اضافہ ہے۔ زمین کی فضا میں موبائل فون، انٹرنیٹ، ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ کی لہروں کا اس قدر ہجوم ہے کہ شاید ہی کوئی گوشہ خالی ہو۔

سوال: خشکی، سمندروں، میدانوں، پہاڑوں، ریگستانوں، شہروں، دیہاتوں، ہر کمرے، تہ خانے اور کھلی جگہ پر موبائل فون اور انٹرنیٹ وغیرہ کی غیر مرئی لہریں موجود ہیں اور ہمہ وقت متحرک ہیں۔ کیا درخت، پودے، جانور اور جتنی مخلوقات ہیں، ان لہروں سے متاثر ہوتی ہیں ــــ؟

محقق دلیل دے سکتا ہے کہ ان لہروں کو قبول کرنے والے حساس آلات کے علاوہ یہ کسی پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ لیکن ــــ ہم دیکھتے ہیں کہ خیالات کی لہریں جنہیں سائنس ابھی تک دریافت نہیں کر سکی (مگر ان کے تاثرات کو تسلیم کرتی ہے) وجود رکھتی ہیں اور بظاہر آنکھیں، کان اور ناک نہ رکھنے والے درختوں اور پودوں کو متاثر کرتی ہیں۔ اسی طرز پر مواصلات کی برقی مقناطیسی لہریں بھی تمام اشیا پر اپنے اثرات مرتب کرتی ہیں کیوں کہ یہ اشیا زمینی اسپیس کا حصہ ہیں۔ اس مظہر کو مضمون میں تلاش کریں اور دوبارہ پڑھیں۔

جس طرح فضا میں قدرتی گیسوں کے علاوہ دیگر گیسوں کے داخل ہونے پر فضا آلودہ ہو جاتی ہے اور جان داروں کی صحت کے لئے موزوں نہیں رہتی اسی طرح فضا میں بے تحاشا برقی مقناطیسی لہروں کا ہجوم توانائی کی ایسی آلودگی پیدا کرتا ہے جس سے جسمانی نظام خصوصاً اعصاب کا متاثر ہونا لازم ہے۔

واضح رہے کہ ہوا میں بے ہنگم اور بے ترتیب آوازیں شور کی آلودگی کہلاتی ہیں کیوں کہ شور سے اضمحلال اور بے سکونی پیدا ہوتی ہے۔

لہریں میڈیم یا بظاہر کسی میڈیم کے بغیر سفر کریں، ان کے اندر توانائی کی معین مقدار ہے۔ لہروں کے اندر توانائی ــــ فریکوئنسی کی صورت میں ہے۔

رب ذوالجلال کا فرمان ہے:

''ہر چیز کے لئے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔'' (الرعد:۸)

آیت کے مطابق ہر مخلوق مقداروں کا منفرد اور مخصوص مجموعہ ہے۔ الہامی قانون کی رو سے تمام تخلیقات کی اصل لہر ہے جس کی طول موج یا فریکوئنسی ہر مخلوق کے اعتبار سے معین ہے۔

نکتہ ا: شے کی بنیاد لہر ہے اور شے کے اعتبار سے لہر کی مقداریں معین ہیں۔ لہر کا وصف مسلسل حرکت ہے۔ حرکت میں تسلسل سے لہر کا وجود برقرار رہتا ہے اور وہ مقرر راستوں پر سفر کرتی ہے۔

محققین نے آواز اور برقی مقناطیسی لہروں سے متعلق معلوم کیا ہے کہ یہ اپنے منبع سے شمال، جنوب، مشرق، مغرب، اوپر اور نیچے ایک جیسی مقداروں میں پھیلتی ہیں۔ مثلاً زید لہروں کی جن مقدار سے تخلیق ہوا ہے، وہ زید کے تشخص کے حوالے سے معین ہیں۔ اتنی بڑی کائنات میں یہ لہر صرف زید کے لئے مخصوص ہے۔ لہر ہر سمت ایک طرح پھیلتی ہے اور مسلسل حرکت میں رہتی ہے۔ لہر کا یہ وصف تموج کہلاتا ہے۔ چناں چہ زید کا تموج زید سے پوری کائنات میں مسلسل پھیل رہا ہے۔ ایسا نہ ہو تو کسی کو زید کا خیال نہیں آئے گا۔ زید کو جو خیالات آتے ہیں وہ دیگر اشیا اور مخلوقات کے تموج ہیں۔

نکتہ ۲ : چوں کہ ہر شے لہر ہے جس کا تموج کائنات میں پھیل رہا ہے لہٰذا سب کی اصل ایک ہے اور اسی بنا پر وہ دوسری اشیا سے رشتہ رکھتی ہیں۔ جب ہمیں کائنات کے دور دراز گوشوں سے کوئی خیال آئے تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا اس گوشے سے رشتہ ہے۔ ہم اور وہ گوشہ (ستارہ، سیارہ، آدمی یا کوئی اور مخلوق) دونوں کی بنیاد لہر ہے۔ لہٰذا لہر — لہر کو قبول کر کے تبادلۂ خیال کرتی ہے۔

محترم عظیمی صاحب نے کتاب ''ٹیلی پیتھی'' میں تبادلۂ خیال کے قانون کے بارے میں لکھا ہے کہ،

نہ کہیں سے دور ہیں منزلیں نہ کوئی قریب کی بات ہے جسے چاہے اس کو نواز دے یہ درِ حبیبؐ کی بات ہے جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے ترے حسن سے تری شان تک ہے نگاہ و عقل کا فاصلہ یہ ذرا بعید کا ذکر ہے وہ ذرا قریب کی بات ہے

''خیالات کی منتقلی کا نام زندگی ہے۔ ہم اپنے علاوہ دوسرے فرد کو اس لئے پہچانتے ہیں کہ اس کے تشخص کے خیالات ہمیں منتقل ہو رہے ہیں۔ اگر زید کے خیالات اور خیالات کا مجموعۂ زندگی، بکر کے دماغ کی اسکرین پر نشر نہ ہو تو بکر، زید کو نہیں پہچانتا۔ درخت کی زندگی میں کام کرنے والی وہ لہریں جن کے اوپر درخت کا وجود قائم ہے، اگر آدمی کے اندر منتقل نہ ہوں تو آدمی درخت کو نہیں پہچانے گا۔''

رحمۃ للعالمین حضرت محمدؐ کائنات کے ہر ذرّے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وسائل تقسیم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں آپؐ کو کائنات کی ساخت، تخلیقی اور انتظامی امور کا علم عطا کیا ہے۔

تمام انبیائے کرام اور آخری نبیؐ کے معجزات ظاہر ہونے میں ایک حکمت یہ ہے کہ خواتین و حضرات ان علوم کی جستجو کر کے آدمی کے دائرے سے نکل کر ''احسن تقویم'' کے دائرے میں داخل ہوں۔

جس طرح ظاہری علوم سیکھنے کے لئے قاعدہ پڑھنا ضروری ہے اسی طرح روحانی علوم کا بھی قاعدہ ہے۔ فرق یہ ہے کہ ظاہری علوم میں علم پہلے اور عمل بعد میں ہے—
باطنی علوم میں عمل کے بعد علم ہے۔

قلندر شعور اکیڈمی

مراقبہ ہال فیصل آباد: الٰہی ٹاؤن، گوکھووال ملت روڈ، فیصل آباد، پاکستان۔

041-8766190 0321-6696746

شہد
میں شفا ہے
wild flower
organic
honey
Azeem
Life Sciences
Karachi-Pakistan
عظیمی میڈیکل سٹور
ہول سیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

خواجہ شمس الدین عظیمی

پیراسائیکالوجی سے مسائل کا حل

پیراسائیکالوجی کے تحت دیئے گئے علاج کے لئے اجازت ضروری ہے۔ کوئی صاحب یا صاحبہ اجازت کے بغیر علاج نہ کریں۔ (ادارہ)

زوج — ؟

ن۔ خ: شادی کو کئی برس گزر گئے لیکن میں ماں نہیں بن سکی۔ کیا میں صحیح معنوں میں اپنے شوہر کے موافق نہیں ہوں؟ کیا ایسے میاں بیوی لفظ ''زوج'' کے تحت مطابقت نہیں رکھتے؟ پیراسائیکالوجی میں اس کا علاج ہے؟ آپ میری آخری امید ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا۔ آپ نے تحریر کیا ہے کہ آپ یعنی میں آخری امید ہوں۔ سوچنا یہ ہے کہ یہ جملہ کتنا صحیح ہے اور کس قدر صحیح نہیں ہے۔

بشر اور تمام مخلوقات بتایا جاتا ہے کہ بااختیار ہیں۔

آپ غور کیجئے کہ اختیار کا کیا مطلب ہے؟

آدمی کو سونے اور جاگنے پر اختیار نہیں، کھانے پینے کا محتاج ہے، اماں ابا کے علاوہ وجود ظاہر نہیں ہوتا، سردی کا نعم البدل بظاہر گرمی ہے لیکن جب ہم گرمی کا انتظام کرتے ہیں تو غور کیا جائے کہ وہاں ہماری اختیاری قوت کتنی ہے۔ کیا کسی کو پیدا ہونے پر اختیار ہے؟ تاریخ میں کوئی ایسی مثال ہے کہ ایک فرد ماں باپ کے بغیر پیدا ہوا ہو؟ ہم تکلم کرتے ہیں تو اس بات پر غور نہیں کرتے کہ جو لفظ ادا کریں گے اس کی تصویر پہلے دماغ میں بنتی ہے۔ تصور نہ بنے تو آپ مطلوبہ شے کو دیکھنے پر قدرت نہیں رکھتیں۔ آپ کو ایک شے بہت مرغوب ہے لیکن دماغ میں انفارمیشن کی لہر خیال نہ بنے تو کسی شے کا تصور نہیں بنتا۔ اب جب شے کا تصور نہیں بنتا تو شے دماغ کی اسکرین پر تصویر نہیں بنتی۔ ہم بیمار ہونا نہیں چاہتے لیکن —؟

اللہ تعالیٰ کے انعامات میں آنکھوں کی بڑی اہمیت ہے۔ آنکھ کا تل کسی تصویر کو دماغ کے اندر اسکرین پر ظاہر نہ کرے تو ہم کچھ نہیں دیکھتے۔ بہت اچھی بیٹی! یہ بتایئے کہ اگر دماغ کی اسکرین پر تصویر نہ بنے، کیا کوئی نتیجہ مرتب کر سکتے ہیں سوائے اس کے کہ میکانزم میں تبدیلی آ گئی؟ جب تک وجودِ شے (دیکھنے والی

چیز) کی تصویر نہ بنے، کیا ہم دیکھ سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف بیان فرمائی ہے ـــــ

اللہ ابتدا ہے، وہ انتہا ہے، رب العالمین ظاہر ہے، خالق کائنات باطن ہے۔

اب آپ اپنے مسئلے کا جواب پڑھئے۔

کائنات میں ہر شے ایکویشن پر قائم ہے۔ اگر ولادت سے متعلق شوہر اور بیوی کے اندر اولاد کا فارمولا صحیح نہ ہو (جیسے آپ پانی میں نمک ملا دیں اور شربت کی امید رکھ کر اسے پئیں) تو مقداریں معین نہیں ہوں گی۔ کائنات میں جو کچھ ہے، ہوا، پانی، زمین، رنگ رنگ قسموں کی مٹی اور تمام تخلیقات اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق معین مقداروں پر قائم ہیں۔ آپ نے مسئلہ لکھ دیا لیکن اس ''ضرورت'' یعنی اپنے یا شوہر کے طبی معائنے کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ جواب یہ ہے کہ مقداروں میں یکسانیت نہ ہو تو تیسرا وجود سامنے نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیاں دکھائے، آمین۔

مایوسی کا جال

س۔ن (کراچی): بھانجی پانچ سال سے ذہنی مرض میں مبتلا ہے۔ اللہ نے خوب صورت بنایا ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ والدین میں علیحدگی، والد کی دوسری شادی اور بچوں سے غفلت نے شخصیت پر منفی اثر ڈالا۔ والد سے انسیت کی وجہ سے والدہ ناراض رہتی تھیں۔ اچھے ادارے میں ملازمت ملی۔ ایک روز آفس والے گھر لائے کہ اس کی ذہنی حالت درست نہیں، خود سے باتیں کرتی ہے اور بلاوجہ مسکراتی ہے۔ چند روز میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئی۔ بہن نے عامل حضرات سے رجوع کیا۔ ماہرینِ نفسیات کو دکھایا۔ سب نے کہا کہ شدید ذہنی دباؤ کی وجہ سے بیمار ہوئی ہے۔ طبیعت ٹھیک ہوئی تو میڈیکل کے کورس کے لئے داخلہ لے لیا۔ اب پھر وہی حالت ہے۔ چند دن پہلے مجھے بتایا کہ دوستوں کا رویہ ہمیشہ غیر مناسب رہا، کبھی مخلص دوست نہیں ملے۔ ہر وقت مسکرانے والی بھانجی اب زندگی سے مایوس ہے۔ خودکشی کی کوشش کر چکی ہے۔ وزن بہت بڑھ گیا ہے۔ شادی کی عمر نکل رہی ہے۔ پے در پے صدمات کی وجہ سے اب ڈاکٹر میری بہن کو بھی ادویات لینے کا مشورہ دیتے ہیں۔ بہت امید کے ساتھ مدد کے لئے پکارا ہے۔

جواب: مسئلہ سن کر پریشانی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے اوپر یقین کے ساتھ تفکر کیا تو ذہن کی اسکرین پر کچھ تصویریں بنیں جو الٹی سیدھی آڑھی ترچھی ہیں جیسے اچھے ملائم اور لمبے سیاہ بال آپس میں الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ وجہ سمجھ میں آئی کہ مریضہ کو صدمہ ہوا ہے۔ صدمے سے ذہن ہٹانے کے لئے صحیح دل جوئی نہیں کی گئی۔ نتیجے میں مایوسی پھیل کر جال بن گئی۔ قریبی رشتہ داروں نے حالت سمجھنے کی کوشش نہیں کی

اس لئے نفسیاتی مرض بن گیا اور مرض کا دباؤ دماغ کے cells (خلیات) پر پڑا جو خلیات شعور کو بیلنس رکھنے میں معاون ہیں۔

علاج: پرہیز ــــ غذا میں نمک اور چکنائی نہ ہونے کے برابر کر دیجئے۔ اگر شوگر نہ ہو تو میٹھی چیزیں جس میں چکنائی کم ہو، نسبتاً زیادہ کھلائیے۔

رات کو روپہلی چاندنی میں چھت پر لے جائیے اور مریضہ کے ساتھ چاند کی چاندنی میں بچپن سے متعلق باتیں کیجئے۔ خالص گلاب کا عطر بچی کے صاف ستھرے کپڑوں پر لگائیے۔ کپڑے اچھے پہنانے ہیں۔ مریضہ رات کو گہری نیند سو جائے تو اس کے سر کی طرف کھڑے ہوں اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر تین مرتبہ یہ عبارت پڑھئے:

''اے (نام)! تمہاری صحت اچھی ہے، مایوسی کا جال ختم ہو گیا، تم خوش رہتی ہو۔''

یہ عبارت اتنی آواز سے کہ آنکھ نہ کھلے تین مرتبہ پڑھئے۔ بلا ناغہ 31 دن رات عمل کر کے رپورٹ لکھ کر بھیجئے۔ جو علاج تجویز کیا گیا ہے، وہ بھی لکھئے۔

رنگین کپڑے

ریحانہ سلیم: ایک سال سے بے اختیاری میں سر کے بال کھینچ کر توڑتی رہتی ہوں۔ کوشش کے باوجود خود کو روک نہیں پاتی۔ جب کوشش کی تو ایک ماہ تک روک سکی۔ جتنا پریشان ہوتی ہوں کہ بال توڑنا بند کر دوں، اتنا زیادہ کھینچتی ہوں۔ تقریباً 25 سال سے دل کی دھڑکن اکثر تیز رہتی ہے۔ کھانے کے بعد سانس بہت پھولتا ہے۔ پہلے بچے کی پیدائش پر

ماہنامہ قلندر شعور اکتوبر 2020ء

پیرا سائیکالوجی
(Parapsychology)

اماں کا نام: .... سائل کا نام: ....

تاریخ اور وقت پیدائش: .... تعلیم: .... ازدواجی حیثیت: ....

جاگنے کا دورانیہ: .... سانس کا دورانیہ کتنے سیکنڈ ہے: ....

کھانا پیٹ بھر کے کھاتے ہیں یا بھوک رکھ کر: .... نمک زیادہ پسند ہے یا مٹھاس: ....

خیالات میں حقیقت پسندی ہے یا الوژن: .... دستخط: ....

خط و کتابت کا پتہ: ....

.... رابطہ نمبر: ....

مسئلہ حل ہوگیا تھا۔ تیسرے بچے کے بعد پھر شروع ہوگیا۔ بلڈ پریشر low رہتا ہے۔ پانچ سال قبل ڈاکٹر نے ڈپریشن اور نیند کی دوا تجویز کی۔ چند ماہ قبل دوا لینا چھوڑ دی لیکن نیند کی وجہ سے دوبارہ لینا پڑی۔

جواب: اس الجھن کے کئی علاج ہیں۔

۱۔ سر پر استرا پھروا کر کالا کپڑا باندھ لیجئے۔

۲۔ رات کو چھت پر چلی جایئے یا ایسی جگہ بیٹھئے جہاں سے آسمان پر جھل مل تارے نظر آئیں۔ ان ستاروں میں کسی ایک ستارے کو پلک جھپکائے بغیر دیکھئے۔ پلک جھپک جائے، دوبارہ دیکھئے۔ یہ عمل تقریباً نو سے 10 منٹ کیجئے۔

۳۔ روزانہ غسل کیجئے اور رنگین کپڑے پہننا چھوڑ دیجئے۔ صاف ستھرا عمدہ سفید لباس پہنئے۔

۴۔ کوشش کیجئے کہ دن میں نہ سوئیں۔ پانی زیادہ پیجئے، ٹہلنے کا پروگرام بنایئے۔ معالج سے مشورہ کر کے صبح و شام کافی پی سکتی ہیں۔

قد میں اضافہ

طلال احمد (اٹک): میری عمر 16 سال اور قد پانچ فٹ ہے۔ دو سال سے قد نہیں بڑھ رہا۔ براہِ مہربانی قد لمبا کرنے کا طریقہ بتایئے۔

جواب: بزرگ بتاتے ہیں کہ 23 سال تک قد بڑھتا ہے۔ آپ gym میں داخلہ لیجئے۔ Gym میں دیگر ورزشوں کے علاوہ لٹکنے کا عمل بہت مفید ہے۔ سوتے وقت خیال رکھئے کہ سر نیچے اور پیر اوپر ہوں اتنے زیادہ نہیں کہ جسم تکلیف محسوس کرے۔

طالب علم نے تصوف کے اسکول میں داخلہ لیا۔ بتایا گیا کہ جو گزر چکا اور جو درپیش ہے، اس کی فکر کے بجائے جو وقت گزر رہا ہے، ذہن اس پر مرکوز رکھو — گزرا ہوا اور آنے والا وقت پریشانی سے محفوظ ہوجائے گا۔ طالب علم نے حال میں رہنے کی پانچ سال مشق کی۔

سوچا کہ اب میں دوسروں کو تعلیم دے سکتا ہوں۔

اسی شہر میں معروف درویش رہتے تھے۔ وہ ان سے ملنے گیا۔ اس روز بارش ہو رہی تھی۔

مکتب میں داخل ہو کر ایک طرف جوتے اتارے اور چھتری رکھی، اور کمرے کی جانب بڑھا۔

درویش نے پوچھا، جوتے اور چھتری ڈیوڑھی میں چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کیا کہ جی ہاں۔

پوچھا، چھتری جوتے کے دائیں جانب لٹکائی یا بائیں جانب؟

وہ جواب نہیں دے سکا اور سمجھ گیا کہ وہ ابھی تک آگہی کے اعلیٰ درجے پر نہیں پہنچا۔

سمندر شعور کا پھیلاؤ ہے

جو پھول بکھر گیا اس میں کوئی حقیقت ایسی موجود ہے جو پھول کے ریزہ ریزہ ہونے کے ساتھ ختم نہیں ہوتی بلکہ مٹی میں سے نیا پھول پیدا کرتی ہے۔

ظاہری مناظر حسین ہیں لیکن حسن ظاہر تک محدود نہیں۔ شاعر اور ادیب حسن کو بیان کرتے ہیں تو بیان کردہ اوصاف میں مناظر کے ظاہری رخ کا غلبہ ہوتا ہے۔ ان کے نقطۂ نظر سے کسی سبزہ زار کا مخملیں فرش، ہوا کے ٹھنڈے جھونکے، آبِ رواں کی لرزشیں، سنہرے افق پر آفتاب کا غروب ہونا اور تاریکی میں چاند کی ضوفشانی، ستاروں کی چمک دمک، پرندوں کی نغمہ ریزی، بلبل و صیاد کی داستان، قصۂ زلف کے پیچ و تاب، پروانے کا شمع کے عشق میں مرمٹنا وغیرہ خوب صورتی کی مثالیں ہیں۔ وہ ایک مظہر کے فطری خواص کو دوسرے مظہر کے ساتھ استعارتاً منسلک کرنے کو تخیلِ حسن کا کمال کہتے ہیں۔

حسن کو دیکھنے کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ اجمالی

۲۔ تفصیلی

ظاہر تک محدود رہنے والے کا تصورِ حسن اجمالی ہوتا ہے جب کہ باطن میں سفر کرنے والے کا تصور تفصیلی ہے۔ پہلا آدمی کسی مظہر کا مطالعہ مجموعی اور اجمالی حیثیت میں کرتا ہے، مناظر کے خدوخال اور رنگ و روپ کے اجتماعی تاثر کو دیکھتا ہے، سوچ سطحی ہوتی ہے۔ وہ جاننے کی کوشش نہیں کرتا کہ یہ کس شے کی سطح ہے۔

باطنی علوم کا شوق رکھنے والا فرد خدوخال کے ساتھ مظہر کے ہر جز پر تفکر کر کے اجزا میں باہمی ربط تلاش کرتا ہے۔ وہ تلاش کرتا ہے کہ میں جس سطح کو دیکھ رہا ہوں یہ کس شے کے اوپر غلاف ہے۔ تخلیقی فارمولوں کی کتاب قرآن کریم میں غلاف، شے اور علمِ شے کا قانون بیان ہے۔

''اور نہیں نکلتا کوئی پھل اپنے غلافوں سے اور نہ حاملہ ہوتی ہے کوئی مادہ اور نہ بچہ جنتی ہے اس کے علم کے بغیر۔'' (حٰمٓ السجدۃ: ۴۷)

ہر تخلیق ایک پھل ہے اور ہر پھل غلاف میں لپٹا

ہوا ہے۔ غلاف سے، اندر موجود پھل کی حفاظت ہوتی ہے اور یہی غلاف پھل کی ظاہری پہچان ہے۔ پھل شے ہے، اس کی مقداریں، پیدائش اور افزائش کا طریق کار یعنی علمِ شے، اللہ کے علم میں ہے۔

ظاہر سے حاصل ہونے والی خوشی دیرپا نہیں۔ پھول کے رنگ دلکش اور خوش بو فرحت بخش ہوتی ہے۔ پھول مرجھاتا ہے تو رنگ غائب ہوجاتے ہیں اور خوش بو اڑ جاتی ہے۔ مرجھائے پھولوں کو دیکھ کر تازگی کا احساس نہیں ہوتا۔ پھول کے ظاہری رخ سے ملنے والی خوشی عارضی ہے۔

اولی الالباب ہستیاں ظاہری حسن پر اکتفا نہیں کرتیں۔ وہ حسنِ حقیقت اور حقیقتِ حسن تلاش کرتی ہیں۔ قوتِ ادراک سے مدد لے کر ''کیا، کیسے، کہاں اور کیوں'' کے سوال قائم کرتی ہیں۔ جیسے،

- پھول کیا ہے؟
- سخت تنے سے نرم پھول کیسے نکلتا ہے؟
- خوش بو کہاں سے آتی ہے، کہاں چلی جاتی ہے؟
- رنگ کہاں سے آتے ہیں، کہاں چھپ جاتے ہیں؟
- ایک پودے کے سارے پھولوں کی خوش بو ایک کیوں نہیں ہوتی؟
- کیا پھول کا کوئی فارمولا ہے؟
- وہ فارمولا کیا ہے؟
- بیج کو فارمولے کا علم کس نے دیا؟

بیج ایک فارمولا ہے۔ اس میں تنا، پتے، پھول، پھل، پودے کی رگوں میں دوڑنے والا نظام سب بیج کے ذیلی فارمولے ہیں۔ چوں کہ ان سارے فارمولوں کی بنیاد بیج (پودا) ہے اور بیج کی بنیاد زمین ہے اور یہ دونوں باشعور مخلوق ہیں اس لئے زمین اور بیج کو ان فارمولوں کا علم ہے۔ اگر کسی مخلوق کو اپنے فارمولے کا علم نہ ہو تو اس کے پاس شعور ہے لیکن وہ باشعور نہیں۔ باطن میں تفکر اور تلاش سے سوالوں کے جواب ملتے ہیں — احساسِ حسن کے ساتھ حقیقتِ حسن کا علم حاصل ہوتا ہے۔

اجمالی خوب صورتی کی اہمیت اپنی جگہ ہے کہ تخلیق کو یہ حسن اللہ نے عطا کیا ہے۔ ساتھ ہی اللہ نے متوجہ کیا ہے کہ میری نشانیوں اور تخلیقات پر غور کرو۔ دیکھو کہ کون سی چیز گھٹتی، بڑھتی اور غائب ہوتی ہے اور تخلیق کا کون سا رخ گھٹنے بڑھنے کی صفات سے ماورا ہے۔

پھول وقت گزرنے کے ساتھ مرجھائے تو اس کی خوب صورتی، رنگ اور خوش بو الوژن ہے۔ پھول مٹی سے نکلتا ہے اور مٹی میں مل کر مٹی ہوجاتا ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ اسی مٹی سے نیا پھول کھلتا ہے اور اپنے قدرتی سائیکل کو دہراتا ہے۔ جو پھول بکھر گیا اس میں کوئی حقیقت ایسی موجود ہے جو پھول کے ریزہ ریزہ

ہونے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتی بلکہ مٹی میں سے نیا پھول پیدا کرتی ہے۔

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ان کو سوتوں اور چشموں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کیا۔ پھر اس پانی کے ذریعے سے وہ طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قسمیں مختلف ہیں۔ پھر وہ کھیتیاں پک کر سوکھ جاتی ہیں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئیں۔ آخر کار اللہ ان کو بھس بنا دیتا ہے۔ درحقیقت اس میں سبق ہے عقل والوں کے لئے۔'' (الزمر: ۲۱)

خالقِ کائنات نے گھٹنے بڑھنے کو illusion قرار دیا ہے جب کہ حقیقت ـــ حقیقت ہے۔

''وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ علیم ہے۔'' (الحدید:۳)

ہر شے کے دو رخ ہیں۔ ایک رخ میں گھٹنا بڑھنا اور گھٹنا ہے جب کہ دوسرا رخ بتاتا ہے کہ گھٹنے بڑھنے کا عمل تغیر (الوژن) ہے۔ جب سمندر کے ایک قطرے میں سمندر کے سارے خواص ہیں پھر میلوں پھیلے ہوئے سمندر کی موجودگی کیا ہوئی ــــ ؟ لاشعور راہ نمائی کرتا ہے کہ سمندر شعور کا پھیلاؤ ہے۔

بت پرست معاشرے میں ایک مقرب بارگاہ روشن ضمیر ہستی حضرت ابراہیمؑ نے اس طرزِ پرستش کو قبول نہیں کیا اور حقیقت تلاش کی۔

''جب رات کی تاریکی چھا گئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھا۔ کہا، یہ میرا رب ہے۔ جب ستارہ غائب ہوگیا تو کہا کہ میں غائب ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ پھر چمکتا ہوا چاند دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے۔ جب وہ غائب ہوگیا تو کہا، اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دے تو میں بھٹکنے والوں میں ہو جاؤں۔ پھر اس نے جگمگاتا ہوا سورج دیکھا تو کہا، یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے۔ جب سورج غائب ہوگیا تو کہا، اے میری قوم! بے شک میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک کرتے ہو۔ بے شک میں نے اپنا چہرہ موڑ لیا اس کی طرف جس نے زمین اور آسمان بنائے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔''

(الانعام: ۷۶۔۷۹)

مخلوق کے دو رخ ہیں جن کے غالب مغلوب ہونے سے شعوری نظام میں تسلسل قائم رہتا ہے۔ یوم ایک اسپیس ہے جس کا ایک رخ رات اور دوسرا دن ہے۔ رات دن بن جاتا ہے اور دن رات بن جاتی ہے۔ جس تخلیق پر دوسری تخلیق غالب آجائے وہ الوژن ہے۔ چاند سورج پر اور سورج چاند پر غالب آجاتا ہے۔ چاند دن کے وقت موجود ہوتا ہے لیکن سورج کی روشنی میں نظر نہیں آتا۔ رات کو سورج موجود ہوتا ہے مگر زمین کے جس حصے کی روشنی سورج پر منعکس نہیں ہوتی، اس حصے پر اندھیرا ہو جاتا ہے۔

آسمان کوستاروں اور سیاروں سے زینت عطا کی گئی ہے۔ہم ان کو دیکھتے ہیں اور انجانی دنیا کے تصور میں کھو جاتے ہیں۔ وہ دنیا کیسی ہے، ہمیں نہیں معلوم۔ وہاں کون رہتا ہے، ہم نہیں جانتے۔ آسمانی دنیا کے بارے میں ہماری باتیں مبالغہ آرائی ہیں۔

کہانیوں، ناولوں، افسانوں اور شاعری میں چاند ستاروں کا ذکر ہوتا ہے مگر پڑھنے اور لکھنے والوں کا علم ستاروں کی چمک دمک اور اِن سے آسمان کے حسن تک محدود ہے۔ ظاہری نگاہ ستاروں کو اپنی سمجھ سے دیکھتی ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ ہم ستاروں کے بجائے ستاروں کی روشنی کا عکس دیکھتے ہیں۔ ستارے آسمانی دنیا کی مخلوق ہیں۔ ان کو اصل ہیئت میں نہ دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم زمین کے باسی ہیں اور آسمانی دنیا میں داخل ہونے کے لئے ہمیں پہلے زمین کے ثقل کو مغلوب کرنا ہوگا۔

اولی الالباب خواتین وحضرات ستاروں کو ستاروں کی نظر سے دیکھتے ہیں یعنی ان کے تخلیقی فارمولے سے واقف ہو جاتے ہیں۔ شعور وسیع ہونے سے عام فرد کے لئے ''لاکھوں میل دور ستارہ'' صاحبِ مشاہدہ ہستیوں کو قریب نظر آتا ہے۔

''اور وہ اللہ ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔'' (الانبیآء: ۳۳)

چاند، سورج، ستاروں، سیاروں اور دیگر اجرامِ فلکی کے تخلیقی فارمولے سے واقف ہونے کے لئے اس آیت پر تفکر کیا جائے تو ''تیرنے'' کا عمل ذہن کے بند دریچے کھولتا ہے۔ کل فی فلک یسبحون — سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔ سبح کے معنی تیرنے، پانی یا ہوا میں تیزی سے گزرنے کے ہیں۔ قرآن کریم میں اس سے مشابہ کیفیت پہاڑوں کی بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''تم پہاڑوں کو قیاس کی نظر سے دیکھتے ہو اور گمان کرتے ہو یہ جمے ہوئے ہیں، یہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔'' (النمل: ۸۸)

مچھلی کے تیرنے اور پرندے کے اڑنے کی کیفیت پر غور کریں۔ پانی میں جو عمل تیرنا کہلاتا ہے، فضا میں اسی عمل کو اڑنا کہتے ہیں۔

''سبح'' ایک لفظ ہے مگر اس سے کئی قوانین اور فارمولے منسلک ہیں۔

زندگی ظاہر و باطن دونوں میں گزرتی ہے۔ ظاہر میں گزرا ہوا وقت منظر بدلنے کے ساتھ بدل جاتا ہے، باطن میں وقت کی تقسیم نہیں ہے — وقت ازل سے ابد تک محیط ہے۔ سیاروں کی گردش پر حفیظؔ جالندھری کی نظم پڑھئے۔

فلک پہ ایک کارواں کہاں سے آ گیا کہاں
کہیں صدائے پا نہیں جرس نہیں درا نہیں
مسافرانِ شب مگر تھکن سے چور ہو گئے
نہ ختم ہو سکا سفر تو چلتے چلتے سو گئے
یہ انجمن کی انجمن
ہے خامشی میں غوطہ زن
سر و داس کی خامشی سفر نصیب زندگی
فلک پہ ایک کارواں کہاں سے آ گیا کہاں

علم سب کی میراث ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں۔ باریک بین نگاہ چاہے محقق کی ہو، شاعر کی ہو، مصور کی ہو یا کسی عام فرد کی — اگر گہرائی میں اتر جائے تو حقائق سامنے آتے ہیں۔

ے ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا
ے محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے، پردہ ہے ساز کا

مصور پیمائش (مقدار) کے بغیر تصویر نہیں بنا سکتا۔ اس کا علم ظاہر تک محدود ہے۔ وہ ظاہری پیمائشوں سے کام لیتا ہے۔ اسے سوچنا چاہئے کہ مقداریں کیا ہیں، پیمائش میں معمولی تبدیلی سے خد و خال کیوں بدل جاتے ہیں؟ مصور کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ میں بھی کسی کی بنائی ہوئی تصویر ہوں، میری مقداریں کیا ہیں — ؟ اگر وہ یہ سب نہیں سوچتا تو وہ مصور تو ہے لیکن اس کا علم ادھورا ہے کیوں کہ طرح طرح کے عکس بنانے کے باوجود وہ اپنی تصویر کی مقداروں سے غافل ہے۔ احسن الخالقین اللہ کا ارشاد ہے:

”وہی ہے جو رحموں میں تمہاری صورتیں جیسی چاہتا ہے، بناتا ہے۔“ (اٰل عمرٰن : ۶)

حاصل تحریر: باطن، ظاہری دنیا سے زیادہ حسین ہے کیوں کہ حقیقتِ حسن یہ ہے کہ شے گھٹنے بڑھنے کے بجائے جس تناسب میں پیدا کی گئی ہے، ویسی نظر آئے۔ زندگی باطن سے ظاہر میں آتی ہے۔ ظاہر میں گزرا ہوا وقت باطن تک رسائی نہ دے تو یہ زندگی کا ضیاع ہے۔ فرد نے فریب نظر میں زندگی گزاری لہٰذا دنیاوی لحاظ سے عالم فاضل (Ph.D.) ہونے کے باوجود اس کا علم حقیقت سے دور ہے۔

دو افراد کے درمیان بحث ہوگئی۔ پہلے نے فضا میں لہراتے جھنڈے کو دیکھ کر کہا کہ جھنڈا حرکت میں ہے۔ دوسرا بولا، ہوا جھنڈے کو ہلا رہی ہے۔ وہاں سے گزرنے والے فرد نے دونوں کو بحث کرتے دیکھا تو کہا، ہوا حرکت میں ہے نہ جھنڈا ہل رہا ہے — یہ ذہن ہے جو حرکت کر رہا ہے۔

قارئین! خط کشیدہ جملے کو غور سے پڑھیں اور اس سلسلے میں اپنی رائے لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔

قناعت اختیار کرلو ــــ غنی ہو جاؤ گے

رسول اللہؐ سے ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! دین و دنیا کی بہتری کے لئے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا، کیا پوچھنا چاہتے ہو ــــ؟

عرض کیا، چاہتا ہوں کہ میرے علم میں اضافہ ہو۔ فرمایا، تقویٰ کے مفہوم سے واقف ہو جاؤ۔

عرض کیا، چاہتا ہوں کہ میں سب سے زیادہ غنی ہو جاؤں۔ فرمایا، قناعت اختیار کرلو، غنی ہو جاؤ گے۔

عرض کیا، چاہتا ہوں کہ میں اچھا بن جاؤں۔ فرمایا، لوگوں سے اچھائی کرو، اچھے بن جاؤ گے۔

عرض کیا، چاہتا ہوں کہ ہمیشہ انصاف کروں۔ فرمایا، دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے چاہتے ہو۔

عرض کیا، چاہتا ہوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے۔ فرمایا، اپنا اخلاق اچھا کرلو، ایمان کامل ہو جائے گا۔

عرض کیا، چاہتا ہوں کہ روز قیامت نور کے سائے میں اٹھوں۔ فرمایا، کسی پر ظلم مت کرنا۔

عرض کیا، چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ پر رحم فرمائے۔ فرمایا، اپنی جان اور اللہ کی مخلوق پر رحم کرو۔

عرض کیا، چاہتا ہوں میرے گناہ کم ہو جائیں۔ فرمایا، کثرت کے ساتھ استغفار کیا کرو۔

عرض کیا، چاہتا ہوں کہ رزق میں وسعت ہو۔ فرمایا، طہارت پر رہو۔ رزق میں وسعت پیدا ہو جائے گی۔

عرض کیا، چاہتا ہوں کہ اللہ کے غضب سے بچوں۔ فرمایا، کسی پر غضب نہ کرو تو غضب سے محفوظ رہو گے۔

عرض کیا، چاہتا ہوں کہ اللہ اور رسول اللہؐ کے دوستوں میں سے ہو جاؤں۔

فرمایا، جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ کو محبت ہے، اس سے محبت رکھو۔ اور جس سے اللہ اور رسول اللہؐ نے منع فرمایا ہے اس سے دور رہو ــــ اللہ اور اس کے رسولؐ کے دوستوں میں سے ہو جاؤ گے۔

زاہدہ تبسم

صفائی نصف ایمان ہے

''جہانِ رنگ و بو میں جدھر دیکھیں، اس خاک سے جو بھی آرزو ہویدا ہوتی ہے وہ یا تو نورِ مصطفیٰؐ سے چمک رہی ہے یا ابھی تک مصطفیٰؐ کی تلاش میں ہے۔''

تمام جہانوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ نے محبت سے کائنات تخلیق کی ہے جس میں ہر شے خالق کی صفات کا عکس ہے اور ہر عکس رنگ رنگ لہروں کا مظہر ہے۔ ہر جان دار کی ساخت میں معین مقداریں، مقداروں میں ترتیب، ترتیب میں حسن، حسن میں پاکیزگی اور پاکیزگی میں خالقِ کبریائی کا اظہار ہے۔ نازک اندام پھول، کھردری ٹہنیاں، حفاظت سے بند بیج، بیج میں چھپا ریکارڈ، ریکارڈ میں قسم قسم کی صفات اور صفات سے ہر مخلوق کی پہچان ہے۔

آسمان پر پہاڑوں کی طرح بادل، زمین پر بادلوں کی طرح پہاڑ، پہاڑوں میں معدنیات، معدنیات میں بیش بہا خزینے، خزینوں میں ترقی کے اسرار، اسرار میں حکمت، حکمت جیسے سمندر، سمندر کی لہروں میں سکون، سکون میں اضطراب، اضطراب میں جدائی، جدائی میں فراق اور فراق میں وصال، خشکی و آب کی خوش رنگ مخلوقات، آسمان پر سلیقے سے سجے ستارے کائنات میں حسنِ انتظام کی چند مثالیں ہیں۔

زمین سے آسمان تک اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مطالعہ کریں، آسمانی دنیاؤں کے رنگ رنگ نقشے نظر آئیں گے۔ فطرت میں ترتیب اور نظم وضبط ہے، ہم آہنگی ہے اور توازن ہے، پاکیزگی اور لطافت ہے، صحت اور سلامتی ہے۔

کائنات زرخیز باغ ہے۔ اللہ اس باغ کو سرسبز اور شفاف دیکھنا چاہتے ہیں۔ کائناتی باغ میں احسن تخلیق ''انسان'' ہے جو ظاہری و باطنی صفات میں مخلوقات سے افضل ہے۔ کائنات کی دلکشی انسان کے باطن میں پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان اس خوب صورتی کو دریافت کرے۔

''اللہ خوب صورت ہے اور خوب صورتی کو پسند کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

نوعِ انسان میں افضل مقام انبیائے کرام کا ہے

جن کا پیغام ہے کہ اللہ سے تعلق مکمل طرزِ زندگی ہے۔ انبیائے کرام کے سردار حضرت محمدؐ ــــ اللہ کے محبوب ہیں۔ محبوب رب العالمینؐ کی تعلیمات ہیں کہ جب زندگی اللہ کی مرضی اور محبت میں گزرتی ہے تو عبادت ہے۔ یہی اصل تہذیب اور یہی تمدن ہے۔

مہذب افراد سے مہذب قومیں بنتی ہیں۔ قومیں افراد کی کردار سازی سے عروج پاتی ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

''جب اس نے تمہاری تسکین کے لئے اپنی طرف سے تم پر نیند غالب کردی اور تم پر آسمان سے پانی برسایا تاکہ تم کو اس سے پاک کردے اور شیطانی نجاست کو تم سے دور کردے اور اس لئے بھی کہ تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور اس سے تمہارے پاؤں جمائے رکھے۔'' (الانفال: ۱۱)

حضرت محمدؐ نے عملی زندگی میں تہذیب وتمدن کی شان دار مثالیں پیش کی ہیں۔ آدابِ زندگی کا کوئی گوشہ سرکارِ دو عالمؐ کی راہ نمائی سے محروم نہیں۔ عمل کی نیت کے ساتھ حیات طیبہؐ کا مطالعہ کرنے سے رہن سہن کے لئے روشن نکات سامنے آتے ہیں۔

★ فطرت کے اصولوں کی پیروی کریں تاکہ زندگی میں آسانیاں پیدا ہوں۔
★ ہر کام عمدگی اور سلیقے سے کیا جائے۔
★ طرزِ زندگی شائستہ اور لباس صاف ستھرا ہو۔
★ نشست و برخاست میں وقار ہو۔
★ نمود و نمائش سے پرہیز کیا جائے۔
★ اچھی صحت سے عبادت میں یکسوئی ہوتی ہے۔
★ ماحول صاف رکھیں۔ صفائی نصف ایمان ہے۔
★ اللہ کی قربت کے لئے باطن میں تفکر کریں۔

ہر مذہب نے فطرت کے مطابق طہارت کا تصور پیش کیا ہے جو اچھی صحت کا ضامن ہے۔ جسم اور لباس صاف رکھنا اور رہن سہن میں صفائی کا خیال، تہذیب کے بنیادی تقاضے ہیں۔ خود کو سنوارنا اور خوش بو لگانا، نفاست اور پاکیزگی کے آداب ہیں۔ پیغمبرانہ تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے فرد میں کشش و جاذبیت پیدا ہوتی ہے اور باطن ظاہر ہوجاتا ہے۔

''اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو بدی سے باز رہیں اور پاکیزگی اختیار کریں۔'' (البقرۃ: ۲۲۲)

میزبان رسولؐ ــــ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے،

''ایک شخص رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آسمان کی خبریں معلوم کرنا چاہیں۔ آپؐ نے فرمایا، تم میں ایک شخص آتا ہے اور آسمانوں کی خبریں دریافت کرتا ہے مگر اس کو اپنے سامنے کی چیزیں نظر نہیں آتیں۔ یعنی اس کے ناخن پرندوں کے پنجوں کی طرح بڑھے ہوئے ہوتے ہیں جن میں ہر طرح کا میل کچیل بھرا ہوتا ہے۔''

موجودہ دور میں انسانی صحت میں بہتری کے لئے

صحت و صفائی کے جو ضوابط مقرر کئے گئے ہیں ان سے کہیں بڑھ کر رسول پاکؐ کے وسیلے سے راہ نما اصول ہم تک پہنچے ہیں۔آپؐ نے روزمرہ زندگی کی بظاہر معمولی سمجھی جانے والی باتوں پر بھی توجہ فرمائی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

''ایک آدمی گردوغبار سے اٹا ہوا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے۔آپؐ نے فرمایا، کیا اس آدمی کے پاس کنگھا نہیں جس سے یہ اپنے بال درست کر لیتا ؟ پھر ایک آدمی کو دیکھا جس نے میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔آپؐ نے فرمایا، کیا اس آدمی کے پاس اتنا بھی نہیں کہ اپنے کپڑے دھو لیتا؟''

اچھی صحت کے لئے دانتوں کی صفائی کی بہت اہمیت ہے ۔ جب دانت صاف نہیں ہوتے تو ان کے تعفن سے دانتوں کی بیماریوں کے علاوہ کئی دوسری بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

''رسول اللہؐ کے پاس کچھ لوگ آئے جن کے دانت صاف نہیں تھے۔آپؐ کی نظر پڑی تو فرمایا، تمہارے دانت پیلے کیوں ہیں؟ مسواک کیا کرو۔''

خاتم النبیین حضرت محمدؐ کے ارشادات گرامی کی تفہیم ذہن میں آتی ہے کہ سادگی اور انکساری کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم جسمانی پاکیزگی اور ماحول کی صفائی سے بے نیاز ہو جائیں۔حضور پاکؐ انتہائی نفیس طبیعت کے حامل ہیں اور ذہن و دل کے ساتھ رہن سہن میں پاکیزگی پسند فرماتے ہیں۔

نورِ کائنات — حسنِ کائنات — حضور پاکؐ کے معمولات بتاتے ہیں کہ صاف ستھرا رہنا مستحسن عمل ہے۔اجلے کپڑے، خوش بو کا استعمال، بالوں کی تراش خراش کا خیال زینت کے لئے ضروری ہے۔

رسول پاکؐ کے پاس عطر دان کا اہتمام تھا جس میں بہترین خوش بو ہوتی تھی۔مشک اور عود کی خوش بو سب سے زیادہ پسند تھی۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

''میں نے کوئی عنبر اور کوئی مشک اور کوئی خوش بو دار چیز رسول اللہؐ کی مہک سے زیادہ خوش بو دار ہرگز نہیں دیکھی۔آپؐ جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن اس شخص کو مصافحہ کی خوش بو آتی اور جب کبھی کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھتے تو وہ خوش بو کے سبب دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا۔آپؐ جب کسی راستے سے گزرتے اور کوئی شخص تلاش میں جاتا تو وہ خوش بو سے پہچان لیتا کہ آپؐ اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ خوش بو آپؐ کے جسمِ اطہر کی تھی۔''

نبی کریمؐ کو سفید رنگ پسند تھا۔صاف ستھرا لباس پہنتے تھے۔شاہانہ انداز سے گریز فرماتے۔اہمیت اس بات کی تھی کہ لباس پُر وقار اور پاک ہو۔غسل کا باقاعدہ اہتمام فرمانا اور وضو کر کے سونا عبادات میں

شامل تھا۔ نبی پاکؐ نے گلیوں، محلوں اور راستوں کو صاف ستھرا رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

صحت و صفائی کے اصول ایک فرد تک محدود نہیں، ان کا اثر معاشرت، اقدار، تہذیب، معیشت، ثقافت اور پوری زندگی پر مرتب ہوتا ہے۔

اس وقت بحیثیت قوم ہمارا طرزِ عمل کیا ہے؟

خاکروب کو سو دو سو روپے دینے کے بجائے گھر سے باہر یا میدان میں کچرا پھینکنا، دیواروں پر جالے، فرنیچروں کے پیچھے دھول مٹی کا ڈھیر، چکنے برتن، آلودہ پانی، آلودہ ذہن، آلودہ جسم، عوامی مقامات پر بیت الخلا کی حالت، کھلے مین ہول، گلی محلوں میں صفائی نہ ہونا، وال چاکنگ اور ایسی بہت سی انفرادی و اجتماعی عادتیں جن کا تفصیلی ذکر مناسب نہیں، ہمارا طرزِ عمل بن گیا ہے۔

عالمی ادارۂ صحت (WHO) کی 2014ء کی رپورٹ کے مطابق ہر سال 58 فی صد اموات کی وجہ آلودہ پانی اور غیر صحت مند ماحول ہے۔

محققین نے ثابت کیا ہے کہ پھلوں اور سبزیوں کے چھلکوں پر مشتمل کچرے سے بیکٹیریا کی بڑی تعداد فضا میں شامل ہوتی ہے جو ماحول میں موجود کھانے پینے کی اشیا کو متاثر کرکے ہمارے لئے بیماریوں کا سبب بن رہی ہے۔ اس کے علاوہ پانی اور ہوا میں وائرس اور بیکٹیریا بیماریوں بالخصوص نظامِ تنفس (سانس لینے کا نظام) سے متعلق امراض (نزلہ زکام، کھانسی اور دمہ وغیرہ) کا باعث بنتے ہیں۔

طبّی ماہرین کہتے ہیں کہ باقاعدگی سے ہاتھ منہ دھونے اور دانتوں کی صفائی سے معدہ، جگر، آنتوں اور پھیپھڑوں کی بہت سی خرابیوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ اس کا بہترین طریقہ باوضو رہنا ہے۔

علمِ نفسیات کے مطابق ڈپریشن کا شکار لوگوں میں صفائی ستھرائی کا اہتمام کم سے کم ہوتا ہے۔ سستی و کاہلی بڑھتی ہے اور بیماریاں لاحق ہونے کا وہم ذہن میں جگہ بنالیتا ہے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ ماحول کو صاف رکھنا، بڑے چیلنجوں سے مقابلہ کرنا سکھاتا ہے۔ دوسری طرف یہ مشاہدہ بھی ہے کہ کام یاب لوگ خوش مزاج، خوش لباس اور نفاست پسند ہوتے ہیں۔ ایک تحقیق بتاتی ہے کہ پُرسکون شخص کی پہچان ہے کہ وہ صبح اپنا بستر درست کرتا ہے، کمرے کی ترتیب اور صفائی کا خیال رکھتا ہے۔

گھر کی تزئین و آرائش مکینوں کے ذوق کی آئینہ دار ہے۔ سادگی اور نفاست کا خوب صورت امتزاج ذہن کو لطیف کرتا ہے۔ بعض گھروں میں قیمتی اشیا سے سجاوٹ کو اہمیت دی جاتی ہے لیکن گھر میں جگہ جگہ جالے نظر آتے ہیں۔ اشیا کی بھرمار ہوتی ہے۔

دوسری طرف سلیقے اور قرینے سے آراستہ کئے گئے

گھروں میں سکون محسوس ہوتا ہے۔ایسے ماحول میں بچے پاکیزہ اور ذہن منظّم ہوتا ہے۔

خاتم المرسلینؐ کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو:

''اللہ پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے، سخی ہے اور سخاوت کو محبوب رکھتا ہے، فیاض ہے اور فیاضی پسند فرماتا ہے۔لہٰذا تم اپنے گھروں کے صحن کو بھی صاف ستھرا رکھو۔'' (ترمذی)

صفائی اور اشیا کو منظّم رکھنے کی عادت جسمانی اور ذہنی صحت پر اثر انداز ہوتی ہے۔وہ گھر جہاں ان باتوں کا خیال نہیں رکھا جاتا، وہاں رہنے والے افراد میں ذہنی دباؤ سے متعلق ہارمون کارٹی سون بڑھ جاتا ہے۔ نتیجے میں وہ ڈپریشن اور غیرضروری تھکاوٹ کا شکار رہتے ہیں۔جسم کے ساتھ ذہن کی صفائی بہت ضروری ہے۔ذہنی ترتیب و تنظیم کا نام فہم و فراست ہے۔

حضرت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

ہر کجا بینی جہاں رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا زنور مصطفیؐ او را بہا است
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیؐ است

ترجمہ: جہانِ رنگ و بو میں جدھر دیکھیں، اس خاک سے جو بھی آرزو ہویدا ہوتی ہے وہ یا تو نورِ مصطفیؐ سے چمک رہی ہے یا ابھی تک مصطفیؐ کی تلاش میں ہے۔

صبح بستر درست کر کے اٹھنے والے لوگ، ان لوگوں کے مقابلے میں کئی درجے بہتر صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں اور رات کو اچھی نیند سوتے ہیں جو لوگ کمرے میں بکھری ہوئی اشیا نہیں سمیٹتے اور دن کا آغاز افراتفری سے کرتے ہیں۔

افراتفری کی وجہ نظم وضبط نہ ہونا ہے۔

طیب و مطیب ہستی حضرت محمدؐ کی تعلیمات سے ہر فرد کو منظّم اور شائستہ زندگی بسر کرنے کی روشنی ملتی ہے۔ممتاز اسکالر مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

''اسلامی آداب کی روح یہ ہے کہ انسان ظاہری عادات واطوار کے اعتبار سے ایسا معاشرہ تشکیل دے جس میں روحانیت ہو اور اللہ تعالیٰ سے وابستگی ہو۔ معاملات کی انجام دہی میں ایسا سلیقہ ہو کہ معاشرے کے کسی فرد کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔''

صفائی نصف ایمان ہے یعنی ذہن و دل اور جسم کی صفائی سے آدھا ایمان حاصل ہوتا ہے۔اسلامی آداب کی پیروی سے اللہ کی رضا، رسول اللہؐ کی اتباع، روح و جسم کی پاکیزگی، اخلاق کی بلندی، معاشرے کی اچھائی، صحت کی حفاظت اور صراط مستقیم کی ہدایت ملتی ہے۔

Manufacturer of
Embroided Lace & Fabrics

PRIME LACE INDUSTRIES
(PVT.) LTD.

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

شازیہ رشید

پیاری آپا جیؒ

ماں کا بنیادی فریضہ بچے کی روحانی تربیت ہے۔ وجود میں حرکت روح سے ہے لہٰذا روحانی تربیت میں زندگی کے ظاہری و باطنی پہلوؤں کا احاطہ ہوجاتا ہے۔ جو مائیں خود مثال بن کر بچوں کا دل اللہ اور اس کے رسولؐ سے جوڑ دیتی ہیں، وہ بچے کی تربیت کا حق ادا کرتی ہیں۔

ماں — اللہ کا حسین و دل نشین انعام ہے، ایسا انعام جو خلوص اور ایثار کی لہروں پر قائم ہے۔ اللہ نے مخلوق کے لئے اپنی محبت کی تشبیہ ماں کی محبت سے دی ہے کہ اللہ مخلوق سے ستّر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اللہ نے نسل کے فروغ کے لئے تخلیق کا وصف عورت کو عطا کر کے کائنات میں ماں کی عظمت کو اجاگر کیا ہے۔ کوئی ایجاد کتنی بیش قیمت کیوں نہ ہو، ہنس نہیں سکتی، مسکرا نہیں سکتی لیکن ماں کی کوکھ سے جنم لینے والا بچہ جب مسکراتا ہے تو پورے گھر کی تھکن دور ہوجاتی ہے۔

صاحبِ بصیرت ماں کی گود اولاد کے لئے علم و ادب کا گہوارہ، حکمت و دانش کا تحفہ اور دانائی کی وہ عظیم یونی ورسٹی ہے جو کورے کاغذ کو علم کی لوح بنا دیتی ہے تاکہ دینِ فطرت پر پیدا ہونے والا بچہ فطرت کے فارمولوں سے روشناس ہوجائے۔

یہ مضمون ایسی ماں کے بارے میں ہے جن کے وجود سے ظاہر ہونے والی خوش بو اور روشنی سے چمنستانِ عظیمی کا گوشہ گوشہ روشن ہے اور ہر غنچہ مہک رہا ہے۔ محترم عظیمی صاحب فرماتے ہیں:

"آپا جیؒ میری ماں ہیں اور نام امت الرحمٰن ہے۔ میری ماں نہایت عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں، سات وقت کی نمازی تھیں، نذر و نیاز بہت کرتی تھیں۔ گھر میں ہر ماہ کسی نہ کسی بزرگ یا امام کی فاتحہ ہوتی تھی، ڈیوڑھی میں مہمان خانہ بنایا ہوا تھا۔ بلا تخصیص کوئی بھی شخص تخت پر آ کر بیٹھ جاتا تھا۔ مہمان کو تازہ روٹی پکا کر کھلاتی تھیں۔ مہمانوں کے راشن کی الماری الگ تھی۔ الماری اس وقت کھلتی تھی جب مہمان آئے یا اس میں سامان رکھا جائے۔ ہر کام میں اللہ کا شکر ادا کرتی تھیں۔"

عظیمی صاحب کے والد الحاج انیس احمد انصاریؒ

شیخ المشائخ خلیل احمد سہارنپوری مدنیؒ کے بھتیجے ہیں۔حضرت سہارنپوریؒ کی شریعت اور طریقت میں ممتاز حیثیت ہے۔تبلیغی جماعت کے بانی حضرت اقدس محمد الیاس کاندھلویؒ آپ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

حاجی انیس احمد انصاریؒ کے والد کا انتقال ہوا تو حضرت سہارنپوریؒ نے ان کی پرورش کی۔حاجی انیس انصاریؒ اور ان کی اہلیہ بی بی امت الرحمٰنؒ —— حضرت سہارنپوریؒ سے بیعت ہوئے۔

محترم عظیمی صاحب کی پیدائش سے پہلے آپ کے والد نے خواب دیکھا،

''تہجد کا وقت ہے اور آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے۔ذوق وشوق سے آسمان میں لٹکی ہوئی قندیلوں کو دیکھ رہے ہیں کہ ایک ستارہ آسمان سے ٹوٹا اور حاجی صاحب نے اپنا دامن پھیلا لیا۔''

تعبیر بتائی گئی کہ اولاد میں سے ایک اولاد روحانی ہوگی جس سے سیدنا حضور پاکؐ کا مشن فروغ پائے گا۔

ایک روز بی بی امت الرحمٰنؒ نے پیرو مرشد سے عرض کیا، یا حضرت! آپ نے سب کو سبق دیا ہے، پڑھنے کو تسبیحات اور نفلیں تلقین کی ہیں، مجھے کچھ نہیں بتایا۔حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا:

''تیرا سبق یہ ہے کہ تو بچوں کی صحیح تربیت کردے اور اپنے بچوں کو پال پوس کر بڑا کردے۔تو میرا کام کردے، میں تیرا حق تجھے پہنچادوں گا۔''

گھر میں سب کو درس و تدریس سے لگاؤ تھا۔

پاکیزہ طبیعت آپا جیؒ نے بچوں کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی۔ وہ بچوں کو صاف ستھرے کپڑے پہناتی تھیں۔میلے کپڑوں کے متعلق نصیحت تھی کہ،

''میلے کپڑے اتارو تو انہیں تہ کرکے رکھو۔جولوگ میلے کپڑے یوں ہی اتار کر پھینک دیتے ہیں، وہ ناشکرے ہوتے ہیں۔''

بچوں کو سلاتے وقت ہمیشہ سیدھی کروٹ لٹاتیں۔ صبح سویرے بیدار کرکے فرماتی تھیں، اٹھو! صبح ہوگئی ہے۔کلمہ پڑھو — لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

محترم عظیمی صاحب فرماتے ہیں:

''اب بھی صبح کو جب میں اٹھتا ہوں، غیر اختیاری طور پر کلمہ زبان پر آجاتا ہے۔''

ماں کا بنیادی فریضہ بچے کی روحانی تربیت ہے۔ وجود میں حرکت روح سے ہے لہٰذا روحانی تربیت میں زندگی کے ظاہری و باطنی پہلوؤں کا احاطہ ہوجاتا ہے۔جو مائیں خود مثال بن کر بچوں کا دل اللہ اور اس کے رسولؐ سے جوڑ دیتی ہیں، وہ بچے کی تربیت کا حق ادا کرتی ہیں۔

بی بی امت الرحمٰنؒ نے رسول اللہؐ کی تعلیمات کے مطابق بچوں کی تربیت کی، انہیں علم دوست انسان بنایا اور ہر حال وقال میں اللہ پر یقین اور شکر

کرنا سکھایا۔ بچوں میں سے کوئی کہتا تھا کہ میں فلاں چیز نہیں کھاتا۔ آپا جیؒ فرماتی تھیں کہ جاؤ کھیلو تمہیں بھوک نہیں ہے۔ بچے ضد کرتے مگر آپا جیؒ وہی کھانا کھلاتیں جو گھر میں موجود ہوتا۔ البتہ اگلے روز یا شام کو بچے کی فرمائش پوری کردیتی تھیں۔ مقصد یہ تھا کہ بچوں میں ٹھہراؤ اور تحمل پیدا ہوتا کہ جو میسر ہو وہ خوشی سے کھائیں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔

آپا جیؒ کو شکر کی اتنی عادت تھی کہ جب بڑی بیٹی آمنہ کا انتقال ہوا اور انہیں خبر دی گئی تو زبان سے عادتاً پہلا جملہ شکر کا ادا ہوا کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے۔ پھر توقف کے بعد رونے لگیں۔

شیخ المشائخ حضرت خلیل احمد مدنیؒ کا انتقال ہوا تو حاجی انیس احمد انصاریؒ اور بی بی امت الرحمٰنؒ کو اپنے پیرو مرشد کی جدائی کا غم برداشت کرنے میں سالوں لگ گئے۔ حضرت سہارنپوریؒ نہ صرف محبت کرنے والے سسر اور پھوپھا تھے بلکہ ان کے شفیق پیرو مرشد بھی تھے۔ بی بی امت الرحمٰنؒ تہجد میں پیرو مرشد کی جدائی میں آہیں بھرتیں، قصیدے پڑھتیں اور بے قرار ہوکر روتی تھیں۔

محترم عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے آپا جیؒ سے پوچھا، آپ کے پیر صاحب نے آپ کو کچھ عطا کیا ہے ___ ؟

فرمایا، بیٹا! میں نے اپنی ڈیوٹی پوری کردی۔ بچوں کی دیکھ بھال کر کے انہیں نیکی کے راستے پر چلایا۔ اللہ کا شکر ہے میرے مرشد نے مجھے نواز دیا۔

میں نے پوچھا، کیا نوازش ہوئی ؟

آپا جیؒ نے فرمایا ___ بس نواز دیا۔ میں مطمئن ہوں اور خوش ہوں۔

آپا جیؒ کو رسول اللہؐ سے بے حد محبت تھی۔ اہتمام سے درود شریف کا ورد کرتی تھیں۔ یہی طرزِ فکر بچوں کے اندر منتقل ہوئی۔ محترم عظیمی صاحب نے خواب دیکھا ___ ''مٹی کا بنا ہوا گھر ہے۔ چاردیواری پر چکنی مٹی لپی ہے۔ وہاں سیدنا حضور پاکؐ ایک خاتون سے خوش ہوکر باتیں کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی میری والدہ آپا جیؒ کھڑی ہیں اور میں اس وقت سات آٹھ سال کا بچہ ان کے قریب کھڑے ہوکر نہایت حیرت کے ساتھ حضور پاکؐ کو دیکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ یہ خاتون کتنی خوش نصیب اور مقدس ہیں کہ حضور پاکؐ ان سے محبت سے بات کر رہے ہیں۔

میرا یہ خیال حضور پاکؐ تک پہنچ گیا۔

حضور پاکؐ نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور فرمایا___ میاں! یہ خاتون بی بی خدیجہؓ ہیں۔

یہ سن کر بی بی خدیجہؓ نے فرمایا، یا رسول اللہؐ! یہ خاتون (آپا جی کی طرف اشارہ کیا) اس کی ماں ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا، ہاں! میں جانتا ہوں۔ یہ امت الرحمٰن ہے اور بہت صابرہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بی بی امت الرحمٰن (آپا جیؒ) کو دو بیٹیوں اور چار بیٹوں سے نوازا۔ ہمدردی سے لبریز نرم دل آپا جیؒ نے اپنے بچوں کے ساتھ دو اور بچوں کو دودھ پلایا اور پرورش کی۔ ان میں ایک بچے کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ آپا جیؒ کی تربیت کا اعجاز تھا کہ اس بچے نے اسلامک اسٹڈیز میں Ph.D. کی اور اسے سیرت طیبہؐ پر کتاب لکھنے پر صدارتی ایوارڈ ملا۔ عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے اس رضاعی بھائی نے شکاگو (امریکا) میں اپنے دوستوں کی محفل میں، جس میں میں بھی موجود تھا، پرنم چشم کے ساتھ سب کو واقعہ سنایا:

''بھائی شمس الدین عظیمی صاحب کی والدہ ماجدہ نے میری پرورش کی ہے۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو کسی خاتون نے بتایا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اور مجھے یتیم سمجھ کر خالہ امت الرحمٰن نے دودھ پلایا ہے۔ میں روتا ہوا آپا جی کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ میری ماں کون ہے؟ آپا جی بولیں، 'میں تیری ماں ہوں۔' مجھے یقین نہیں آیا۔ میں نے روتے ہوئے کہا، 'نہیں! آپ میری ماں نہیں ہیں۔ میری ماں تو مرگئی ہے۔' آپا جی نے مجھے سینے سے لگا لیا اور اپنا ہاتھ سامنے کر کے کہا، 'دیکھ میرا ہاتھ سفید ہے، تو بھی گورا ہے۔' اور اکبر (عظیمی صاحب کے چھوٹے بھائی) کی طرف اشارہ کر کے کہا، 'دیکھ! اس کا رنگ سانولا ہے، اس کی ماں مرگئی ہے، میں نے اس کو گود لے کر دودھ پلایا ہے۔''

دوسرا بچہ جسے آپا جیؒ نے دودھ پلایا تھا، اس کی ماں بیمار تھی۔ وہ بچے کو صبح، دوپہر، شام اور رات کو بھجواتی تھیں۔ آپا جیؒ اسے دودھ پلا کر واپس ماں کے پاس بھیج دیتی تھیں۔

آپا جیؒ خدمت خلق میں پیش پیش رہتی تھیں۔ لڑکیوں کی شادی کے انتظام میں دلچسپی لیتی تھیں اور مایوں والے دن لڑکی کے گھر جا کر خاموشی سے سامان دے آتی تھیں۔ وہ یہ بھی فرماتی تھیں کہ عورت کا وصف یہ ہے کہ شوہر سے اپنا گھر بنوا لے۔

ایک روز آپا جیؒ کی بڑی بہو نے خواب دیکھا:

''تہجد کی نماز کے لئے وضو کرنے جارہی ہوں کہ یکا یک روشنی پھیلی اور نور کا جھماکا ہوا۔ دیکھا کہ سرور کونین میرے آقاؐ تشریف فرما ہیں۔

عرض کیا: السلام علیکم — یارسول اللہؐ!

فرمایا: وعلیکم السلام۔ امت الرحمٰن کہاں ہیں؟

عرض کیا: یارسول اللہؐ! سامنے والے کمرے میں سو رہی ہیں، ابھی جگاتی ہوں۔

فرمایا: نہیں، سونے دو۔ جب اٹھ جائے تو کہہ دینا

مرتضیٰؑ آئے تھے، سلام کہہ گئے ہیں۔

صبح بہو نے خواب سنایا تو آپا جیؒ کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا، سرکارِ دو عالمؐ نے بڑا کرم کیا ہے، میں کسی قابل نہیں، مرشد کریم کی نسبت ہے۔ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ مجھ ناچیز کو یاد کیا۔

خواب سن کر ان کی خوشی دیدنی تھی۔ سارا دن یہ اشعار گنگناتی رہیں:

مورے سرکارؐ آئے، آقاؐ آئے
مورے انگنا میں نور کی برسات ہوئی
آنکھیں کب سے دید کی پیاسی تھیں
نور کی برسات ہوئی
مورے سرکارؐ آئے، آقاؐ آئے

ماں کے سراپے میں چاہتوں کے حساس سینسر بچے کے دل میں اٹھنے والی لہروں کو محسوس کر لیتے ہیں، چاہے بچہ ہزاروں میل دور کیوں نہ ہو، ماں دور رہ کر بھی محبت کی لہریں منتقل کرتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بی بی امت الرحمٰنؒ کو روحانی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ محترم عظیمی صاحب واقعہ سناتے ہیں:

''میرے بھائی نے دہلی سے ''آفتاب نبوتؐ'' کے نام سے ایک ماہنامہ کا اجرا کیا۔ میں بھائی کے ہمراہ 1947ء میں مشرقی پنجاب کی ریاست پٹیالہ میں ماہنامہ ''آفتاب نبوتؐ'' کی ترویج کے لئے آیا۔ یہاں ایک حویلی میں قیام تھا۔ اس دوران تقسیم ہند کے باعث ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے۔ ہر طرف ہاہا کار مچی ہوئی تھی۔ حویلی محفوظ تھی۔ چند روز بعد ہم فوجیوں کے ہمراہ ایک قافلے کے ساتھ مغلیہ دور کے بہادر گڑھ قلعے میں منتقل ہوئے۔ یہ قلعہ مہاجر کیمپ تھا۔ قلعے میں رہائش کے لئے جو جگہ ملی وہ گھوڑوں کا اصطبل تھا وہاں پانی بھرا ہوا تھا۔ کچھ پانی ہاتھوں کی مدد سے اور باقی ماندہ ادھر ادھر سے مٹی بھر کر نکالا گیا۔ میں بہت خوش ہوا کہ بستر مل گیا لہٰذا رات کو گیلی مٹی پر سو گیا۔

صبح آنکھ کھلی تو مٹی کی نمی اور ٹھنڈے موسم کی وجہ سے جسم اکڑ چکا تھا۔ کسی نہ کسی صورت باہر سے لوگوں کو مدد کے لئے بلایا۔ انہوں نے مجھے اٹھا کر دھوپ میں بٹھا دیا۔ دھوپ کی تمازت سے اعصاب بحال اور جسم کے پٹھے متحرک ہوئے۔

اسی رات خواب میں والدہ محترمہ آئیں اور فرمایا، تو پریشان نہ ہو تیری واسکٹ کے اندر کی جیب میں پانچ روپے ہیں، وہ لے لے۔ اللہ بہت برکت دے گا۔

غیر اختیاری طور پر جیب میں ہاتھ ڈالا تو پانچ روپے کا نیا نوٹ برآمد ہوا۔ قلعے کے باہر کچھ دکانیں تھیں جہاں سے کھانے پینے کا انتظام کیا جا سکتا تھا۔ قلعے کے دروازے سے باہر کا جائزہ لے رہا تھا کہ ایک فوجی آیا اور کہا، صاحب بلا رہے ہیں۔ میں اس کے ہمراہ لیفٹیننٹ صاحب کے کمرے میں گیا۔ انہوں نے پوچھا، دروازے پر کھڑے کیا کر رہے

تھے؟ میں نے کہا کہ باہر کچھ دکانیں ہیں، باہر جانے کا پاس مل جائے تو کچھ کھانے پینے کو لے آؤں۔

انہوں نے سوال کیا، پیسے ہیں آپ کے پاس ___؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو انہوں نے کہا، مجھے دے دیں۔ جب میں نے پانچ روپے کا نوٹ انہیں دیا تو وہ نیا نوٹ دیکھ کر حیران ہوئے۔

حیرت سے پوچھا، یہ تو بالکل نیا نوٹ ہے۔ کہاں سے آیا___؟ میں نے خواب سنایا۔ خواب سننے کے بعد لیفٹیننٹ صاحب پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ اردلی کو بلا کر میرے لئے چائے اور بسکٹ منگوائے۔ چائے اور بسکٹ کھانے کے بعد جب میں جانے کے لئے اٹھا تو انہوں نے pass دیا اور پانچ روپے واپس کر دیئے۔"

بی بی امت الرحمٰنؒ نے خاندان کے ہمراہ پاکستان ہجرت کی اور صادق آباد میں قیام کیا۔ ان کی آخری آرام گاہ صادق آباد میں ہے۔

عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو آپا جیؒ (والدہ) خواب یا بیداری میں روحانی طور پر میری مدد کرتی ہیں، میری ہمت بڑھاتی ہیں، حوصلہ دیتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ ایسا نہیں کرو، ایسا کرلو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک باطن خاتون آپا جیؒ کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، آمین۔

آپا جی ___ بی بی امت الرحمٰنؒ فرماتی ہیں:

- فرد کا عمل خود اس کا نگہبان یا محاسب ہے۔
- کرائے کا گھر ٹوکرے میں گھر، دوسرے کا گھر تھوک کا ڈر، اپنا گھر ہگ ہگ بھر۔
- اللہ کا شکر ادا کرنے اور صبر کرنے سے سارے کام آسان ہو جاتے ہیں۔ ہمیشہ اللہ کو اپنا محافظ سمجھو۔
- درود شریف کثرت سے پڑھو۔
- نماز قائم کرنے میں سستی نہ کرو۔
- صفائی اور پاکیزگی حسن میں اضافہ کرتی ہے۔
- اولاد کی تربیت ماں کے کردار سے ہے۔
- قدرت نے عورت کو یہ وصف بخشا ہے کہ جب وہ دل سے کسی کا انتخاب کر لیتی ہے تو ہر طرح کا ایثار کرتی ہے۔
- ساس کو چاہئے کہ بیٹے کی شادی کے بعد چولہا چکی سے آزاد ہو جائے۔
- اولاد اور مال فتنہ ہیں لیکن اگر مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اور اولاد کو اللہ کی امانت سمجھ کر تربیت کی جائے تو یہ دونوں جنت میں جانے کا پروانہ ہیں۔
- جس کو اپنا راہ نما بنالو اس کے حکم کی دل و جان سے تعمیل کرو۔ اسباق پڑھنے اور مراقبہ کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔ اللہ کی مخلوق سے محبت کرو۔
- جس محفل میں غیبت ہو، وہاں سے اٹھ جاؤ۔
- مرید جب اپنی ڈیوٹی پوری کر دیتا ہے تو مرشد اسے نواز دیتا ہے۔

نفیسہ شاکر

تنہائی کی دیوار

ایک خاتون حادثے میں پیروں سے معذور ہوگئی تھیں۔ تنہائی نے مزید مایوس کیا اور مایوسی سے زندگی تاریک ہوگئی۔ ایک دن وہ وہیل چیئر کے ذریعے قریبی بک اسٹور پر گئیں......

پریشانی ذہنی الجھن سے شروع ہوتی ہے اور ذہنی الجھن کا سبب یہ ہے کہ ہم اکثر اپنی ذات میں محدود رہتے ہیں۔ اپنی ذات میں محدود رہنا ایسا مرض ہے جس سے گنتی کے لوگ محفوظ ہیں۔ یہ مرض بہت حد تک مایوسی، کاہلی اور مجروح جذبات کی پیداوار ہے۔ اس کا علاج اپنے خول سے باہر نکل کر دنیا کو سمجھنے کی کوشش کرنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ شخص تنہائی کی دیوار پھلانگ کر محدودیت سے آزاد ہو اور اردگرد لوگوں میں دلچسپی لے۔

کوئی دوست ایسا ہونا چاہئے جس پر دل کا حال ظاہر کیا جاسکے یا آپ دوسروں کے لئے ایسا دوست بن جائیں جن سے وہ دل کی بات کہہ سکیں۔ خود کو تنہا محسوس کرنے کی سوچ میں ہم اکیلے نہیں، سب کے دل میں یہی خیال ڈیرا ڈالے ہوئے ہے۔ لہٰذا پہلا قدم اٹھا کر خود وہ دوست بنیں جس کی چھوٹے بڑے سب کو ضرورت ہے تاکہ مایوسی کا حصار ٹوٹے۔

تنہائی میں قید ایک شخص نے کہانی سنائی کہ ایک دفعہ اس نے ارادہ کیا ہر روز کسی ناواقف شخص سے تبادلۂ خیال کیا کرے گا۔ سوموار کو بات چیت کا سلسلہ دفتر کے چپراسی سے شروع کیا۔ اس سے پہلے سلام دعا کے علاوہ کبھی بات نہیں کی تھی۔ اب ادھر ادھر کی بات شروع کی تو وہ دلچسپ شخص ثابت ہوا۔ اگلے روز گلی میں ہمسائے کی مزاج پرسی کے لئے ٹھہر گیا۔ تین سالوں میں آج پہلی بار معلوم ہوا کہ گلی میں اس کا مکان کون سا ہے۔ بدھ کو اخبار فروش سے گفتگو ہوئی۔ میں اس کی باتوں سے کافی محظوظ ہوا۔ جمعرات کو ہوٹل کے بیرے کی باتیں سنیں۔ اس کے بعد کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب میں نے کسی سے کچھ دیر گفتگو نہ کی ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جلد ہی تنہائی اور تنہائی کی پیدا کردہ پریشانیاں ختم ہوگئیں۔

ایک دانش ور کا کہنا ہے:

''کوئی درخت اپنے استعمال کے لئے پھل پیدا نہیں

کرتا، ہر چیز رضائے الٰہی پر قربان ہوجاتی ہے۔''

طریقہ یہ ہے کہ خود کو بھول کر ماحول اور ماحول میں رہنے والے لوگوں کی مدد کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔ ہر وقت پریشانی کے بارے میں سوچنے کے بجائے فطرت کے نظاروں پر غور کریں ۔سب ہم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ان کی کہانی سنیں۔تھوڑی دیر درخت پر ذہن مرکوز کریں یا رات کو آسمان کو غور سے دیکھیں— فطرت کی طرزِ فکر آپ کے اندر داخل ہوجائے گی۔آسمان میں کیا کچھ نہیں ہے، پھر بھی آسمان سمتوں سے خالی ہے۔

محترم عظیمی صاحب فرماتے ہیں:

''آسمان کا شعور کیا ہے—؟ نظر اٹھا کر دیکھئے۔ حدِّ نگاہ تک پھیلی ہوئی چھت ہے جس میں محدودیت ہے نہ ڈائی مینشن نظر آتے ہیں۔ بتایا نہیں جاسکتا کہ آسمان کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کہاں پر ختم— ہر جانب نظر آتا ہے۔ یہ غیر جانب دار طرزِ فکر کی عکاسی ہے جس میں ذہن شے کو ایک مقام پر محدود نہیں سمجھتا۔ چوں کہ آسمان تخلیق اور تخلیق ڈائی مینشن ہے— لہٰذا آسمان میں سمتیں موجود لیکن مغلوب رہتی ہیں۔سمتوں کے مغلوب ہونے کو الفاظ کے بجائے مفہوم کے آئینے میں سمجھئے۔جب بندے کی توجہ خالقِ کائنات اللہ کی طرف مرکوز ہوتی ہے تو اپنے ہونے کا احساس ذہن سے محو ہوجاتا ہے۔اللہ کی صفات لامحدود ہیں لہٰذا محدودیت سے ماورا صفات میں جذب ذہن کو عارضی اشیا کے کھونے کا غم ہوتا ہے نہ ملنے کی خوشی۔وہ پانے اور کھونے کے احساس سے بے نیاز ہوکر دائمی خوشی حاصل کرلیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ لامحدود آسمان پر تفکر کرنے والوں کی طرزِ فکر غیر جانب دار ہوجاتی ہے۔''

(آج کی بات، اگست 2020)

خلفشار کا شکار خاتون کو دوست نے مشورہ دیا کہ فرصت کے اوقات میں کسی کی مدد کرو۔ چناں چہ انہوں نے ہفتے میں دو دن فلاحی ادارے میں رضا کارانہ طور پر کام شروع کیا۔ تجربے کے بعد ایک عزیز سے اس معاملے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا،

''میں نے کسی کی مدد کرکے دراصل اپنی مدد کی ہے لیکن اس کے لئے اس احساس کا پیدا ہونا ضروری ہے کہ دوسروں کو ہماری مدد کی ضرورت ہے۔اس طرح جو لوگ مخلوق کی بھلائی کے لئے کام کرتے ہیں، وہ فلاح کے دائرے میں آجاتے ہیں۔''

آدمی میں ایسا جذباتی رجحان پایا جاتا ہے کہ جب تک کوئی اندرونی و بیرونی محرک اثر انداز نہ ہو، جذبات کے بہاؤ کا رخ تبدیل نہیں ہوتا۔اگر رخ تبدیل نہ ہو تو وہ خود تک محدود ہوجاتا ہے اور سوچ اپنی ذات کے گرد گھومتی ہے۔ایسے میں کوئی تحقیر

کرے تو وہ فوراً معنی پہنا تا ہے کہ کسی کو مجھ سے محبت نہیں۔ اس طرح خلفشار بڑھ جاتا ہے۔

خلفشار سے نکلنے کے لئے ایسی مصروفیت تلاش کریں جس کے نتائج تعمیری ہوں۔ جیسے باغیچے کی آرائش کرنا، پرندوں کے دانہ پانی کا خیال رکھنا، پینٹنگ، کتب بینی، مضامین لکھنا، بچوں کے ساتھ کھیلنا یا ایسا مشغلہ جس سے محدود دنیا کی عمارت ڈھے جائے اور مایوسی ختم ہو۔

ایک خاتون حادثے میں پیروں سے معذور ہوگئی تھیں۔ تنہائی نے مزید مایوس کیا اور مایوسی سے زندگی تاریک ہوگئی۔ ایک دن وہ وہیل چیئر کے ذریعے قریبی بک اسٹور پر گئیں۔

دکان دار بھی پیروں سے معذور تھا۔

خاتون نے کہا، میں بغیر معاوضے کے تمہاری دکان پر چند گھنٹے روز کام کرنا چاہتی ہوں۔ دکان دار نے بخوشی اجازت دے دی۔ خاتون کو مصروفیت ملی اور ماحول تبدیل ہوا تو زندگی — زندگی بن گئی۔ اس نے اعتراف کیا کہ اب میں اکیلی نہیں ہوں، میرے بہت سے دوست ہیں۔

معمولی باتوں سے پریشان ہونے والے لوگوں کے لئے اپنی مدد آپ کرنا بے حد آسان ہے۔

28 سالہ مریض نے تکان کی شکایت کی۔

معالج نے کہا، جب تکان محسوس کرو تو کسی کام میں مشغول ہو جایا کرو۔ بظاہر نصیحت عجیب تھی کہ تھکاوٹ کے شکار شخص سے کہا جا رہا ہے تھک جاؤ تو کسی اور کام میں مشغول ہو جاؤ۔ دراصل مریض اپنے متعلق سوچتا رہتا تھا اور خیالات کے تانے بانے میں وقت گزر جاتا تھا۔ معالج نے وضاحت کرتے ہوئے کہا،

"تمہیں حیرانی ہوگی کہ جذبات کے مد و جزر سے آدمی اس قدر تھک جاتا ہے کہ تھکن کو علالت پر محمول کرتا ہے یا اسے خون کے دباؤ میں کمی تصور کرتا ہے۔ جب تھکن کے اسباب معلوم ہو چکے ہیں پھر بھی لوگ اپنی ذات سے نکلنے یا مظاہر فطرت میں دلچسپی لینے کے بجائے تھکن دور کرنے کے لئے دوائی کا استعمال شروع کر دیتے ہیں۔"

مذہب نے ہمیشہ اپنی ذات سے باہر نکلنے پر زور دیا ہے۔ ایک صاحب نے بتایا کہ چند سال پہلے انہوں نے مذہبی اجتماع میں شرکت کی۔ اجتماع کا مقصد لوگوں کو دوسروں کی مدد کی ترغیب دینا تھا۔ انہیں بتایا گیا کہ،

"خود غرضی اور خود پسندی برائی کا سرچشمہ ہے۔ لوگ خود کو بھول کر دوسروں میں دلچسپی لینے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کا مداوا صرف یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کام کیا جائے اور خود کو رضائے الٰہی کی تحویل میں دے دیا جائے۔"

تقریب میں شامل ایک تاجر نے حاضرین کو بتایا

کہ میرا کاروبار دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا تھا پھر بھی نیند نہیں آتی تھی۔ میں لوگوں کے لئے کچھ کرنے کے بجائے ان سے توقع رکھتا تھا کہ وہ میری مدد کریں گے۔ لیکن اب میں اپنے آپ سے باہر نکلا ہوں اور طرزِ عمل تبدیل کرلیا ہے۔ سب کی مدد کرتا ہوں جس سے سکون ملتا ہے۔

اس محفل کی خاص بات یہ تھی کہ لوگ چھوٹے بڑے ہر معاملے میں اللہ سے رجوع کریں اور دعا اور عمل کو زندگی کا حصہ بنائیں۔

دعا کا مطلب خود کو رضائے الٰہی کی تحویل میں دینا ہے۔ مدد سے مراد دوسروں میں دلچسپی لینا اور ان کی بھلائی کے لئے کوشش کرنا ہے۔ جب انسان دعا کا دامن تھامتا ہے تو وہ ایک بڑی ہستی اور طاقت کا اعتراف کرتے ہوئے ذہنی طور پر اس طاقت میں جذب ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جب وہ لوگوں کی مدد کرتا ہے تو اپنی ذات کے دائرے سے نکل کر دوسروں کی دنیا میں گم ہو جاتا ہے اور مخلوق کی خدمت کو شعار بنالیتا ہے۔ نتیجے میں خیالات اور جذبات میں انتشار ختم ہو جاتا ہے۔

آدمی جب تک اپنی غرض کے دائرے سے نہیں نکلتا، باقی دنیا کو اپنا حریف اور مخالف تصور کرتا ہے اور یہ چیز اسے مزید دور رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہ میل ملاپ اور باہمی رفاقت کی برکتوں سے محروم رہتا ہے۔ میل ملاپ سے مساوات (بھائی چارا) کی راہیں کھلتی ہیں اور احساسِ کم تری ختم ہوتا ہے۔

دوسروں کی زندگی میں دلچسپی لینے کا مطلب ان کی ٹوہ میں رہنا نہیں ہے کہ وہ کہاں جاتے ہیں، کس سے ملتے ہیں، ان کے گھر میں کیا ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ذہنی تنہائی کی وجہ سے مایوسی کا شکار ہے تو ہم اس کی بات سنیں، دکھ درد بانٹیں، تاریکی سے نکلنے میں مدد کریں اور اسے بتائیں کہ دنیا وہ نہیں ہے جس نظر سے تم دیکھ رہے ہو۔

جب وہ شخص ذہنی تنہائی سے نکل کر رفاقت کی طرف آتا ہے تو سمجھتا ہے کہ دوسرے لوگوں میں تبدیلی آگئی ہے جب کہ وہ خود تبدیل ہوا ہے۔

ہر شخص بالخصوص نوجوان نسل کو مصروف اور تعمیری سرگرمیوں میں مشغول رہنے کی اشد ضرورت ہے۔ وہ مستقبل کے متعلق سوچتے ہوئے بہت سا وقت ہوائی قلعوں کی تعمیر میں صرف کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہی وقت تعمیری کام میں صرف کر کے بہتر نتائج سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

آدمی خود ساختہ خیالات کی دنیا میں کولھو کے بیل کی طرح چلتا رہتا ہے اور چلنے کے باوجود وہیں رہتا ہے۔ آدمی، آدمی کی دوا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ دوا مجھے میسر نہیں تو آپ کسی کی دوا بن جائیں۔

انڈا پہلے ہے یا مرغی؟
مرغی پہلے ہے یا انڈا؟

ایک شہزادے نے اپنی..........کو آہنی انڈا تحفے میں بھیجا۔ وہ سخت برہم ہوئی اور انڈا زور سے زمین پر دے مارا۔ انڈا ٹوٹ گیا۔ اندر سفیدی چاندی کی تھی اور زردی سونے کی۔ زردی کی ڈلی کے اندر چھوٹا سا طلائی تاج اور الماس کی انگوٹھی رکھی تھی۔

پہلی مجلس: میرے بھائی وقاص کو بحث و مناظرہ کا بہت شوق ہے۔ اپنے تیز اور قطعی خیالات کے اظہار میں تامل نہیں کرتا اور جب گفتگو کرتا ہے تو لہجہ سخت اور حجت بے جھجک ہوتی ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو کہتے ہیں کہ کائنات میں جو کچھ ہے، سب نیچر کی کارفرمائی ہے یعنی ہر شے خود بہ خود ہوتی ہے۔

ایک روز وقاص کا قلم غائب ہوگیا۔ میں نے ازراہ مذاق کہا کہ تمہارا قلم خود بہ خود غائب ہوگیا ہے۔ بات ناگوار گزری تو چیں بجبیں ہوکر کہا، باجی! میں مہمل گفتگو پسند نہیں کرتا، مجھے سنجیدہ مباحثے پسند ہیں۔

میں نے کہا، بہت بہتر! کوئی سنجیدہ مسئلہ پیش کرو تاکہ میں بھی سنجیدگی سے گفتگو کروں۔

چند لمحے غور کرنے کے بعد وہ بولا، تعجب ہے آپ ہمیشہ مجھ سے سوال چاہتی ہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ میں ہی سوال کروں اور آپ دفاع کریں؟ کیوں نہ آج سوال آپ کی طرف سے ہو۔

میں نے جواب دیا، کیوں نہیں! عمارت ڈھا دینا عمارت تعمیر کرنے سے آسان ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ تم کوئی عمارت نہیں رکھتے۔ تمہارے پاس مثبت گفتگو نہیں ہے۔ صرف انکار اور منفی پہلو ہے۔ بتاؤ میں کیا سوال کروں۔

وقاص نے کہا، باجی! آپ سوال تو کریں۔ میں ہر بات کا سنجیدگی سے جواب دوں گا۔

اچھا! ایسی بات ہے تو پھر ایک مسئلہ ہے جو میں تمہاری زبان سے سننا چاہتی ہوں۔

اس نے صوفے پر نشست سنبھال لی۔

میں نے سوال کیا، مرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟ سوال آسان اور واضح ہے۔ دانش وروں نے ضرور حل کیا ہوگا۔ تمہاری کیا رائے ہے؟

وہ بے یقینی سے دیکھتے ہوئے گویا ہوا، سوال کررہی

ہیں یا مذاق کررہی ہیں؟

میں نے کہا، میں سنجیدہ ہوں۔

وہ بولا، سوال بے فائدہ معلوم ہوتا ہے، اس پر بحث کی کیا ضرورت ہے؟

میں نے کہا، ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو لیکن میں اس سوال کو اہم سمجھتی ہوں اور جواب کی منتظر ہوں۔ تم نے سوال کی خواہش کی تھی، اب جواب سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔

باجی! سوال بظاہر معمولی ہے لیکن سنجیدگی سے تجزیہ کیا جائے تو اس میں گہرا فلسفہ چھپا ہوا ہے۔ یا تو اسے دوسری شکل میں پیش کیجئے یا مقصد واضح کردیجئے۔

میں نے کہا، تم تو گھبرا گئے۔ یہ سوال ہے، جال نہیں کہ پھنس جاؤ۔ مجھے اس موضوع کے متعلق بس اتنی واقفیت ہے کہ انڈا مرغی کے پیٹ سے نکلتا ہے اور مرغی انڈے سے بنتی ہے۔

وقاص نے کہا، ایسا ہی ہوتا ہے۔

میں نے بات آگے بڑھائی۔ کہتے ہیں کہ ماضی کو حال کے دلائل سے واضح کرنا چاہئے۔ انڈے اور مرغی کا معاملہ ہمیشہ سے یوں ہی چلا آرہا ہے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ پہلی مرغی اور پہلے انڈے کا وجود اپنی جگہ پر مستقل ہوگا؟ وقاص بولا، بے شک۔

میں نے کہا، اگر یہ صحیح ہے تو زمین پر سب سے پہلی مرغی، انڈے سے پہلے وجود میں آئی۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے تو حال کا مشاہدہ اس کے خلاف ہے کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مرغی انڈے سے پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح پیدا ہوتی رہے گی۔

اس نے کہا، آپ نے بحث کے بغیر کیسے تسلیم کرلیا کہ سب سے پہلی مرغی انڈے کے بغیر موجود ہوئی؟ خود مرغی کوئی مستقل وجود نہیں، انڈے کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ اگر ہم علمی اصول کی روشنی میں غور کریں تو نتیجے پر پہنچیں گے کہ انڈا پہلے ہے۔ لہٰذا زمین پر پہلی مرغی انڈے سے وجود میں آئی۔

میں نے کہا، بہت خوب! اب طے پا گیا کہ سب سے پہلی مرغی انڈے سے پیدا ہوئی ہے، انڈے کا وجود مرغی کے وجود سے پہلے ہے اور سب سے پہلا انڈا مرغی کے پیٹ سے نہیں نکلا۔ لیکن میرے بھائی! حال ماضی کی تائید نہیں کررہا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر انڈا مرغی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر پہلا انڈا مرغی سے پیدا نہیں ہوا تو کہاں سے آیا، کیوں آیا اور کیسے آیا؟

اس نے پوچھا، کیا انڈے کا مسئلہ تمام حقائق کائنات پر چسپاں ہوسکتا ہے؟

میں نے کہا، اگر تم انڈے کی گتھی سلجھادو تو میں باقی کائنات کو اسی پر قیاس کرلوں گی اور ہم آفرینش کا راز دنیا پر کھول سکیں گے۔

وہ بحث میں استاد تھا۔ کہنے لگا، آفرینش کا سوال بہت قدیم ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کائنات تاریخی

ارتقا کے ساتھ وجود میں آئی ہے۔

میں بھی اس کی بہن تھی۔ کہا، سچ ہے مگر اصل حیات اس سے مستثنیٰ ہے۔ زندگی کا پہلا تخم ضرور پیدا کیا گیا ہے۔ نظریۂ ارتقا مجھے مرعوب نہیں کرسکتا۔ ارتقا کے لئے ضروری ہے کہ وجود پہلے سے موجود ہو اور اس میں درجہ بدرجہ ترقی ہوئی ہو لیکن جو موجود نہیں، اس میں کیوں کر ترقی ممکن ہے؟ ضرور ہے کہ پہلے انڈے کا وجود تسلیم کرو پھر اس پر خلقت کی عمارت کھڑی کرو۔ سوال یہ ہے کہ پہلا انڈا کہاں سے آیا؟

اس نے دلیل پیش کرنے کی کوشش کی کہ ہر جان دار غیر عضوی بے جان مواد سے وجود میں آیا ہے۔

میں نے اس نظریے کو باطل قرار دیا اور کہا کہ تمام علما نے قدیم نظریہ تسلیم کیا ہے کہ جان دار، جان دار سے موجود ہوا ہے۔ اس پر وہ لاجواب ہوگیا اور کہنے لگا کہ باقی گفتگو کل کریں گے۔

دوسری مجلس: میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔ ہم زندگی کی اصل کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ سوال ایسے انڈے کے متعلق تھا جو زندہ عناصر سے مرکب ہے۔ لیکن تم کہتے ہو کہ انڈا غیر جان دار مواد سے وجود میں آیا ہے۔ حالاں کہ میرا سوال جان دار انڈے کے متعلق تھا، مردہ انڈے سے بحث نہ تھی۔ خیر! تمہاری خاطر میں فرض کر لیتی ہوں کہ سب سے پہلا انڈا مردہ مواد سے ظہور پذیر ہوا۔ مثلاً ہم کہیں کہ پہلے انڈے کی اصل ریت کا ذرّہ تھا۔ مگر یہ کہنے کے بعد بھی سوال بدستور قائم رہتا ہے کہ وہ ریت کا ذرّہ کہاں سے آیا—؟

بھائی صاحب نے جواب دیا، ریت کا ذرّہ اور ہر عنصر بہت سے ایسے دقیق ذرّات و اجزا سے مرکب ہے جن کا مشاہدہ انسانی نگاہ نہیں کرسکتی لیکن اس کے باوجود ہم ان غیر مرئی ذرّات کے وجود کے قائل ہیں۔ جوں جوں علم ترقی کرے گا عناصر کے شمار میں تخفیف (کمی) ہوتی جائے گی۔ ممکن ہے ایک زمانہ آئے گا جب ہم دعوے سے کہہ سکیں گے کہ صرف ہائیڈروجن ہی تمام عناصر اور کائنات کی اصل ہے، سب کچھ اسی سے ظہور پذیر ہوا ہے۔

میں نے کہا، شاباش! اگر کائنات ہائیڈروجن سے بنی ہے تو بتاؤ مرغوں کی وہ معزز پَردادی کیسے وجود میں آئی جس نے پہلا انڈا دیا تھا— ؟ ظاہر ہے وہ خود انڈے سے پیدا نہیں ہوئی۔

بھائی صاحب بولے، سب سے پہلی مرغی پیدا نہیں ہوئی بلکہ ظہور پذیر ہوئی تھی۔

پوچھا، کس چیز سے ظہور پذیر ہوئی؟

وہ بولا، میں ہر چیز کا عالم نہیں ہوں۔

میں نے کہا، تمہارے اعترافِ عجز کی داد دیتی ہوں لیکن تم کہہ چکے ہو کہ اولین مادۂ حیات پیدا نہیں

کیا گیا۔ اب ہم کائنات کی اصل اور ابتدا کے موضوع پر پہنچ گئے ہیں۔ ہائیڈروجنی انڈے کی بحث ۔مگرتم نے اپنے جہل کا اعتراف کرلیا اورنہیں بتاسکے کہ وہ انڈا پیدا کیا گیا یا پیدانہیں کیا گیا۔

بھائی نے پسپائی اختیار کرتے ہوئے کہا، یہی سہی۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ علم اس گتھی کو سلجھانے میں ناکام رہاہے۔ممکن ہے مستقبل میں فیصلہ ہوجائے۔

میں نے کھلے دل سے کہا، تمہارے اعتراف کی قدر کرتی ہوں۔اچھا بحث کا رخ بدلتے ہیں۔کیاتم یقین کرتے ہو کہ تمام مخلوقات، سبزیاں اور حیوانات صرف ایک ہائیڈروجن کے مختلف مرکبات ہیں؟

اس نے تائید میں سر ہلایا۔

میں نے پوچھا، کیا خالی برتن سے کسی چیز کے موجود ہونے کا امکان ممکن ہے؟

وہ بولا، ہرگز نہیں، لیکن باجی! میں نے یہ کب کہا کہ ہائیڈروجن خالی برتن ہے؟

بھائی! میں بھی یہ نہیں کہتی۔اچھا یہ بتاؤ کہ کیا برتن سے اتنا نکالا جاسکتا ہے جتنا اس میں موجود نہ ہو؟

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

کیا ہائیڈروجن سے اتنا حاصل کیا جاسکتا ہے جتنا اس کے اندر نہیں ہے؟

ایک بار پھر نفی میں سر ہلایا۔

میں نے پوچھا، کیا تم خیال کرتے ہو کہ مادۂ حیات ہائیڈروجن سے وجود میں آیا ہے؟

جواب دیا، بے شک تمام اسفنجی اجسام، نباتات، حیوانات، اہلِ فن، مصور، شاعر، مصنف، فلسفی غرض یہ کہ کائنات ہائیڈروجنی انڈے کی پیداوار ہے۔

میں نے سوال کیا، اچھا! اس عجیب طلسمی انڈے کے خواص کیا ہیں؟ وہ بولا، اس میں کوئی طلسم یا جادو نہیں۔ یہ نیچر کائنات کی ماں ہے۔

میں نے لفظ کھینچتے ہوئے کہا، ہاں! والدہ ماجدہ! لیکن ضرور ہے کہ اصلی ہائیڈروجنی انڈے میں کچھ خاصیتیں تھیں جنھوں نے درجہ بدرجہ کائنات کو ظاہر کیا۔ کیا تم یہ تصور کرسکتے ہو کہ ہائیڈروجن میں یہ خواص کسی صاحبِ ادراک اور عاقل ہستی کے عمل کے بغیر خود بہ خود موجود ہوں گے؟

اس نے پھر اعتراف کیا کہ موضوع گہرا ہے اور اس کی ناقص عقل اس کے فہم کی قابلیت نہیں رکھتی۔

میں بحث کو انجام تک پہنچانا چاہتی تھی۔ میرا سوال یہ ہے کہ ان عجیب خواص کا انڈا جس سے تمام کائنات رونما ہوئی اور جس سے حیات کا مادہ اچھل کر برآمد ہوا، ذہانت اور عقلی قوت کے بغیر کس طرح موجود ہو گیا؟ اگر ہائیڈروجن میں عقل نہیں تو تم جو اس سے بنے ہو، کیوں کر عاقل اور باحواس ہوسکتے ہو؟

وہ بولا، میں آج مزید گفتگو نہیں کرسکتا، شب بخیر!

تیسری مجلس: میں رسالہ اٹھا کر دیکھنے لگی۔ اتفاق سے اس میں قصہ درج تھا کہ ایک شہزادے نے اپنی.........کو آہنی انڈا تحفے میں بھیجا۔ وہ سخت برہم ہوئی اور انڈا زور سے زمین پر دے مارا۔ انڈا ٹوٹ گیا۔ اندر سفیدی چاندی کی تھی اور زردی سونے کی۔ زردی کی ڈلی کے اندر چھوٹا سا ملائی تاج اور الماس کی انگوٹھی رکھی تھی۔

قصہ پڑھ کر خیال آیا کہ شہزادے کا بھیجا ہوا انڈا اس عظیم انڈے کے مقابلے میں ہیچ ہے جس کے اندر سورج، چاند، سیارے، ثریا، زمین، عالم نباتات و حیوانات اور دنیا بھر کی عقل وحکمت بھری ہوئی ہے۔

یہی سوچ رہی تھی کہ وقاص آ گیا۔ باجی! کس سوچ میں ہیں؟ میں نے پوچھا، بتا سکتے ہو کہ دنیا میں کوئی دریا ایسا بھی ہے جو کسی سرچشمے سے نہ پھوٹا ہو؟

وہ بولا، سادہ جواب ہے ـــ نہیں۔

پوچھا، بھائی! یہ بتاؤ کہ کیا سبب کے بغیر اثرات موجود ہو سکتے ہیں؟ اس نے کہا، ہر اثر کے لئے موثر سبب کا وجود ضروری ہے۔

وقاص! میں سوچ رہی ہوں کہ نیچر کیا ہے؟ کہاں سے آئی؟ کیسے آئی؟ کب آئی؟ کیا تم نیچر کی تعریف بیان کر سکتے ہو؟

بھائی نے جواب دیا، نیچر کی تعریف آسان نہیں۔ بقول ایک حکیم کے، آسمان کے نیچے چلو اور نیچر کی تعلیمات وقوانین سے آگاہ ہو۔ بقول ایک دوسرے حکیم کے نیچر کی بوقلمونی پر نظر کرو، ذرّے باہم وابستہ ہیں، جذب کرتے ہیں اور جذب ہوتے ہیں۔ نیچر کا قرب تمہیں اس کے وصل سے شاد کام کر دے گا۔

میں پہلے سوال کی طرف آئی۔ تم کہہ چکے ہو کہ سب سے پہلا انڈا ہے جو نیچر نے تیار کیا اور اسے مختلف شکلوں کے مرکبات بنانے کی قوت بخشی۔ آخر بتاؤ کہ نیچر کیا ہے ـــ؟ کوئی فرشتہ ہے یا بھوت؟

وہ بولا، براہِ عنایت مذاق نہ کیجئے۔ نیچر ہر قسم کی تعریف وتعارف سے برتر ہے۔ اس کے دامن میں زمین و آسمان دونوں بچوں کی طرح ہیں۔ ایک دانش ور کہتا ہے کہ نیچر ہر ہونے والی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ صرف اس چیز کا نام ہے جو انسان کی قوت و ذہانت کے بغیر واقع ہوتی ہے۔ نیچر ہی ہے جس نے ہمیں آسمان، زمین، پھول، پتّی، کھیتیاں اور سمندر کی مچھلیاں بخشی ہیں۔

میں نے کہا، ٹھیک ہے۔ تمہارے خیال میں ہر چیز اولین ہائیڈروجنی انڈے سے پیدا ہوئی ہے اور اس طلسمی انڈے نے اپنی قوت نیچر سے حاصل کی ہے۔ اب بتاؤ اس انڈے اور نیچر میں کیا فرق ہے؟

وہ بولا، دونوں میں فرق مشکل ہے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ ایک، دوسرے کا مسبب نہیں۔

میں نے کہا، چلو! فرض کر لیتے ہیں کہ شروع میں

ہائیڈروجنی انڈا موجود تھا اور اسی سے کائنات وجود میں آئی لیکن کیا تم تسلیم نہیں کرو گے کہ اس انڈے کی تخلیق کے لئے کوئی خالق ہونا چاہئے جو اس کا نگران اور رب ہو۔ کیوں کہ کائنات کا ارتقا از خود نہیں ہے۔ یہ خالق کائنات کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

میرا بھائی رائج تحقیق کا قائل تھا اور ان کے اصولوں کو اصل مانتا تھا۔ میری بات تسلیم نہیں کی۔

میں نے پوچھا، پھر خالق کی جگہ پر کسے رکھتے ہو؟ اگر انڈا موجود ہے تو اس کے لئے کسی عاقل ہستی کا وجود ضروری ہے۔ اگر انڈا خود بہ خود موجود ہوا، اس نے خود اپنے آپ کو بنایا، اور خود ہی اپنا رب اور محافظ ہے۔ پھر یہ غائب کیوں ہو جاتا ہے؟ کیا عقل اس دلیل کو تسلیم کرتی ہے؟ میں نے بات جاری رکھی۔ اگر انڈے میں خود کو سنبھالنے اور حرکت کرنے کی ذاتی قوت نہیں ہے تو ضرور کوئی ہستی ہے جس نے اسے حرکت دی اور اس میں حسبِ مرضی تصرف کیا۔

بھائی نے اس پر غور کرنے کی مہلت مانگی۔

قارئین! مضمون کا آخری حصہ آئندہ ماہ پڑھئے۔

جب تک بھائی صاحب جواب کی تلاش میں ہیں، اس دوران آپ بھی غور کیجئے اور بتایئے کہ نیچر کیا ہے اور یہ بھی کہ پہلے انڈا پیدا ہوا یا مرغی — ؟

(قسط: ۱)

آدمی سے آدمی کا حق ادا ہوتا نہیں

عشق لامحدود جب تک رہنما ہوتا نہیں
زندگی سے زندگی کا حق ادا ہوتا نہیں
بے کراں ہوتا نہیں بے انتہا ہوتا نہیں
قطرہ جب تک بڑھ کے قلزم آشنا ہوتا نہیں
زندگی اک حادثہ ہے اور کیسا حادثہ
موت سے بھی ختم جس کا سلسلہ ہوتا نہیں
کون یہ ناصح کو سمجھائے بہ طرز دل نشیں
عشق صادق ہو تو غم بھی بے مزا ہوتا نہیں
درد سے معمور ہوتی جارہی ہے کائنات
اک دل انساں مگر درد آشنا ہوتا نہیں
میرے عرض غم پہ وہ کہنا کسی کا ہائے ہائے
شکوۂ غم شیوۂ اہل وفا ہوتا نہیں
اس مقام قرب تک اب عشق پہنچا ہی جہاں
دیدہ و دل کا بھی اکثر واسطا ہوتا نہیں
ہر قدم کے ساتھ منزل لیکن اس کا کیا علاج
عشق ہی کم بخت منزل آشنا ہوتا نہیں
اللہ اللہ یہ کمال اور ارتباط حسن و عشق
فاصلے ہوں لاکھ دل سے دل جدا ہوتا نہیں
کیا قیامت ہے کہ اس دور ترقی میں جگؔر
آدمی سے آدمی کا حق ادا ہوتا نہیں

(کلام: جگؔر مرادآبادی)

SEARLE

کینڈرل

پھیلائے دنیا بھر میں مٹھاس لو کیلوری کے ساتھ

30 سال سے زائد عرصے سے دنیا بھر میں ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں کینڈرل چینی جیسی مٹھاس شامل کر رہا ہے وہ بھی معمولی سی کیلوری کے ساتھ۔ کینڈرل بلڈ گلوکوز لیول پر بھی کوئی اثر نہیں کرتا ہے۔ اگر آپ ذیابیطس کے مریض ہیں جو زندگی میں مٹھاس لانا چاہتے ہیں یا آپ اپنے وزن کی خاطر روز میٹھے سے نظر چراتے ہیں تو اب آپ کی مشکل ہوئی آسان۔۔۔ کینڈرل کے ساتھ

• Domestic/Commercial independent solar systems
• Solar Powered Street Lights
• Solar Tube well pumps
• Hybrid solution for Telecom sector/BTS towers
• Large Scale Photo Voltaic plants
SOLAR SOLUTIONS
Midea
World No.1
ALL DC INVERTER COMPRESSORS
LATEST GENERATION INVERTER VRF
LOWEST OPERATING COST IN INDUSTRY
45% SAVINGS AT LOW LOAD
Home and Commercial
Air Conditioners
1080p
HD
SAMSUNG
CCTV commercial | Residential
alhua
Cummins
Power Generation
DIESEL GENERATORS
We offer best IT solutions to meet your needs!
GUIDELIGHT
BUSINESS SOLUTIONS
We Offer Sustainable Solutions...
Jawad Tower, Block-B, 4th Floor, Flat # 6, University Road, Peshawar-Pakistan.Ph# 091-5711454
E-mail: info@gbs.com.pk , azeemi.moon@gmail .com web: www.gbs.com.pk

سید اسد علی

زیارتِ نبیؐ

علمِ شریعت کے ساتھ حضور پاکؐ کا علمِ طریقت بھی ہر جگہ موجود ہے۔ پس آپؐ کی روحِ طیبہ مجالسِ ذکر وفکر میں حاضر رہتی ہے۔

طلوع شمس سے قبل سماں سحر انگیز ہوتا ہے۔ ٹھنڈی ہوا اور مخمور فضا راحت کا احساس دلاتی ہے۔ بادِ نسیم کے جھونکے جب درختوں اور پودوں کو چھوتے ہیں تو پتّوں کی حرکت موسیقی بن جاتی ہے۔ فطرت کے حسین نظارے قرب کے خمار سے بیدار ہوتے ہیں۔ پرندوں کی نغمہ سرائی حواس میں توانائی اور محبت نشر کرتی ہے۔ اندھیرا (روشنی) جب روشنی سے پُر ہوتا ہے تو ذرّے ذرّے میں زندگی لہر بن ہے۔ کلیاں پھول بنتی ہیں، پرندے آشیانوں سے نکلتے ہیں۔ نباتات اور حیوانات کی طرح آدمی بھی کاروبارِ زندگی میں مصروف ہو جاتا ہے۔

صبح کے بعد شام ہوتی ہے تو زبان زدِ عام ہے کہ سورج غروب ہو گیا۔ مگر کیا سورج غروب ہوتا ہے؟ یہ محدود شعور کا قول ہے کہ سورج چھپ گیا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سورج غروب نہیں ہوتا، کہیں اور نمایاں ہو جاتا ہے۔ زمین پر ایک خطے میں رات ہوتی ہے تو دوسرے خطے میں دن ہوتا ہے۔ سورج نامعلوم وقت سے روشن ہے۔ نامعلوم وقت کی وضاحت کے لئے لاکھوں کروڑوں سال کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جب کہ الفاظ سے غیر متغیر میکانزم کی وضاحت نہیں ہوتی۔

نورِ اول، ہادیِ برحق، خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی ذاتِ مبارک ایسا سورج ہے جس کی ضیا سے کائنات کا ذرّہ ذرّہ چمک رہا ہے۔ تمام عالمین میں سورج، چاند اور ستارے اس نور سے روشن ہیں، ہر شے ان کی رحمت و کرم کے وسیلے سے زندگی پاتی ہے، رحمت کے سمندر میں تیرتی ہے، غوطہ زن ہوتی ہے اور اس میں ڈوب کر زندگی کا راز پا لیتی ہے۔

سرورِ دو عالمؐ کا ارشادِ گرامی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے،

''خوب جان رکھو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسولؐ موجود ہے۔'' (الحجرات : ۷)

قرآن کریم قیامت تک مخلوقات کے لئے ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات ٹائم اور اسپیس کے پابند نہیں—ماضی، حال اور مستقبل کی حدبندیوں سے آزاد ہیں۔ رسول اللہؐ کی رحمت ان کے اس دنیا میں ظاہر ہونے سے پہلے تمام عالمین پر سایہ فگن تھی، اور دنیا کی ظاہری آنکھوں سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب رحمۃ للعالمینؐ مخلوق کی دست گیری فرما رہے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ حضور پاکؐ حقیقی زندگی کے ساتھ قائم اور موجود ہیں۔''

(اخبارالاخیار)

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ حضور پاکؐ کی روح پُرفتوح سے فیض حاصل کرنا اویسی طریقہ ہے۔

''میں نے قرآن حضور پاکؐ سے بالواسطہ پڑھا۔ حضور پاکؐ کی روح مقدسہ سے باطنی اکتساب میں، میں حضور پاکؐ کا اویسی ہوں۔ حالتِ بیداری اور عالمِ خواب میں حضور پاکؐ نے احادیث سنیں اور اصلاح فرمائی۔'' (الفوزالکبیر)

شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ فرماتے ہیں:

''صوفیا کا قول ہے کہ معلمِ عالم حضور پاکؐ کی زیارت ہوتی ہے۔'' (خصائص نبویؐ شرح شمائل ترمذی)

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں:

''ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور پاکؐ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور حضور پاکؐ کی حیات دنیا کی سی ہے۔'' (المھند)

معروف عربی مفکر ڈاکٹر محمد علوی ساکن لکھتے ہیں:

''علمِ شریعت کے ساتھ حضورؐ کا علمِ طریقت بھی ہر جگہ موجود ہے۔ پس آپؐ کی روحِ طیبہ مجالسِ ذکرو فکر میں حاضر رہتی ہے۔ علمائے امت نے بیان کیا ہے کہ تمام اہلِ زمین کے لئے حضور پاکؐ کا دیدار ممکن ہے کیوں کہ تمام عالم آئینے کی مانند ہے۔ حضور پاکؐ کے مقام کو سورج کی مثال سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ جب سورج چمکتا ہے تو ہر آئینے کی مقدار کے مطابق اس میں سورج کی صورت نظر آتی ہے۔ اب یہ آئینے پر منحصر ہے کہ وہ بڑا ہے یا چھوٹا، لطیف ہے یا کثیف۔ پس جس طرح کا شیشہ ہوگا، سورج بھی اسی لحاظ سے اس میں چمکے گا۔''

(کتاب: الذخائرالمحمدیہ)

رسول اللہؐ سے محبت کرنے والوں کو آپؐ کی زیارت ہوتی ہے۔ تاریخ میں ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔ آپؐ کے پردہ فرمانے کے بعد امت کی دست گیری کے واقعات کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔

آیئے چند واقعات سے ذہن وقلب کو منور کریں۔

قصیدہ بردہ شریف:

حضرت شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن سعید بن حماد البوصیری کا عربی نعت گوشعرا میں خصوصی مقام ہے۔آپ کا قصیدہ بردہ شریف بہت مشہور ہے۔ 608ھ کو مصر کے قصبے ولاص میں پیدا ہوئے۔

حضرت شرف الدین بوصیریؒ کو ابتدائی عمر سے نعت گوئی کا شوق تھا۔تقریباً 50 برس کی عمر میں مصر کے مشہور صوفی ابوالعباس احمد المرسیؒ کے مرید ہوئے۔ ان کے فیض سے کلام میں سوز وگداز پیدا ہوا۔

فالج کی وجہ سے حضرت شرف الدین بوصیریؒ کا نچلا دھڑ بے حرکت ہوگیا۔ ماہر طبیبوں سے علاج کروایا، افاقہ نہیں ہوا۔مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق روز بروز کم زور ہوتے گئے ۔ مایوس اور غمگین رہتے اور بارگاہِ ایزدی میں صحت کی بحالی کی دعا کرتے تھے۔

ایک روز خیال آیا کہ ہادیِ برحق حضرت محمدؐ کی مدحت میں قصیدہ لکھنا چاہئے۔چناں چہ قصیدہ نظم کیا اور رحیم وکریم اللہ کی بارگاہ میں قصیدے کو واسطہ بنا کر دعا کی۔ جمعہ کی رات حضوریِ قلب کے ساتھ قصیدہ پڑھنا شروع کیا، نیند کا غلبہ ہوگیا۔

خواب میں قسمت نے یاوری کی — دیکھا کہ دربارِ رسالتؐ میں قصیدہ پڑھ رہے ہیں اور حضرت محمدؐ نہایت مسرور ہیں۔ جب آپ اس بیت ''کم ابرات وصبا......ربقۃ اللمہ'' پر پہنچے تو سرکار کائناتؐ نے بردہ یمانی (یمنی چادر) عطا فرمائی۔

علامہ بوصیریؒ بیدار ہوئے تو خود کو تن درست پایا جیسے کبھی فالج نہ ہوا ہو۔جسم پر فی الواقع چادر موجود تھی۔ بردہ عربی میں دھاری دار چادر کو کہتے ہیں۔

صبح ایک درویش سے ملاقات ہوئی۔ اس نے قصیدے کی نقل کی اجازت چاہی۔علامہ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ کی مدحت میں کئی قصائد لکھے ہیں۔ آپ کو کس قصیدے کی نقل چاہئے؟

درویش نے کہا، اس قصیدے جس کی ابتدا میں ''امن تذکر جیران بذی سلم'' (کیا تجھے ذی سلم کے ہمسائے یاد آگئے) کا مصرعہ ہے۔علامہ بوصیریؒ نے حیرت سے کہا، واللہ! اب تک میرے قصیدے سے کوئی شخص واقف نہیں۔آپ نے کس سے سنا؟

درویش نے کہا، گزشتہ شب خواب میں آپ سے سنا تھا۔خواب من وعن بیان کیا اور کہا کہ میں بھی اس وقت بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر تھا۔

ایک اور واقعہ پڑھئے۔

مرواح بن مقبلؒ قاہرہ میں رہتے تھے۔ ان کی آنکھوں میں بادشاہ وقت نے سلائی پھروا دی تھی یعنی لوہے کی سلائی گرم کر کے آنکھوں میں لگوائی جس سے آنکھیں ضائع ہوگئیں اور پیپ پڑ گئی۔

بے حد تکلیف ہوتی تھی۔ ایک عرصے بعد مدینہ منورہ جانا ہوا۔ روضۂ اطہر کے قریب کھڑے ہو کر حال بیان کیا۔ خواب میں دیکھا ــــ حضرت محمدؐ تشریف لائے اور آنکھوں پر دستِ مبارک پھیرا۔

بیدار ہوئے تو زخم مٹ چکا تھا اور بینائی واپس آ گئی تھی۔ خبر مدینہ منورہ میں پھیل گئی۔ قاہرہ واپس آئے تو بادشاہ آنکھیں سلامت دیکھ کر مشتعل ہوا اور سمجھا کہ جلادوں نے حکم عدولی کی ہے۔ جب لوگوں نے بتایا کہ مرواح مدینہ منورہ پہنچنے تک اندھے تھے اور وہاں پہنچ کر بینائی واپس آئی ہے تو بادشاہ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور وہ بہت نادم ہوا۔

مخلوقات کے دکھوں کے مداوے کے ساتھ ساتھ رسول کریمؐ بعد از وصال اہلِ علم اور اہلِ نظر کی تربیت فرماتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک واقعہ عاشقِ رسولؐ حضرت علامہ اقبالؒ کا ہے۔

چوہدری غلام حیدر خان چشتیؒ جب لاہور تشریف لے جاتے تو بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے تھے۔ علامہ اقبالؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھتے تو علامہ اقبالؒ کی روح پُرفتوح سے گفتگو ہوتی۔

ایک دفعہ مزار پر حاضری کے دوران دریافت کیا کہ آپ نے مغربی تہذیب میں رہ کر تعلیم حاصل کی پھر عملی طور پر اسلام کی طرف کیسے راغب ہوئے؟

حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

''سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوا۔ میں عام مسلمان تھا۔ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت کے مطالعے کا خیال پیدا ہوا اور بزرگانِ دین خصوصی طور پر حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کا کلام بغور پڑھا اور استفادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پتہ چلا کہ دین کی روح مخلوق سے محبت اور اطاعت رسولؐ ہے۔ میں نماز فجر سے پہلے اٹھتا، نوافل ادا کرنے کے بعد قرآن کریم کی تلاوت، ذکر، کلمہ طیبہ اور درود شریف کا بہت ورد کرتا حتیٰ کہ فجر کے بعد بھی یہی معمول رہتا۔ میرے علم میں اضافہ ہوا۔ بزرگانِ دین نے راہ نمائی فرمائی اور اطاعتِ رسولؐ پر زور دیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے حضور اقدسؐ نے مجھے زیارت سے نوازا۔ اس میں میری کسی خوبی یا اچھائی کو دخل نہ تھا بلکہ یہ حضور پاکؐ کی اپنے ایک ادنیٰ امتی اور غلام پر نگاہِ رحمت و شفقت تھی۔''

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ علامہ اقبال عاشقِ رسولؐ ہیں اور سیدنا حضور پاکؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

قارئین! خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی زیارت کے واقعات بے شمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے سینے عشقِ رسولؐ سے پُر ہو جائیں اور ذکرِ رسولؐ ہمارے خون کے ساتھ دور کرے، آمین۔

سید عبدالقدوس ہاشمی

آب و آتش کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

جغرافیہ کی کتابوں میں جنت وجہنم کا ذکر نہیں ہے لیکن جنت وجہنم پر اس کا اثر نہیں پڑتا۔ جغرافیہ کی کتابوں میں دس ہزار سال پہلے کے خطۂ ارض کا نقشہ بھی نہیں ہے۔

تلاش فطری جذبہ ہے جو قدرت نے ہر مخلوق کو عطا کیا ہے۔ مخلوق میں یہ صفت ''الست بربکم'' سے متحرک ہوئی جب سب نے آواز سن کر تلاش کیا کہ کس نے پکارا ہے۔ اس موقع پر تخلیقات کے لئے بامقصد زندگی گزارنے کا جو پہلا اصول وضع ہوا وہ ''جاننے کا ذوق'' ہے۔

ہم کچھ دیکھیں یا سنیں اور اس کے متعلق جاننے کا ذوق پیدا نہ ہو تو یہ فطرت سے دوری اور اس نظام کے خلاف بغاوت ہے جو قدرت نے ہمارے لئے ترتیب دیا ہے۔ نظام سے روگردانی کرنے والا ذہن بے سکون رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کے اندر تلاش (معرفت) کا ذوق رکھا ہے۔ جانی انجانی آواز سن کر متوجہ ہونا، نیا چہرہ دیکھ کر اجنبیت کا احساس اور معمول سے مختلف واقعات پر چونکنا، ہمارے اندر ذوق اور جاننے کی صلاحیت سے متعلق ہے۔

جاننے کی تحریک ہم سب کے اندر پیدا ہوتی ہے، بیش تر لوگ اس طرف پیش قدمی نہیں کرتے، ایسے لوگ بھی ہیں جو چند قدم بڑھاتے ہیں پھر غیر مستقل مزاجی اور فکر کی نارسائی سے تنگ آ کر راستہ بدل لیتے ہیں۔ جو صاحب اور صاحبہ جاننے کا ذوق رکھتے ہیں، وہ سفر میں منزل کے علاوہ کسی عارضی شے کو قبول نہیں کرتے۔

جستجو اور تلاش سے علوم کی شاخیں وجود میں آتی ہیں اور تحقیق کے طریقِ کار وضع ہوتے ہیں۔ ہر آدمی کی صورت مختلف ہے اور سب کا طریقِ فکر باوجود بہت سی یک نیتوں کے ایک دوسرے سے امتیاز رکھتا ہے۔ امتیاز سے مکاتبِ خیال یا شعبوں کی داغ بیل پڑتی ہے۔ کسی بھی مکتبِ خیال پر غور کریں، آپ کو نظر آئے گا کہ،

آب و آتش کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

جب سے دنیا آباد ہے، کیا، کیوں، کب، کیسے اور کہاں وہ سوالات ہیں جن کی تلاش میں عقل و فکر کی ساری جولانیاں صرف ہو رہی ہیں۔ تلاش ایک طرف محسوسات کی تحلیل اور درجہ بندی کا کام کرتی ہے، ساتھ ساتھ فرد تجربات و مشاہدات سے بھی گزرتا ہے جو ارتقا میں معاون بن جاتے ہیں۔ تحقیق و تلاش کے اس عمل کو دنیا سائنسی علوم کہتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ تجربات کی مدد سے بہت کچھ معلوم ہونے کے بعد بھی تسکین نہیں ہوتی اور سوالات باقی رہتے ہیں۔

مثلاً غالبؔ کے مذکورہ شعر کو لیجئے۔ سائنس اور تجربہ اس شعر کے جواب میں تحلیل در تحلیل کا طویل سلسلہ شروع کر کے 90 یا 93 اجزا میں تقسیم کر دے گا۔ اس مقام پر پہنچ کر تجربے اور محدود مشاہدے کا کام ختم ہو جاتا ہے لیکن سوال بدستور باقی رہتا ہے۔

پہلے آب، آتش، ابر اور ہوا کے متعلق سوال تھا کہ کہاں سے آئے ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے۔ اب یہی سوال 90، 93 اجزا کے لئے پیدا ہو گیا کہ ان کا ماخذ کیا ہے، یہ کیسے بنے اور یہی کیوں بنے، کچھ اور کیوں نہیں بنا—؟ سوال یہ تھا کہ آب کہاں سے آیا؟ جواب ملا دو گیسوں کے باہمی امتزاج سے۔ وہ دو گیسیں کہاں سے آئیں، کیسے بنیں اور صرف دو گیسوں میں ہی تعامل کیوں ہوا؟

پھر سوال تھا کہ آتش کہاں سے آئی۔ سائنس نے جواب دیا کہ مختلف خلیات کے باہمی ٹکراؤ سے۔ خلیات کہاں سے آئے؟ جواب ملا کہ برقیات کی تکاثف پذیری سے۔ حضور یہ برقیات کہاں سے آئے؟ ممکن ہے کہ ایک، دو، چار یا چھ درجے تک تجرباتی علوم آپ کو مزید جوابات مہیا کر دیں لیکن سوال پھر بھی باقی رہ جاتا ہے۔

محقق غیر جانب دار ہے تو سوال و جواب کے طویل یا مختصر سلسلے کے بعد بالآخر فکر ایک مقام پر رک جاتی ہے جہاں ذہن تسلیم کرتا ہے کہ ہر شے ایک ہستی نے بنائی ہے جو علیم و حکیم ہے اور ہر شے پر قدرت رکھتی ہے۔

''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد (بدیع) ہے اور جس بات کا وہ فیصلہ کرتا ہے، اس کے لئے بس یہ حکم دیتا ہے کہ 'ہو جا' اور وہ ہو جاتی ہے۔'' (البقرۃ: ۱۱۷)

بدیع کے معنی ہیں نئے سرے سے پیدا کرنے والا، جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شے اس صورت پر تخلیق کی ہے کہ سب کا ایک دوسرے پر انحصار ہے اسی لئے تحقیق کے دوران ہر مرحلے پر دوسرا رخ زیر بحث آ جاتا ہے جس سے محقق واقف نہیں ہوتا۔ مثالیں دی جا چکی ہیں۔

کوئی مخلوق ایک رخ میں نہیں، سب کا دوسرا رخ موجود ہے جو جوڑے جوڑے اور جوڑے دہرے

کے تخلیقی قانون کے تحت مظہر بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جواب کے پیچھے ایک سوال اور ہر سوال کا جواب موجود ہے۔

جانب دار مفکر بھی فکر کی انتہائی منزل پر اس ہستی کے بارے میں ضرور سوچتا ہے جس نے کائنات تخلیق کی ہے۔ الطاف حسین حالؔی نے کیا خوب کہا ہے:

دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے نہ بن آیا تیرا!

تحقیق میں صحیح مقام تک پہنچنے کی آسان صورت یہ ہے کہ فرد خالق کائنات اللہ تعالیٰ کی معرفت تحقیق و تلاش کرے ورنہ مفروضات کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ یہ بات صرف محقق کے لئے نہیں، میرے اور آپ کے لئے بھی ہے۔ سوچئے ہمارے معمولات میں ''کیئر آف اللہ'' طرزِ فکر کا عمل دخل کتنا ہے؟ صبح جاگنے سے لے کر رات کو سونے تک ہم اللہ کو کتنا یاد کرتے ہیں؟ ہماری زندگی فطرت سے قریب ہے یا دور؟ ہمیں زندگی پیچیدہ اور مشکل کیوں لگتی ہے؟

''کیئر آف اللہ'' طرزِ فکر یہ ہے کہ فرد اقرار کرے کہ اولاد، مال اور رشتے ناتوں سے میرا براہِ راست تعلق نہیں، ہمارے درمیان اللہ ہے جس نے سارے وسائل عطا کئے ہیں۔ دراصل ''کیئر آف اللہ'' طرزِ فکر راسخ نہ ہونے کی وجہ سے ہم فیصلہ کرتے ہوئے درست نتیجے پر نہیں پہنچتے۔

قدرت ہر مقام پر بندے کی راہ نمائی کے لئے مختلف طریقوں سے انسپائر کر کے اشارہ دیتی ہے کہ ظاہر کے پس پردہ باطن کو سمجھو۔ جیسے تحقیق کے دوران جب ربط کے میکانزم سے واسطہ پڑتا ہے کہ ہر سوال کا سبب ہے، اس سبب کا ایک اور سبب ہے اور سلسلۂ ربط معطل نہیں ہوتا تو یہ ترتیب لامحدودیت کا اشارہ ہے کہ پہنائی میں نظر آنے والا ذرّہ اور قطرہ، گہرائی میں پہاڑ اور سمندر ہے، اور یہ کہ لامحدودیت کا پتہ لامحدود ہستی کی معرفت ہی ملتا ہے۔

علم نہ ہونا، عدم وجود کی دلیل نہیں۔ زمین کا پہلا اور آخری قطعہ میں نے اور آپ نے نہیں دیکھا لیکن کیا وہ موجود نہیں ہے؟ دانا کہتے ہیں کہ اقرارِ وجود کے لئے محدود علم کافی ہے لیکن انکارِ وجود کے لئے وسیع علم درکار ہے۔ مثال یوں سمجھئے کہ اگر ناصر نامی کوئی شخص راولپنڈی میں رہتا ہے تو اس کے جواب میں ہاں کہنے کو اتنا علم کافی ہے کہ آپ کو راولپنڈی میں کسی ناصر نامی شخص کا علم ہو۔ لیکن انکار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ اس شہر میں ہر شخص کے نام سے واقف ہوں۔

بعض محققین کا عقیدہ ہے کہ کائنات کا کوئی خالق نہیں، حرکت کا محرک نیچر ہے، نیچر کون ہے، ان

کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ جغرافیہ کی کتابوں میں جنت و جہنم کا ذکر نہیں ہے لیکن جنت و جہنم پر اس کا اثر نہیں پڑتا۔ جغرافیہ کی کتابوں میں دس ہزار سال پہلے کے خطۂ ارض کا نقشہ بھی نہیں ہے۔

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا کے بعد زندگی نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہاں سے جانے والے لوگ خواب، خیال اور تصور میں کیوں آتے ہیں؟ وہ خیال اور خواب کے ذریعے ہمیں کسی ماحول یا مقام پر نظر آتے ہیں۔ وہ مقام کہاں پر اور کائنات کے کس حصے میں ہے—؟

زندگی حواس کے دائرے میں گزرتی ہے اور حواس نیند اور بیداری میں مختلف رفتار سے کام کرتے ہیں۔ مثلاً نیند میں آدمی دیکھتا ہے کہ میں روضۂ رسولؐ پر حاضر ہوں۔ خواب کا علم جاننے والے تعبیر بتاتے ہیں کہ جلد یا بدیر حج یا عمرے کی سعادت حاصل ہوگی۔ صاحبِ خواب کے پاس ہزاروں میل دور سفر کے لئے بظاہر وسائل نہیں ہیں لیکن خواب میں مستقبل کی منظر کشی ہوئی کہ وسائل کا انتظام ہو چکا ہے۔ بیداری کا ٹائم زون الگ ہے اس سبب سے تعبیر ظاہر ہونے میں وقت لگتا ہے۔ اگر صاحبِ خواب کو تفکر کا ذوق ہے تو وہ ضرور سوچے گا کہ وسائل کا انتظام کیسے ہوا؟ جب میں خواب میں ناقابلِ بیان وقت میں مدینہ منورہ پہنچ سکتا ہوں تو بیداری میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ خواب میں مجھے مدینہ منورہ کس نے پہنچایا اور واپس کون لے کر آیا؟

زون بدلتا ہے تو صلاحیت اس زون کے مطابق ہو جاتی ہے۔ لامحدود حواس سب کو حاصل ہیں اسی بنا پر خواب میں تجربہ اور مشاہدہ ہوتا ہے لیکن ان حواس کو بیداری میں منتقل کرنے کا علم ہر ایک کو نہیں۔ آدمی نے تحقیق کر کے ہوائی جہاز ایجاد کر لیا ہے لیکن نیند کی دنیا کہہ رہی ہے کہ اڑنے کی صلاحیت تمہارے اندر موجود ہے۔

حواس کو حقیقت کی تلاش میں کیسے استعمال کرنا ہے اس کا علم خالقِ کائنات اللہ نے الہامی کتابوں اور اپنے نیک بندوں کے ذریعے مخلوقات کو دیا ہے۔ کام کیئر آف اللہ طرزِ فکر کے بغیر کرنے سے علم کی تسکین نہیں ہوتی، سوالات ادھورے رہ جاتے ہیں، مفروضات (آرا) قائم ہوتے ہیں جو کچھ وقت کے بعد مسترد ہو جاتے ہیں۔

محقق کا کردار قابلِ تحسین ہے کہ وہ عام لوگوں کے برعکس تحقیق میں مصروف رہتا ہے، ایجادات کرتا ہے، نئی چیزوں کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے اور اپنے تئیں کائنات کو جاننے کی کوشش میں مصروف ہے۔ دوسری طرف ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ایجادات اور وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن جاننے کی

کوشش نہیں کرتے کہ یہ کیسے بنے۔ اگر برسات میں زمین پر گرنے والے قطرے دیکھ کر آسمان کی طرف نظر نہ جائے کہ پانی کہاں سے آتا ہے، اوپر کیا ہے، اس سے پہلے پانی کیوں نہیں برسا اور پانی کون برساتا ہے تو یہ علم سے دوری اور ٹھوٹ ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ تعجب ہے کہ وسائل کا استعمال ہو لیکن وسائل کی ترسیل کے نظام کو نظر انداز کر دیا جائے۔ خوشی یا ناخوشی کے سبب کچھ دیر کی غفلت ہو سکتی ہے لیکن پوری زندگی غافل رہنا — ؟

سوچ — علم اور یقین پر مبنی ہوتی ہے، چاہے یہ علم صحیح ہو یا غلط۔ تغیر میں زندگی گزارنے والے کو تغیر پر یقین نہ ہو تو وہ راستہ بدل لے گا۔ چناں چہ ضروری ہے کہ یقین کی راہ درست ہو اور اس کا ذریعہ اس ''ہستی'' سے ربط ہے جو شک سے ماورا ہے۔

ہر مذہب اللہ پر یقین کا سبق دیتا ہے، اپنے نبی اور تمام انبیائے کرام پر ایمان کو لازم قرار دیتا ہے۔ الہامی کتابوں میں گزشتہ انبیائے کرام کی تعلیمات کا ذکر اور بعد میں آنے والے پیغمبروں کی بشارت ہے۔ آخری نبی حضرت محمدؐ نے بتایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

انبیائے کرام اور آخری نبی حضرت محمدؐ نے شک کو گم راہی اور یقین کو نشانِ منزل فرمایا ہے۔ انبیائے کرام کے معجزات میں کائناتی قوانین کے رموز ہیں۔

بزرگ سے کسی نے پوچھا، معرفت حاصل کرنے سے آپ کی زندگی میں کیا فرق آیا؟

فرمایا، جب میں صبح اٹھتا ہوں تو اس ''یقین'' کے ساتھ اٹھتا ہوں کہ اللہ زندگی سے موت اور موت سے زندگی عطا کرتا ہے۔

پوچھا، لیکن یہ بات تو ہم سب جانتے ہیں۔

فرمایا، سب جانتے ہیں لیکن ہر شخص محسوس نہیں کرتا۔ کیا لفظ ''نشہ'' سن کر بھی کوئی مدہوش ہوا ہے؟

ان برگزیدہ ہستیوں نے زندگی کے آسان اور پیچیدہ سوالات کا جواب ظن و تخمین کے بجائے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے ذریعے حاصل کیا۔ شک کے ذریعے قائم نظریات مسترد ہو جاتے ہیں جب کہ انبیائے کرام کے قوانین اور تخلیقی فارمولے رہتی دنیا تک قائم ہیں، ان میں کوئی تبدیلی نہیں کیوں کہ ان ہستیوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کائنات میں تفکر کیا اور علمِ شے سے واقف ہوئے۔

قدرت نے ہمیں جاننے کے ذوق اور یقین کی دولت سے نوازا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ انبیائے کرام کی تعلیمات کو اپنا کر اندر میں ذوق کی تسکین کریں، اپنی دنیا سے واقف ہوں اور دوسری دنیاؤں میں داخل ہونے کی راہ تلاش کریں اور تلاش کے سفر میں کیئر آف اللہ طرزِ فکر کو نشانِ راہ بنائیں۔

عظیمی

چاند کی کرنوں سے ــــ

گھنے اور لمبے بالوں کی نشوونما

45 سال سے خواتین کا پسندیدہ

روغن گلوسبز

کراچی: 021-36039157	فیصل آباد: 041-8540132	پشاور: 03219110156
حیدرآباد: 0222781798	لاہور: 03224112737	مانسہرہ: 03005621447
میرپورخاص: 03133508543	راولپنڈی: 051-5169242	مظفرآباد: 05822446661
ڈگری: 03453700144	اٹک: 03135168800	میرپور: 03455701558
ملتان: 03006338192	ہری پور: 03135914147	

دادی اماں سلام

بعض گھروں میں مائیں بچوں سے کہتی ہیں کہ جاؤ دیکھو، پھوپھی اور دادی کیا باتیں کر رہی ہیں۔ اکثر دادی اور پھوپھی بھی یہی کرتی ہیں۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ بچہ کوئی بات سن کر اماں کو بتاتا ہے۔ اماں تصحیح کرنے کے بجائے پوچھتی ہیں، اور کیا کہا — ؟

اکثر چھوٹی باتیں سنگین نوعیت اختیار کر لیتی ہیں۔ اگرچہ فریقین کی نیت الجھنے کی نہیں ہوتی لیکن سادگی یا مذاق میں کہے گئے جملے کو دوسرا فریق اپنی ہتک سمجھ لیتا ہے اور صورت حال گمبھیر ہو جاتی ہے۔ جب تک ماحول سازگار نہیں ہوتا، ذہن پر بوجھ رہتا ہے۔

مسئلہ: آپ کو کسی کی بات یا طرزِ عمل ناگوار گزرا۔ اس نے ارادی طور پر ایسا کیا ہو یا غیر ارادی طور پر — بتائیے! آپ کیا کریں گے، ناراض ہوں گے یا درگزر کر دیں گے؟

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت درگزر کرنا ہے۔ آدمی خطائیں کرتا ہے اور رحیم و کریم اللہ درگزر فرماتا ہے۔ اللہ کی سنت پر عمل کر کے درگزر کرنے سے بندے کو "صفتِ درگزر" کی نسبت منتقل ہوتی ہے۔

درگزر کرنے کا مطلب تربیت سے کنارہ کشی سمجھ لیا گیا ہے۔ تکلیف پہنچنے پر معاف کرنا درگزر ہے جب کہ اخلاق کی اصلاح کرنا تربیت ہے۔

ہمارے گھر مہمان آئے۔ ساتھ میں ڈھائی سال کی بچی تھی۔ بچی نے پانچ منٹ میں ڈرائنگ روم کا حشر نشر کر دیا۔ پیالے میں قدیم طرز کے شیشے سے بنے چھوٹے چھوٹے پتھر رکھے تھے۔ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور ٹیبل پر زور سے مارنا شروع کیا۔ کمرے میں شور ہو گیا۔ ماں باپ ہنسنے لگے اور روکا نہیں۔ ہم خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

بچے پہلی منزل پر پڑھائی کر رہے تھے۔ شور سن کر نیچے آئے کہ کیا ہو گیا، کون کیا توڑ رہا ہے۔ ڈرائنگ روم کا منظر دیکھا تو ہونق ہو گئے۔ پھر انہیں بچی نظر آئی اور وجہ سمجھ میں آ گئی۔ انہوں نے اسے پیار کیا اور واپس کمرے میں جا کر بچی کے لئے چاکلیٹ لائے اور بچی کے ساتھ کھیل کر توجہ تقسیم کی۔

میرے بچوں کے چہروں پر مہمان ماں باپ کے

لئے سنجیدگی اور افسوس تھا۔ مہمانوں نے ناگواری کی لہریں محسوس کرلیں اور صفائیاں دینے لگے۔

بچی کی ماں نے فوراً وضاحت کی کہ دراصل میری ساس سختی سے منع کرتی ہیں کہ بچے جو کرتے ہیں، کرنے دیا کرو، ٹوکنے سے اعتماد متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے یہ جو کرتی ہے، ساس کی وجہ سے اسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں جاب کرتی ہوں اور شام چھ بجے گھر پہنچتی ہوں۔ بچی دادی اور پھوپھی کے پاس ہوتی ہے۔ اس کے لئے ہم نے آیا بھی رکھی ہے۔

قارئین! فیصلہ کرنے میں میری مدد کیجئے:

★ کیا ماں باپ اور دادی اچھی تربیت کر رہے ہیں؟

★ کیا یہ درگزر کرنا ہے؟

★ کیا چشم پوشی نقصان دہ نہیں ہوسکتی؟

بادشاہ نوشیرواں عادل کو شکار کا شوق تھا۔ ایک مرتبہ شکار کی مہم کے دوران شاہی قافلہ جنگل میں خیمہ زن تھا۔ باورچی شکار کئے ہوئے گوشت سے کباب تیار کر رہا تھا۔ سامان میں نمک نہیں ملا تو سپاہی سے کہا کہ قریب موجود بستی میں جائے اور نمک لے کر آئے۔

اس سے پہلے کہ سپاہی نمک لینے خالی ہاتھ روانہ ہوتا، نوشیرواں عادل نے باورچی کی بات سن لی۔ سپاہی کو آواز دی، نمک کی قیمت ضرور ادا کرنا۔

سپاہی نے عرض کیا، عالم پناہ! ہمیں نمک کی معمولی مقدار کی ضرورت ہے، قیمت ادا کئے بغیر لے لوں تو کیا فرق پڑے گا۔

نوشیرواں عادل نے بولا، بہت فرق پڑے گا۔ برائی ابتدا میں معمولی دکھائی دیتی ہے لیکن انجام بھیانک ہوتا ہے۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں، (ترجمہ)

جو شاہ باغِ رعیت سے کھائے ایک بھی سیب
غلام اس کے اکھاڑیں درخت میوہ دار
جو نیم بیضے کے مقدار ظلم شہ سے ہو
پرودے سیخ میں اس کی سپاہ مرغ ہزار

ابتدا میں برائی چھوٹی دکھائی دیتی ہے لیکن نتائج کے بعد احساس ہوتا ہے کہ بظاہر معمولی عمل، اثر کے اعتبار سے کتنا سنگین ہے۔ معمولی پریشانی ڈپریشن کا مریض بنا دیتی ہے، زخم کا علاج نہ ہو تو مہلک ہوسکتا ہے، اسی طرح آغاز میں خامی کا سدباب نہ ہونے کے نتائج بھیانک ہوجاتے ہیں۔

موجودہ دور میں خواتین وحضرات کی قوت فیصلہ کم زور نظر آتی ہے ـــ اکثریت عقلِ سلیم سے دور ہے۔ عقلِ سلیم صحیح وقت پر درست فیصلہ کرنے کی بصیرت عطا کرتی ہے۔ حالات یہ ہیں کہ نمود ونمائش اور سہل پسند زندگی کے رجحان میں تیزی سے ماں

باپ تربیت کی ذمہ داری سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ ذمہ داری ــــ ذہن کے خلیات چارج کرتی ہے اور صلاحیتوں کے بند خانے کھولتی ہے۔ ذمہ داری سے پیچھے ہٹنے کا مطلب ہے کہ دماغ میں اس صلاحیت سے متعلق خانہ بند ہوگیا۔ جیسے زمین میں بیج بو دیا گیا ہے لیکن ابھی اس تک پانی نہیں پہنچا ــــ ایک وقت کے بعد وہ ناقص ہوگیا۔

مائیں بچوں کو وقت دینے کے بجائے آئی پیڈ یا tablet (چھوٹے کمپیوٹر) دے دیتی ہیں۔ بچے کو آیا سنبھالتی ہے اور اماں کی سہل پسندی بڑھ جاتی ہے۔ باپ بھی بچے کو وقت نہیں دیتا، گھر آکر زیادہ وقت ٹی وی دیکھنے میں گزرتا ہے۔

سلطانہ ڈاکو کا قصہ آپ نے پڑھا ہے۔ پھر پڑھئے اور اس کے آئینے میں کسی بھی بری عادت کو پرکھئے۔ ضروری نہیں کہ ہر برائی کا انجام پھانسی کا تختہ ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ برائی زندگی کو برباد کر دیتی ہے۔

قصے میں مرکزی کردار سلطانہ ڈاکو کے بجائے اس کی ماں ہے۔ جب وہ چھوٹا تھا تو پڑوس سے انڈا چوری کرکے لایا۔ چاہئے تھا کہ ماں بیٹے کو غلطی کا احساس دلاتی اور ساتھ جا کر انڈا واپس کرواتی ــــ ماں نے سرزنش نہیں کی اور انڈا پکا کر کھلا دیا۔

سوچ یا عمل قبول کرلیں تو وہ خون میں شامل ہو جاتا ہے ــــ چوری کرنے سے انڈے کی تاثیر بدلی اور اس میں تخریب کی لہریں غالب ہوگئیں۔ بچے کو پیغام ملا کہ چوری کرکے کھانے میں حرج نہیں ــــ اور وہ سلطانہ ڈاکو کے نام سے مشہور ہوگیا۔

ہر عمل اپنے انجام کو پہنچتا ہے۔ سلطانہ ڈاکو نے جو بویا بالآخر اسے کاٹنے کا دن آگیا۔ ایک ڈکیتی کے دوران وہ پکڑا گیا۔ جرم ثابت ہونے پر پھانسی کی سزا ہوئی۔ آخری خواہش پوچھی گئی تو کہا کہ وہ تختہ دار پر اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہے۔

ماں آئی ــــ بیٹے کو پھانسی کے تختے پر دیکھا تو چیخ نکل گئی اور دھاڑیں مار کر رونے لگی۔

بیٹے نے تاسف سے کہا، ماں! تجھے اسی لئے بلایا ہے کہ میرا انجام دیکھ! جب میں پڑوس سے انڈا چرا کر لایا تھا تو نے مجھے پکا کر کھلایا ــــ اگر تو مجھے چوری کا انڈا نہ کھلاتی اور سرزنش نہ کرتی تو یہ دن نہ آتا۔

بعض گھروں میں مائیں بچوں سے کہتی ہیں کہ جاؤ دیکھو، پھوپھی اور دادی کیا باتیں کر رہی ہیں۔ اکثر دادی اور پھوپھی بھی یہی کرتی ہیں۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ بچہ کوئی بات سن کر اماں کو بتاتا ہے۔ اماں تصحیح کرنے کے بجائے کہ باتیں سننا اور یہاں کی بات وہاں کرنا اچھی بات نہیں، بچے سے پوچھتی ہیں، اور کیا کہا ــــ؟ اس عادت سے فساد ہوتا ہے،

گھر میں بھی اور طبیعت میں بھی۔ بچہ بڑا ہوتا ہے تو اپنی زندگی عذاب ہو جاتی ہے۔

میں اس واقعے کا گواہ ہوں۔ جس بچے کے ساتھ یہ ہوا، وہ میرے پڑوس میں رہتا تھا۔ اس نے چھوٹی عمر سے سن گن لینا اور یہاں کی بات وہاں، وہاں کی بات یہاں کرنا سیکھی۔ اماں کی باتیں دادی کو اور دادی کی باتیں اماں کو بتاتا تھا۔ دونوں جانب سے اہمیت ملی۔ بچے میں جھوٹ پروان چڑھا اور وہ بات بڑھا چڑھا کر پیش کرنے لگا۔ گھر میں فساد شروع ہوئے اور سکون ــــ بے سکون ہو گیا۔

بچے نے گھر کے باہر بھی یہی رویہ اپنایا۔ ان عادتوں کے ساتھ وہ لڑکپن اور جوانی میں داخل ہوا۔ شادی ہوئی، بچے ہوئے، زندگی بے فکر گزر رہی تھی۔ ذہن میں تخریب تھی، جن دوستوں میں اٹھا بیٹھا، وہ اسے ایک روز جوا خانے لے گئے۔ دوست جانتے تھے کہ اسے جائیداد میں حصہ ملا ہے۔ چند روز دوست جان بوجھ کر ہارتے رہے اور وہ جیتتا رہا۔ لالچ میں آ کر ایک روز بڑی بازی لگائی۔ دوست موقع کے انتظار میں تھے۔ انہوں نے جس شخص کو اس کے ساتھ کھیلنے کے لئے بٹھایا، وہ اس فن میں ماہر تھا۔ لڑکا ہار گیا ــــ دوستوں کی سازش کامیاب ہو گئی۔ دولت ہاتھ سے گئی اور خوب صورت جوان لڑکا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔

بتایئے کہ لڑکے کی تباہی کا آغاز کہاں سے ہوا؟

ایسی غلطی جس سے اخلاقی تربیت پر اثر نہ پڑے، درگزر کی جاسکتی ہے۔ اگر انفرادی اور اجتماعی طور پر اخلاقی بگاڑ کا احتمال ہو تو روک تھام ضروری ہے۔

جھوٹ چھپانے کے لئے 100 جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ جب ایک جھوٹ کئی زندگیاں اجاڑ دیتا ہے، سوچیے سو جھوٹوں کا دائرہ اثر کیا ہوگا۔

بچے کے اندر برائی اور جھوٹ نہیں ہے لہٰذا وہ جو کچھ دیکھتا ہے، صحیح سمجھ کر اپنا لیتا ہے اور غیر محسوس طریقے سے برائی اس کی طبیعت کا حصہ بن جاتی ہے۔ پھر وہ جھوٹ بولنے، غیبت کرنے اور ٹوہ میں رہنے میں قباحت محسوس نہیں کرتا۔ غلطی دانستہ سرزد ہو یا نادانستہ، اصلاح لازم ہے ورنہ وہ اسے دہراتا ہے۔ اصلاح کے لئے نرمی سے کام لیا جائے، بچے کے ساتھ وقت گزارا جائے، جہاں سختی کی ضرورت ہو وہاں سختی کی جائے لیکن میانہ روی کے ساتھ۔

صاحبِ فہم سے کسی نے میانہ روی کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا،

''حد سے زیادہ غصہ وحشت کا موجب ہے اور بے وقت نرمی سے آدمی وقار کھو دیتا ہے۔ نہ اتنی درشتی کرو کہ لوگ تم سے تنگ آ جائیں نہ اس قدر نرمی برتو کہ تمہاری نرمی کو کمزوری سمجھا جائے۔''

فرزانہ پرویز

ایک اور آٹھ ــــ؟

A	B	C	D	E	F	G	H
1	2	3	4	5	6	7	8
۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
چ	ج	ث	ٹ	ت	پ	ب	ا

اکثر اٹھتے بیٹھتے سوال ذہن میں آتا ہے کہ،

ایک، ایک کیوں ہوتا ہے ــــ؟

ایک، آٹھ کیوں نہیں ہوتا ــــ؟

سوال حل کرنے کی کوشش میں جو سطریں ذہن کی اسکرین پر نشر ہوئیں، پیشِ خدمت ہیں۔

ایک وحدت اور آٹھ کثرت ہے۔

وحدت خالق کی صفت ہے اور کثرت مخلوق کی پہچان ہے۔ کثرت کی تعریف میں وہ اشیا آتی ہیں جن کی مثل موجود ہو۔ وحدت وہ ہستی ہے جس کی کوئی مثال نہیں ــــ وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔

ایک، ایک اس لئے ہے کہ ایک میں الوژن نہیں۔

ایک آٹھ اس لئے نہیں کہ آٹھ میں الوژن ہے۔

سورہ اخلاص میں خالق اور مخلوق کا تعارف بیان ہے۔ اس سورہ کی آخری آیت ''کفواً احد'' کا ترجمہ ہے کہ ــــ ''اس کا کوئی خاندان نہیں''۔

مخلوق کی ایک بڑی کم زوری یا مجبوری ہے کہ اس کو گھر، اولاد، خاندان اور اپنی نوع کے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض لوگ کسی وجہ سے رشتوں میں تنہا ہو جاتے ہیں تو تنہائی دور کرنے اور مصروف رہنے کے لئے جانور اور پرندے پالتے ہیں۔ ایک معروف اداکار کے بچوں نے بیرون ملک سکونت اختیار کر لی۔ وہ تنہا رہ گئے تو پرندے پالے، بچوں کے نام پرندوں کے نام پر رکھے اور انہی ناموں سے پرندوں کو پکارتے تھے۔ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ مخلوق کو ساتھی چاہیئے، اس کی فطرت میں اکیلا رہنا نہیں۔

جب عزیز و اقارب پاس نہ ہوں تو خلا پُر کرنے کے

لئے فرد خود کو مختلف سرگرمیوں میں مشغول کر لیتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مخلوق کثرت میں ہے اور کثرت میں رہنا پسند کرتی ہے۔ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات وحدت ہے۔ اسے کسی کی ضرورت نہیں — سب کو اس کی ضرورت ہے۔ اللہ مخلوق کی حاجت پوری کرتا ہے مگر خود بے نیاز ہے۔

مضمون کے پہلے صفحے پر دیئے گئے چارٹ پر غور کریں، اس کی مشق کریں۔ مشق اس طرح کریں کہ آپ جو بھی شے یا لفظ بنائیں، وہ ایک سے بنے۔ ایک اور ایک کے درمیان گولائی نہ ہو۔

جو سمجھ میں آئے، لکھ کر بھیج دیں۔

اللہ تعالیٰ ہر تعریف سے ماورا ہے۔ تعریف کا مفہوم احاطہ کرنا ہے۔ جو ہستی، شے یا میکانزم، احاطہ کرتا ہے وہ اس شے سے بڑا ہوتا ہے، شے اس کے تابع ہو جاتی ہے۔ اس لئے کوئی لفظ اور تعریف اللہ کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتے — اللہ خود ہر شے پر محیط ہے۔ محیط ہونا یا احاطہ کرنا صرف رب العالمین اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

''اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے
اور اللہ ہر شے پر محیط ہے۔'' (النسآء: ۱۲۶)

مخلوق کی تعریف یہ ہے کہ اس کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے۔ سفر ذہنی یا ہو جسمانی، کسی نقطے سے شروع ہوتا ہے اور سفر کے لئے لازماً وہ راستہ چاہیئے جو منزل تک لے جائے۔ منزل وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر مقصد کی تکمیل ہو یا دل کا مدعا پورا ہو جائے۔ اب یہ ضرور ہو گا کہ کچھ لوگوں کی منزل مختلف ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہزاروں افراد کی منزل ایک ہو۔

منزل تک پہنچنے کے لئے راستے کا تعین ہو جائے تو پھر ذہن تقسیم نہیں ہونا چاہیئے ورنہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر ایک فرد کا مقصد خالق کا عرفان حاصل کرنا ہے۔ یہ اس فرد کی منزل ہے۔ چوں کہ تعین ہو گیا ہے لہٰذا منزل تک پہنچنے کے لئے وہ فہم اور جسمانی و مالی وسائل بروئے کار لائے گا۔ منزل کے تعین میں والدین، ماحول، تعلیم، حالات اور دیگر عوامل طرز فکر کی آبیاری کرتے ہیں۔

آبیاری مسلسل کیا جانے والا عمل ہے جو فرد یا قوم میں جذبہ بیدار کر کے منزل پر پہنچا دیتا ہے۔

آیئے کوشش کرتے ہیں کہ منزل تک پہنچنے کے لئے زادِ راہ کیا ہے؟

رسول کریمؐ کا ارشاد عالی مقام ہے:

''اگر انسان یہ جان لے کہ وہ کس مقصد کے لئے اور کس کی خاطر رنج اٹھا رہا ہے تو اسے دکھ اور درد کا احساس نہیں رہتا۔''

تفکر سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں۔

★ پہلی اور بنیادی شرط یقین ہے

★ انتھک محنت کا جذبہ

★ دور اندیشی

★ رکاوٹ بڑی ہو یا چھوٹی، خاطر میں نہ لانا

★ تعریف و تنقید سے بالاتر ہو کر لگن سے کام کرنا

★ نقصان کی پروا نہ کرنا

★ بسا اوقات حالات اتنے دل شکن ہوتے ہیں کہ اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ محنت کے بعد نتیجہ اللہ پر چھوڑنے سے بندہ مطمئن ہو جاتا ہے۔

تمام انبیائے کرام نے الٰہی مشن کی ترویج کے لئے سرِ تسلیم خم کیا اور جان و مال دونوں قربان کئے۔

اولیاء اللہ نے انبیائے کرام اور آخری نبیؐ کے مشن کو پھیلانے کے لئے زندگی وقف کر دی۔

یہ ایثار ہے ــــ اللہ سے محبت ہے ــــ خالق کی فرماں برداری ہے ــــ یک سوئی ہے ــــ ایک راہ کا انتخاب ہے اور اس راہ میں ثابت قدمی ہے۔

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ نے تربیت کے دوران ایک مرحلے پر عظیمی صاحب سے فرمایا،

''خواجہ صاحب ! مشن کے لئے کام کرنے والے لوگ دیوانے ہوتے ہیں۔''

مشن کی تکمیل کے لئے انفرادی اور اجتماعی مثالیں بے شمار ہیں۔ جیسے چینی قوم افیون میں مبتلا تھی۔ ان کے راہ نما نے منزل کا تعین کیا، لوگوں نے تقلید کی اور آج چین دنیا پر حکم رانی کے لئے تیار ہے۔

قرآن کریم نے تقویٰ کو بہترین زادِ راہ قرار دیا ہے۔ روحانی نقطہ نگاہ سے اپنے اندر تقویٰ کی صفات پیدا کر کے متقین کے گروہ میں شامل ہونا منزل کا تعین ہے۔ متقی کے معنی پرہیز گار ہیں ــــ وہ جو شک اور تغیر سے پرہیز کرے تاکہ غیب مشاہدہ بن جائے۔ لہٰذا متقی یکسوئی سے صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ وہ رب کے حضور حاضر ہیں۔ وہ اپنے پاس موجود وسائل کو اللہ کی امانت قرار دیتے ہیں اس وجہ سے انہیں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا مشکل نہیں لگتا۔ ان میں ملکیت کا تصور نہیں ہوتا۔

اسلام کے ابتدائی دور میں بہت سے خواتین و حضرات نے مالی و جانی اعتبار سے قربانیاں دیں۔ تاہم مالی اعتبار سے قربانی دینے والوں میں جو نام سرفہرست ہیں ــــ ان میں ام المومنین بی بی خدیجہؓ، امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ اور امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ شامل ہیں۔ انہوں نے مال و دولت مشن کی راہ میں وقف کر دی۔

کام خواہ دنیا کا ہو یا دین کا، انجام دہی کے لئے یکسوئی اور توجہ چاہئے۔ پُرسکون رہنے والے افراد نظم و ضبط اور اصول و قواعد کے تحت زندگی بسر کرتے

ہیں۔ بامقصد زندگی کا تصور عموماً ایسے افراد میں پایا جاتا ہے۔ بسا اوقات فرد پوری زندگی ایک کام میں لگا دیتا ہے، اس کی زندگی میں وہ کام مکمل نہیں ہوتا لیکن قدرت کا فیضان ہے کہ وہ ایسے بندے پیدا کرتی ہے جو کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔

خیال کو سمجھنے کے لئے مصروف ہائی وے پر دوڑنے والی گاڑیوں کا تصور کریں۔ اگر گاڑیاں قانون کی پابندی کرتے ہوئے اپنی صف میں رہتی ہیں تو حادثہ پیش نہیں آتا۔ بعض دفعہ خالی سڑک پر دو تین گاڑیاں ہوتی ہیں، تیز رفتاری اور توجہ نہ ہونے سے حادثہ ہوجاتا ہے۔ اپنی قطار میں رہنا اصول ہے۔ قطار تبدیل کرنے کے لئے ہیڈ لائٹس یا ہارن کے ذریعے آس پاس گاڑیوں کو مطلع کریں ورنہ آپ اپنے ساتھ سب کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں۔

یہی حال خیال کا ہے۔ جب تک خیال قطار میں رہے، فرد محفوظ ہے۔ خیال منتشر ہوجائے تو ایسا شخص نقصان کا باعث بنتا ہے۔

سوچتی ہوں کیسی زندگی ہے کہ کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، دنیا کی ذمہ داریاں پوری کررہے ہیں اور مشاغل میں مصروف ہیں لیکن اگلے اسٹیشن پر اچھے مقام کے حصول کی فکر نہیں بلکہ یہاں کی طرح وہاں کے لئے بے سکونی کا انتظام کررہے ہیں۔

دوسری دنیا کی تیاری یا آخرت کیا ہے ــــ؟

آخرت کی تیاری کا مفہوم تخلیقی فارمولوں، لہروں کے قوانین اور رفتار کی صلاحیت سے آگہی ہے۔ وہ ہمارے لئے غیب کی دنیا ہے۔ غیب کی دنیا اس لئے ہے کہ وہاں کی صفات ہمارے اندر خوابیدہ ہیں۔ ہمیں ان میں تصرف کرنا نہیں آتا۔ جب دوسرے اسٹیشن پر اتریں گے اور وہاں کی آسائشیں استعمال نہیں کرسکیں گے تو کیا ہم خوش رہیں گے ــــ؟

مقصد اور یکسوئی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ذہن راستے پر مرکوز ہونے سے دیگر عوامل کی اہمیت ثانوی ہوجاتی ہے۔ حالاں کہ راستے سے گزرتے ہوئے ہم بہت ساری چیزیں دیکھتے ہیں، کھانے پینے کا سامان لیتے ہیں، گاڑی میں خرابی آجائے، مکینک کے پاس رکتے ہیں، نقص دور ہوتے ہی سفر دوبارہ شروع ہوجاتا ہے۔

ایک اور آٹھ کو خیال کی نظر سے دیکھیں تو بتایئے وہ فرد بہتر ہے جو "ایک" کے خیال میں مست و بے خود رہتا ہے یا وہ بہتر ہے جس کا ذہن الوژن (۸) میں گم ہے۔ "۸" (آٹھ) کی ایکویشن یہ ہے:

"ا" کو دائیں بائیں ترچھا کر کے ملانے سے ۸ بنا۔

ا ا = /\ = ۸

ایک اور ایک کے درمیان اسپیس ختم ہونے سے "۸" باقی نہیں رہے گا۔

۸ = /\

۸ (آٹھ) کی بنیاد ایک سے شروع ہوتی ہے۔
ایک کے بغیر آٹھ کا وجود نہیں ہے۔
آٹھ اپنے قیام کے لئے ایک کے تابع ہے۔

خیالات لاشمار آتے ہیں۔زندگی کی خوب صورتی اس میں ہے کہ ہر آنے والا خیال ایک خیال سے جڑ جائے۔ بزرگوں کا قول ہے:

''ایک چوکھٹ پکڑ لو۔ جو ملنا ہے، وہیں سے ملے گا۔ دردر پھرنے والے خوار ہوتے ہیں۔''

جسم بہت سارے عناصر کا مجموعہ ہے لیکن اس میں روح ایک ہے۔ جسم میں کوئی ایک چیز کم ہوجائے تو بیماری بن جاتی ہے اور دیگر اعضا کو متاثر کرتی ہے۔ مٹی کی تعریف ہر آن شکست و ریخت ہے۔ جو شے اس سے بنے گی، وہ ایک حالت پر قائم نہیں رہ سکتی۔ ایک حالت میں روح ہے اور روح اللہ کا امر ہے۔ روح کو زندگی کا مرکز بنانے والے ''امر'' سے واقف ہوجاتے ہیں۔

دانا کہتے ہیں کہ،

دل یار نال تے ہتھ کار نال

دل افکار کا مرکز ہے، اس میں محبوب رہتا ہے۔ دل کو محبوب سے جوڑ۔ کاموں میں نہ لگا۔ کام کے لئے اللہ نے تجھے ہاتھ دیئے ہیں اور دل اپنی یاد کے لئے عطا کیا ہے۔

قلب ــــ فواد

اولیاء اللہ خاتون ــــ بی بی امِ معاذؒ زیادہ تر گوشہ نشین رہتی تھیں۔ ہجوم میں گھبراتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں دیوانوں جیسا حال تھا۔

ایک روز کوئی بزرگ ان سے ملنے آئے۔

انہوں نے امِ معاذؒ کی حالت دیکھ کر پوچھا: تجھے کس شے نے دیوانہ بنا دیا ہے؟

انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ملنے کے شوق نے مجھے تڑپایا ہوا ہے۔

بزرگ نے پوچھا: کیا فواد اور قلب جدا جدا ہیں؟

امِ معاذؒ نے فرمایا: قلب محبت کرتا ہے اور ــــ فواد مشتاق ہوتا ہے۔

بزرگ نے پوچھا: حق کا وقوف کیا ہے ــــ؟

بی بی امِ معاذؒ نے فرمایا: حق کو پانے کے لئے بے کیف ہونا ضروری ہے۔

بزرگ نے پوچھا: حق کو پانے میں صادق ہونا کیا شے ہے؟

بی بی ام معاذؒ نے یہ سن کر آنکھیں بند کرلیں اور مسکرا کر فرمایا: صادق اور سچے لوگ اس طرح چلے جاتے ہیں۔ جب لوگوں نے ہلا جلا کر دیکھا تو جسم سے روح پرواز کرچکی تھی۔

(کتاب: ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین)

زیرِ سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری

برائے خواتین

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طالبات و طلبہ کے لئے عظیمی صاحب کی کتب اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

فری ممبرشپ
فری مطالعہ

مکان نمبر 65 بلاک A-2، پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی
نزد جوہر ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر: 042-35185142

نیرّ اعظم

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نوبہار چلے
چلے بھی آؤ کے گلشن کا کاروبار چلے

یہاں خوشی کے موقع پر پھولوں کی تعداد طاق میں ہوتی ہے اور میت پر دیئے جانے والے پھول جفت کی تعداد میں ہوتے ہیں۔

دل گلاب کی مانند ہو تو زبان سے ادا ہونے والے الفاظ میں مہک ہوتی ہے۔ یہ بھی کہاوت ہے کہ گلاب پانے کے لئے کانٹوں کو بھی پانی دینا پڑتا ہے۔ پھول گلاب کا ہو یا چنبیلی کا ــــ اس سے خوشی کا اظہار ہوتا ہے اور غم کے موقع پر بھی پھول استعمال ہوتے ہیں۔ آدمی دنیا میں آتا ہے تو اس کے گرد پھولوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے، دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو لحد پر پھول چڑھائے جاتے ہیں۔ پھول ایسا تحفہ ہے جو جذبات کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔

کس کی آمد ہے یہ کیسی چمن آرائی ہے
ہر طرف پھول مہکتے ہیں بہار آئی ہے

پھول کے ذکر کے بغیر خوب صورتی ادھوری ہے۔

پھول کی خوشبو ہوا کی چاپ شیشہ کی کھنک
کون سی شے ہے جو تیری خوش بیانی میں نہیں

شعرا نے پھولوں کو گلے شکوے کے استعارے کے طور پر بھی استعمال کیا ہے۔

سچ ہے احسان کا بھی بوجھ بہت ہوتا ہے
چار پھولوں سے دبی جاتی ہے تربت میری

انتظار طویل ہو جائے تو شاعر کہتا ہے،

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نوبہار چلے
چلے بھی آؤ کے گلشن کا کاروبار چلے

پھولوں نے ہر دور میں محبت کی ترجمانی کی ہے۔ حسین رنگوں سے بھرے نازک پنکھڑیوں سے سجے پھولوں کا استعمال ہر ملک میں ہے۔ فرد کچھ کہے بغیر پھول دے کر مافی الضمیر بیان کر دیتا ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جب پھول دینے والا جذبات کو الفاظ کا روپ نہ دے سکے تو اس کی جگہ پھول باتیں کریں۔

پھولوں کی زبان کو Floriography کہتے ہیں۔ خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ جب کسی کو پھول دیا جا رہا ہو تو اس کے علاقائی رسم و رواج معلوم ہوں کیوں کہ ہماری زبان کی طرح پھولوں کی زبان مختلف علاقوں میں مختلف ہے۔ پھولوں سے متعلق

چند ممالک کی ثقافت مضمون کا موضوع ہے۔

عرب ممالک میں خوشی کے موقع پر سفید اور ہلکے رنگوں کے پھول استعمال کئے جاتے ہیں۔ بچوں کی پیدائش، منگنی و شادی کی تقاریب یا پسندیدگی کے اظہار کے لئے ہلکے رنگ کے پھول پسند کئے جاتے ہیں۔ جرمنی میں خوشی کے موقع پر سفید پھول دیئے جائیں تو ممکن ہے کہ انہیں ناگوار گزرے یا وہ سمجھ جائیں گے کہ آپ کو ان کے رسم و رواج کا علم نہیں کیوں کہ جرمنی میں سفید پھول قبروں پر ڈالے جاتے ہیں۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ خوشی کے اظہار کے لئے وہاں سرخ پھول کا انتخاب کیا جاتا ہے تو سن لیجئے کہ ان کے نزدیک سرخ پھول محبت میں شدت کی علامت ہے اس لئے سرخ پھول ہر کسی کو نہیں دیئے جاتے۔ جرمن لوگ پیلے اور نارنجی پھولوں کو خوشی سے تعبیر کرتے ہیں۔ نیلے پھول کا مطلب آزادی اور گلابی پھول محبت کی نشانی ہے۔ البتہ یاد رہے کہ مغرب کے برعکس عرب اور ایشیائی ممالک میں تعزیت کے لئے میت والے گھر میں پھول ساتھ نہیں لے جاتے۔

جاپان میں پھولوں کی زبان پر کافی تحقیق کی گئی ہے۔ ان کے یہاں اسے ''Hanakotoba'' کہتے ہیں۔ اس فن میں ماہر لوگ شخصیت کے بارے میں پھول کے ذریعے بتاتے ہیں۔ جاپانیوں کو پھول دینے سے پہلے ''ہاناکوٹوبا'' کے بارے میں پڑھ لیں ورنہ پھول لینے والا رنگ دیکھ کر مقصد کے برعکس معنی اخذ کرے گا۔

جاپان میں مریض کو پھول دینے ہوں تو گلدستہ دیجئے، غلطی سے چھوٹے یا بڑے گملے میں پھول پیش کئے جائیں تو یہ بددعا سمجھی جاتی ہے۔ جرمنی کی طرح جاپان میں بھی سفید پھول غم کی علامت ہے۔

مصر میں گلدستہ کسی بھی موقع پر پیش کیا جاسکتا ہے اور گہرے رنگ جذبات میں گہرائی کے عکاس ہیں۔ انتقال پر گہرے رنگ کے پھول بھیجنے کا مطلب جذباتی وابستگی کا اظہار ہے۔ میت والے گھر میں ایک ہفتے بعد دوبارہ گلدستہ بھیجنا پھولوں کی زبان میں پیغام ہے کہ آپ ان کے لئے فکرمند ہیں۔ مصر کے لوگ شادیوں میں گلاب، کنول کا پھول اور قوسِ قزح کے رنگوں پر مشتمل گلدستہ دیتے ہیں۔

گھانا میں معمولی تحائف کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لوگ فطرت پسند ہیں اور پھولوں سے لدے ہوئے تحائف پسند کرتے ہیں۔ زندگی میں بڑی تبدیلیوں کا اظہار آبی نرگس اور معصومیت و خوش مزاجی کو گلِ داؤدی کے ذریعے ظاہر کرتے ہیں۔ سرخ گلاب محبت اور کومل جذبات کی علامت ہے جب کہ پیلا گلاب خوشی کو ظاہر کرتا ہے۔

جاپان کے بعد جس جگہ پھول دینے سے پہلے

رسم و رواج کے بارے میں معلومات ضروری ہیں وہ روس ہے۔ یہاں خوشی کے موقع پر پھولوں کی تعداد طاق* میں ہوتی ہے اور میت پر دیئے جانے والے پھول جفت* کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ سرخ پھول محبت کی علامت ہے۔ پہلی ملاقات میں صرف ایک گلاب یا بڑا گلِ داؤدی پیش کیا جاتا ہے۔ کلیاں یا ہلکے نیلے پھول کم عمر خواتین کو دیئے جاتے ہیں۔ نارنجی، سفید یا پیلے رنگ کے پھول کسی بھی عمر کے لوگوں کو دیئے جاسکتے ہیں البتہ خیال رہے کہ منگیتر یا بیوی کو پیلے رنگ کا پھول نہیں دینا کیوں کہ ان کے یہاں پیلا رنگ علیحدگی کی علامت ہے۔ روس میں گملا سمیت پھول دے سکتے ہیں مگر صرف بڑی عمر کی خواتین کو۔

میکسیکو میں تحائف دینا ضروری تصور کیا جاتا ہے۔ آپ میکسیکو جا رہے ہیں تو نقرئی رنگ کی مصنوعات کے علاوہ کچھ بھی لے جاسکتے ہیں۔ تحائف میں پھول سب کو اچھے لگتے ہیں۔ تقریبات رنگین پھولوں سے مزین ہوتی ہیں۔ سفید پھول کو ترقی کی علامت سمجھتے ہیں۔ سرخ گلاب محبت اور اخلاص کا نشان ہے، ثعلب مصری کا پھول (orchid) خوب صورتی اور عیش و عشرت سے منسوب ہے۔ گلِ داؤدی خاندانی وقار اور عزت کی علامت ہے۔ پیلے پھول موت کی رسومات میں استعمال ہوتے ہیں۔

فرانس کی ثقافت پھولوں کی خوش بو سے مالا مال ہے۔ فرانس میں پھول دیتے وقت تعداد 13 نہیں ہونی چاہئے کہ یہ ہندسہ تیرہ بختی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک پیلے پھول دینے سے بری نیت ظاہر ہوتی ہے۔ مالک مکان کو کرایہ کے علاوہ سب سے اچھا تحفہ گلابی پھول ہیں۔ گلدستے میں پھولوں کی تعداد طاق میں ہوتی ہے، اس میں 13 عدد نہ ہو۔ بہتر ہے کہ مغربی اور یورپی ممالک میں اس تعداد میں پھول نہ دیئے جائیں۔ فرانس میں سرخ گلاب محبت کا اظہار ہے اور محبوب کے علاوہ کسی اور کو دینا غلط فہمی پیدا کرسکتا ہے۔ گلِ داؤدی اور سوسن جنازوں اور قبروں کے لئے مخصوص ہیں۔ شادی بیاہ میں سفید پھولوں کا رواج ہے۔

امریکا میں تحائف کا خاص رواج نہیں البتہ اہم دنوں میں پھولوں کے تحائف پسند کئے جاتے ہیں۔ کرسمس، مدرز ڈے اور فادرز ڈے وغیرہ پر دن کے حساب سے رشتہ داروں کو پھول بھیجے جاتے ہیں۔ پیلا گلاب دوستی اور خوشی کو ظاہر کرتا ہے۔ سورج مکھی کے بڑے پھول وفاداری، گلِ داؤدی قوت، گلِ لالہ خود اعتمادی اور محبت اور عود صلیب اچھی قسمت کے لئے دیئے جاتے ہیں۔

---

* طاق (وہ عدد جو دو پر تقسیم نہ ہو) * جفت (وہ عدد جو دو پر تقسیم ہو جائے)

ممالک کے علاوہ مختلف عقائد میں بھی پھولوں کی اہمیت ہے۔قدیم گال قوم کے پیشوا امربیل کو مقدس سمجھتے ہیں۔کنول اور تلسی کا پھول ہندو مذہب میں اہم ہے۔ ناگ پھنی کا پھول نما پودا میکسیکو اور امریکی ریاست ٹیکساس کے صحراؤں میں اگتا ہے۔ وہاں کے قبائلی اسے روحانی طاقت کی علامت سمجھتے ہیں۔

پاکستان میں تحائف میں پھول دینے کا رواج دیگر ممالک کی نسبت کم ہے البتہ تقریبات اور بعض رسومات پھولوں کے بغیر ادھوری ہیں۔ دلہے کا سہرا، بارات کا استقبال اور دلہن کا کمرا سرخ گلاب کے بغیر تیار نہیں ہوتا۔شادی ہالوں اور قبرستانوں کے قریب گلاب کی دکانیں ہوتی ہیں۔قبروں پر سرخ گلاب کی پتیاں ڈالی جاتی ہیں۔

موسمِ سرما کی آمد آمد ہے جب ملک میں گیندا اور گلاب وافر مقدار میں دستیاب ہوں گے۔ پھولوں کی نمائشیں منعقد ہوں گی جو رنگ اور خوش بو کی بہار کے ساتھ ہر ایک کے لئے باعث کشش ہیں۔ پھولوں کی نمائش میں دلچسپی لینے والوں کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہورہا ہے۔ لوگ آتے ہیں، پھولوں اور پودوں کے بارے میں معلومات لیتے ہیں اور خالی ہاتھ گھر نہیں لوٹتے۔ اپنے ساتھ خوش بو اور رنگوں کی سوغات لے جاتے ہیں۔

چراغِ لالہ

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغ چمن

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن

برگ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی باد صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن

حسن بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لئے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

من کی دنیا من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن

پانی پانی کرگئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

(کلام: علامہ اقبالؒ)

عرفانہ شہزاد

کِس نے کہا اور کِس نے سنا

شکستہ دل الٹے قدموں سے واپسی کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ آبادی کم ہونے کی وجہ سے سوسائٹی کے بہت سے پلاٹوں میں خودرو گھاس اگی ہوئی تھی۔ قریبی چوک پر پہنچ کر قدم رک گئے۔ دور دور تک دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔ آسمان دھواں دھواں تھا۔

روحانیت شہرِ عشق ہے۔ میں نے شہرِ عشق کے اصول اور قوانین پر تفکر کیا اور سمجھ میں آیا کہ،

۱۔ استاد ایک ہے، باقی سب شاگرد ہیں۔

۲۔ کسی سے متاثر نہ ہوں۔ توجہ استاد پر مرکوز رکھیں۔

۳۔ شہرِ عشق کا قانون نرالا ہے ــــ اس میں محبوب کے علاوہ کسی اور کی طلب ملاوٹ ہے۔

۴۔ شہرِ عشق میں مقصدِ حیات کثرت کی غلامی سے نجات حاصل کر کے ایک کا ہونا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ہم کس کی تلاش میں آئے ہیں اور ہماری منزل کیا ہے۔

۵۔ سرکشی کی گنجائش نہیں۔ تربیت کا آغاز اپنی نفی سے ہوتا ہے۔ اس راہ میں کتنے ہی سالوں کی مسافت طے ہو چکی ہو، ''میں'' کا بت نہیں ٹوٹا تو آغاز ــــ آغاز رہے گا۔

۶۔ ادب کے مراحل طے نہ ہونا تربیت میں خلا رہنے کی علامت ہے۔

۷۔ اصلاح ان کی ہوتی ہے جو غلطی کرتے ہیں لیکن کتنی بار ــــ؟ ایک قدم آگے بڑھانے اور وہی قدم پیچھے لے جانے سے کیا سفر کا مقصد پورا ہوتا ہے؟

۸۔ اللہ والوں کی محفل میں ظاہری کان اور آنکھ بند کر کے دل کی سماعت سے سننا اور دیکھنا کامیابی کا نشان ہے۔

۹۔ تربیت ذلت و ستائش سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ یہ بات آغاز سے سمجھ میں آ جائے تو سفر آسان ہے۔

۱۰۔ جس کا دل مرکز سے وابستہ ہو جائے وہ تغیرات کے طوفان میں استقامت کی چٹان بن جاتا ہے۔

۱۱۔ سیکھنے والے کے لئے وقت بھاگتا نہیں، ٹھہر جاتا ہے۔ ریاضت رائگاں نہیں ہوتی۔

خبر ملی کہ وہ بزرگ جنہوں نے اپنی آمد سے شہر لاہور کو عزت، برکت اور رونق بخشی، جلد واپس کراچی تشریف لے جائیں گے۔ دارالمطالعہ گھر سے قریب

لیکن کوسوں دور تھا۔ بہت مشکل سے اجازت ملی۔ چند اراکین سے سلام دعا ہوگئی تھی۔ان کے ساتھ خضر صورت بزرگ سے ملاقات کے لئے خانقاہ جانا تھا۔ دارالمطالعہ سے خانقاہ کے لئے روانگی کا جو وقت مجھے بتایا گیا، میں خوشی خوشی معین وقت سے آدھا گھنٹا قبل پہنچی۔ وہاں سناٹا اور بند دروازے کے باہر سڑک پر پھولوں کی چند پتیاں دیکھ کر سر چکرا گیا۔ سمجھ گئی کہ جانے والے روانہ ہو چکے ہیں۔

دل یقین کرنے کو تیار نہیں تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ اراکین مجھے ساتھ لے جانا بھول گئے تھے۔

شکستہ دل الٹے قدموں سے واپسی کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ آبادی کم ہونے کی وجہ سے سوسائٹی کے بہت سے پلاٹوں میں خود رو گھاس اگی ہوئی تھی۔ قریبی چوک پر پہنچ کر قدم رک گئے۔ دور دور تک کوئی نہیں تھا۔آسمان دھواں دھواں تھا۔ میری آہ بھی اس میں شامل ہوگئی اور میں بلک بلک کر رونے لگی۔

دل نے پکارا،

''یا اللہ! ہوسکتا ہے ان کی گنتی میں میرا شمار نہ ہو مگر میں آپ کی مخلوق ہوں۔ مجھے کسی سے گلہ نہیں کیوں کہ میرا معاملہ آپ کے ساتھ ہے۔

وہ بندۂ خاص آپ کا عاشق ہے اور میں آپ کی پرستار۔ وہ آشنائے رمز ہے اور میں یکسر بے خبر۔ میرے مالک! علم دوست ہستی کی محفل عطا کر۔ میں وہ جاننا چاہتی ہوں جو میں نہیں جانتی۔

میں اس بھرے شہر میں گم نام اور آپ کے نیک بندے کے حلقے میں بے نام ہوں۔ میری سفارش صرف آپ ہیں۔آنے جانے کی محتاجی سے نجات بخش دیں۔ جب وہ اس شہر میں تشریف لائیں، ایسا کوئی انتظام ہو کہ میرا وہاں قیام ہو جائے۔

اے میرے اللہ! میں آپ سے واقف ہونا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنے دوستوں کی قربت عطا فرما تا کہ روشنی کا علم حاصل ہو، آمین۔

عرض پیش کر آئی تھی جس کے پورا ہونے کے بظاہر آثار نہیں تھے لیکن آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کرنے والی ہستی اللہ تعالیٰ قادر و قدیر ہے۔ دعا کے دوران یقین پیدا ہوا کہ دعا قبول ہو جائے گی۔ گھر آکر ''راستے کی دعا'' کو نظم میں قلم بند کیا۔

قرب والے تفکر کی ضیا دے یا رب!
خادمِ ادنیٰ اسی در کی بنا دے یا رب!
گرمیِ دہر ہے رستے میں کھڑی روتی ہوں
جو مجھے روند چلے ان کو دعا دیتی ہوں
بارشِ نور کو آغوش بنا دے یا رب!
سنگِ راہ نہ بنا، چوکھٹ پہ لگا دے یا رب!
قرب والے تفکر کی ضیا دے یا رب!
لامکاں والے تیری سمت سفر کرتی ہوں
زیرِ افلاک سراسیمہ پھرا کرتی ہوں

ذرّہ ریت ہوں ہاتھوں پہ اٹھالے یارب!
اسی درگاہ کے ماتھے پہ سجادے یارب!
تیری بندی، تیرے روبرو رہتی ہوں
فاصلے باندھ کے میں ایک طرف رکھتی ہوں
مرحلے عشق کے آسان بنادے یارب
آستانے کی مٹی سے شفادے یارب
قرب والے تفکر کی ضیادے یارب

قبولیت کی سند سکون ہے — ایسا لگتا تھا کہ دعا کی صورت میں اندر کا خلوص کائنات میں نقوش پر منعکس ہوگیا ہے اور ہر شے سفارش پر آمادہ، صاحبِ دعا بن گئی ہے۔ ایسے میں دستگیر و مددگار ہستی خالقِ کائنات نے آسودگی سے ہمکنار کردیا۔

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات میں یہ نوازش بھی شامل حال ہوگئی کہ جب بزرگ اگلی مرتبہ لاہور تشریف لائے تو میں وہاں موجود تھی اور جب تک وہ لاہور آتے رہے، ناچیز کو روشنی کا علم ملتا رہا۔ یوں 12 سال گزر گئے مگر زندگی ان سعید لمحوں میں گم ہوگئی اور ان کی شفقت حیات پر محیط ہوگئی۔

بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ایک مرتبہ دارالمطالعہ کی انچارج دن ڈھلے اپنے شوہر کے ہمراہ ہمارے گھر آئیں اور مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ بابا جان نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔

فضا میں ہر طرف مدھر سر بجنے لگے۔

الحمدللہ! صاحبِ راز ہر بات سے آگاہ ہیں۔

پہلی ملاقات کے بعد جب وہ دوسری مرتبہ لاہور تشریف لائے تو ان کے رخصت ہونے کے چند روز بعد خواب دیکھا کہ،

''صاف ستھری کلاس ہے جس کی دیواریں سفید رنگ ہیں۔ دائیں بائیں کرسیوں پر سہیلیاں بیٹھی ہیں۔ سامنے استاد کی کرسی خالی ہے۔ استادِ محترم کلاس میں تشریف لاتے ہیں۔ ان کے وجود سے نکلنے والی دودھیا چمک دار روشنی سے کمرا بقعۂ نور ہے۔ میں ادب سے کھڑی ہوتی ہوں جب کہ دائیں بائیں سہیلیوں پر گہری نیند طاری ہے۔ میں گھبراہٹ کے عالم میں کسی کو کہنی اور کسی کو پاؤں کی ہلکی ضرب سے جگانے کی کوشش کرتی ہوں مگر کوئی نہیں جاگتا۔ استادِ محترم کرسی پر تشریف فرما ہوکر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں قرآن کا تیسواں پارہ ہے۔ فرماتے ہیں سورۃ الناس سناؤ۔ میں نے سورۃ الناس مع ترجمہ سنائی۔ ان کے تبسم فرماتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔''

یہ خواب میں پہلی مرتبہ راہ نما کا دیدار تھا۔ خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا۔ روشنی نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ دل اس روشنی کو ظاہر میں دیکھنے کا متمنی تھا۔ محسوس ہوا کہ ادب پہلے سے زیادہ ہوگیا ہے۔ ادب عشق ہے اور آتشِ عشق سے سانسوں میں حرارت ہے۔

جاگنے کے بعد میں نے سوچا کہ کیا وہ چلے گئے؟

جواب ملا— نہیں! وہ اپنا آپ وہیں چھوڑ جاتے ہیں، اپنے ہر ساتھی کے پاس، ہر اس دوست کے پاس جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔

عجیب طلسم ہے!

اندر میں کوئی کہتا کہ نہیں! یہ طلسم نہیں، حقیقت ہے کیوں کہ طلسم ٹوٹ جاتا ہے، حقیقت باقی رہتی ہے۔

اس روز خواب کی اہمیت کا پتہ چلا۔ دل چاہتا تھا کہ خواب بیداری بن جائے یا میں خواب میں داخل ہو جاؤں۔ خواب اور بیداری کی سرحدیں جیسے قریب آ گئی تھیں۔ خیال میں شدت پیدا ہوتی تو بیداری خواب میں تبدیل ہو جاتی اور خواب کا احساس بیداری میں منتقل ہو جاتا۔ اب نہ نیند خواب تھی نہ بیداری ہوش تھا۔ نیند اور بیداری گلے ملتے تو جھماکا ہوتا اور آنکھوں سے موتی چھلک جاتے۔

میں سوچتی تھی کہ وہ جہاں ہوتے ہیں، ماحول ان کی لہروں میں ڈھل جاتا ہے۔

محبت کرنے والوں کی ساری زندگی تلاش ہے۔ میری بیداری اس خواب کی تلاش میں سرگرداں ہو گئی اور خواب بیداری کی تلاش میں۔

اصل کیا ہے—؟ انکشاف ہوا کہ نیند اور بیداری نظر کا دھوکا ہیں کیوں کہ یہ ردّ و بدل کے نظام پر قائم ہیں۔ اصل ایک ہے اور ایک جگہ قائم ہے۔

راہِ طریقت میں راہ نما ایسا سائبان ہے جو سالک کی ذہنی سطح کو دیکھ کر رفتہ رفتہ رازِ حیات سے پردہ اٹھاتا ہے۔ خبردار کرتا ہے کہ الوژن کے پھندے میں پھنس کر سچائی کی راہ سے بھٹک نہ جانا۔ سچائی کا راستہ صاف اور ہموار جب کہ الوژن دھندلا راستہ ہے۔ دھند جو دلکش نظر آتی ہے ریت کی دیوار ہے۔ ہاتھ رکھیں تو سہارا نہیں ملتا، مٹھی میں لینے کی کوشش کریں، مٹھی خالی رہ جاتی ہے۔ جب ہم خانقاہی نظام میں داخل ہوتے ہیں تو راہ نما چاہتا ہے کہ ہم حقیقت کے ہم مزاج ہو جائیں اور اندر کی روشنی کی راہ نمائی میں سفر کا آغاز کریں۔

سب کچھ وہی تھا لیکن میرے لئے ہر شے کے معنی اور مفہوم بدل گئے۔ پسند ناپسند کا معیار تبدیل ہو گیا۔ محسوس کیا کہ ہلکے رنگوں کے بجائے طبیعت گہرے اور شوخ رنگوں کو پسند کرنے لگی ہے۔ سفید سوتی چولا اتر گیا۔ میری ماں خوش ہو گئیں۔ ہر عید یا دوسرے تہوار پر میں سفید رنگ کی فرمائش کرتی تو وہ پریشان ہو کر کہتیں بیٹی! مجھے خوف آتا ہے۔

جب میں نے امی سے سرخ جوڑے کا تقاضا کیا اور وہ بھی سرخ سلک، تو وہ اسی روز بازار گئیں اور سرخ جوڑا خرید لائیں۔ شام تک جوڑا سلا اور میں رات کو

پہن کر سکون سے سوئی۔

صبح سامنے اور برابر والے ہمسائے خاص طور سے مجھے دیکھنے آئے کہ معلوم ہوا ہے تم نے رنگین جوڑا پہنا ہے۔ پھر اس کے بعد ہرا، نیلا، زرد، نارنجی، جامنی، تربوزی غرض سارے رنگ پہنے اور یوں ماں کے ارمان پورے ہوئے۔

وہ اکثر کہتی تھیں کہ رنگ تم نے میرے کہنے پر نہیں پہنے، کسی نے پہنائے تو تم نے پہن لئے۔ معلوم ہوا کہ لباس کے رنگوں کی طرح میں بھی رنگین ہوگئی ہوں اور مزاج میں تبدیلی آگئی ہے۔

لگتا تھا کہ زندگی کا آغاز نئے سرے سے ہوا ہے۔ راہ نما کیا ملے کہ کائنات کتاب بن گئی۔ ذرّے میں پہاڑ اور پہاڑ میں ذرّہ نظر آنے لگا۔ جو چیز کبھی اہم تھی، اس کی قدر بے قدر ہوگئی اور بظاہر حقیر دکھائی دینے والی چیزیں دلکش ہوگئیں۔ معلوم ہوا کہ ہر شے اہم ہے اور جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ گو کہ یہاں کچھ بھی اہم نہیں۔

دل چاہتا تھا کہ چیزوں کو ویسا دیکھوں جیسا راہ نما دیکھتے ہیں۔ کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو ذہن اندر میں آواز کی طرف متوجہ ہوتا۔ یوں ذہن دیکھنے کی نئی اور انوکھی طرزوں سے واقف ہوا۔ ایسا بھی ہوا کہ جن اشیا کی طرف میں نے کبھی دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی، میرے لئے پُرکشش ہوگئیں اور جن کو میں خوب صورت سمجھتی تھی، ان سے توجہ ہٹ گئی۔

مختلف تجربات و مشاہدات سے سبق اچھی طرح یاد ہوگیا کہ ظاہری خوب صورتی اور ظاہری بدصورتی کی اہمیت نہیں۔ بعض لوگ معصوم اور خوب صورت دکھائی دیتے ہیں مگر ان کے اندر کا تعفن چند ساعت میں اعصاب کو بوجھل کر دیتا ہے۔ جب کہ ایسے لوگ ہیں جن کی لہریں لطیف ہوتی ہیں اور ہم خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتے ہیں۔ (قسط: ۳)

ملک بھوٹان اپنے عوام کی خوش حالی کا جائزہ جی ڈی پی (خام ملکی پیداوار) کے بجائے لوگوں میں خوشی کے رجحان سے کرتا ہے۔ ہر شخص کے ذہنی سکون کو برقرار رکھنے کے لئے Gross National Happiness Committee کے نام سے کمیٹی قائم ہے جس کا کام یہ دیکھنا ہے کہ بھوٹانی عوام اپنی زندگی سے مطمئن ہیں یا نہیں۔ اگر کوئی مطمئن نہ ہو تو کمیٹی وجوہات کا جائزہ لیتی ہے اور دور کرنے کی سرکاری طور پر کوشش کرتی ہے۔ Gross National Happiness (جی این ایچ) کی اصطلاح سب سے پہلے بھوٹان کے چوتھے بادشاہ نے 1972ء میں ایجاد کی۔ اس نے ایک غیر ملکی خبر رساں ادارے کو انٹرویو میں کہا کہ ملک کی ترقی کے لئے لوگوں کا خوش رہنا، خام ملکی پیداوار کی شرح میں اضافے سے زیادہ اہم ہے۔

اگست 2020ء

سرورق کی تشریح

آدمی، حیوانات، حشرات، نباتات، پہاڑ، مٹی، مکان، گاڑیاں، مشینیں، ظروف غرض جتنی مخلوقات یا اشیا جن سے ہم وقوف رکھتے ہیں، سب کی منفرد اور مخصوص شکل ہے۔ بعض کی اشکال انتہائی پیچیدہ اور بعض نسبتاً سادہ ہیں۔ اشیا کی اشکال کو جیومیٹری اور ریاضی کے اصولوں کے مطابق، کمپیوٹر یا روایتی طریقوں سے اس طرح تقسیم کیا جائے کہ شے کی بناوٹ کا ابتدائی خاکہ قائم رہے تو حاصل ہونے والی شکل، سیدھے خطوط پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ شکل آپس میں قطع کرتے ہوئے خطوط سے بننے والے مثلثوں* کا جال بنا دیتی ہے۔ شکل کو جتنا زیادہ تقسیم کیا جائے گا، مثلث اتنی کم ہوں گی اور شکل میں جتنی تفصیل کا اضافہ ہوگا، مثلث کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی۔ یہ تکنیک صرف کتابی نظریے تک محدود نہیں بلکہ جدید ٹیکنالوجی میں بنیادی اور عملی حیثیت رکھتی ہے۔

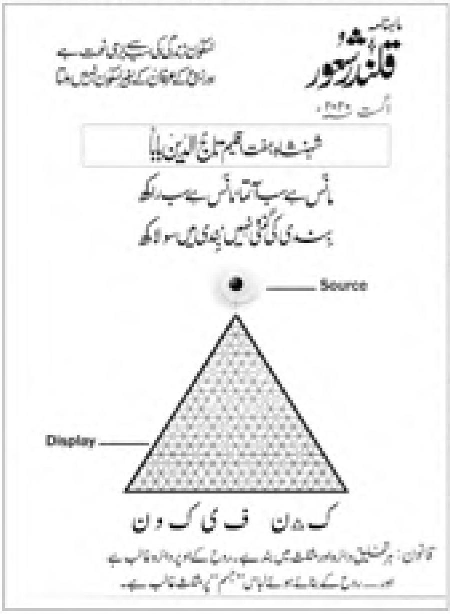

آج کل مشینوں، گاڑیوں، عمارتوں، پرزوں اور تقریباً تمام قسم کے آلات کے بنیادی ڈیزائن کمپیوٹر کے ایسے سافٹ ویئروں میں بنائے جاتے ہیں جو فرضی 3D* ماحول مہیا کرتے ہیں۔ ان میں ابعادِ ثلاثہ، حرکت یا کام کرنے کا احساس تقریباً عام ماحول کی طرح پیدا کیا جاتا ہے۔ چناں چہ جس شے کو 3D میں پیش کرنا مقصود ہو، اس کی ابتدائی معنوی شکل

---

* مثلث (triangle △) 3D* (ابعادِ ثلاثہ)

اس طرح بنتی ہے کہ شے کی ہر سطح اور پہلو ایک مثلث پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایسی ابتدائی شکل low poly کہلاتی ہے کیوں کہ اس میں شے کی جسامت اور ہیئت کو قلیل ترین حد تک مثلث میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ کمپیوٹر یہ کام کس اصول اور نظریے کے تحت کرتا ہے؟ مثلث سیدھے خطوط پر مشتمل جیومیٹری کی سادہ ترین شکل ہے۔ اشیا کی ہیئت کو مثلث میں تحلیل کرنے کے لئے کمپیوٹر ریاضی کے پیچیدہ اور طویل فارمولے استعمال کرتا ہے جن کا تعلق ریاضی کی شاخ ''تفاضل و تکامل*'' سے ہے۔

بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جدید علمِ ریاضی اور کمپیوٹر کی مدد سے جب اشیا کی ساخت اور شکل کو بتدریج تحلیل کیا جائے تو جو خاکہ یا جال ہمیں آخری سطح پر حاصل ہوتا ہے وہ مثلث ہے جسے ریاضی اور کمپیوٹر کی زبان میں polygon mesh کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر — زمین پر جتنی اشکال ہیں، سب کی بنیاد مثلث ہے اور مثلث — دائرے کی تقسیم شدہ شکل ہے۔

رائج علوم وضاحت کرتے ہیں کہ مثلث کسی بھی شکل وصورت کی تحلیل کردہ سادہ حالت ہے۔ مثلث سیدھے خطوط اور زاویوں پر مشتمل سادہ ترین شکل ہے۔ مثلث میں تین زاویے کا کونا راس (vertex) کہلاتا ہے۔ چناں چہ مثلث کی کل پیمائش، تین راسوں کے تین نقطوں پر مشتمل ہے۔ اگر مثلث کے اضلاع غائب کر دیئے جائیں اور راسوں کے نقطے باقی رکھے جائیں تو کسی بھی وقت ان راسوں کو باہم سیدھے خطوط سے ملا کر مثلث بنائی جاسکتی ہے۔

نقطہ کیا ہے — ؟ اختصار سے بیان کیا جائے تو نقطہ ایسا دائرہ ہے جو اپنے مقام یا حجم کی وجہ سے ناظر کو نقطے کی مانند نظر آتا ہے۔ بعض ریاضی دان خیال کرتے ہیں کہ نقطہ ابعاد (ڈائی مینشن) نہیں رکھتا۔ سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر نقطہ ڈائی مینشن نہیں رکھتا تو ڈائی مینشن کا وجود نقطے کے بغیر ممکن کس طرح ہے — ؟

شہنشاہ ہفت اقلیم بابا تاج الدین ناگپوریؒ نے چند الفاظ میں کُن فیکون کے راز کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا۔

مانس ہے سب آتما مانس ہے سب راکھ
بِندی کی گنتی نہیں بِندی میں سو لاکھ

---

* تفاضل و تکامل (calculus)

''ماہنامہ قلندر شعور'' کے سرورق میں حضور بابا صاحبؒ کے دوہے کی تشریح جامع اور احسن طور پر کی گئی ہے۔ ہر شے کا source اللہ پاک کی ذات وصفات ہے۔ اللہ رب العالمین اور علیم ہے۔ اللہ کے علم میں ہر شے، کُن کے حکم سے پہلے موجود ہے۔ حرکت اپنے ماخذ سے پیدا ہوتی ہے یعنی کُن کا حکم صادر ہوتا ہے تو شے میں حواس منتقل ہوتے ہیں۔ کُن کی حرکت ہر شے پر محیط ہے۔ نقطہ یا دائرہ ''صفت محیط'' کو ظاہر کرتا ہے۔ بابا تاج الدینؒ نے دوہے میں دائرے کے لئے بندی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ دائرے میں جو کچھ موجود ہے، سب کے اوپر دائرہ غالب ہے۔

شے نقطوں کا مجموعہ ہے۔ نقطے ایک دوسرے سے الگ ہونے کے باوجود الگ نہیں ہیں یعنی ایک نقطے میں یکجا ہیں۔ کنُ سے جب نقطے (بندی) میں حرکت پیدا ہوتی ہے تو حرکت سے نقطہ تقسیم ہوتا ہے اور شکلیں وجود میں آتی ہیں۔ جیسے ہی نقطہ مزید نقطوں میں تقسیم ہوتا ہے، ان کے درمیان فاصلہ ظاہر ہوتا ہے۔ فاصلہ لکیر یا خط سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ خطوط جب آپس میں قطع کرتے ہیں تو اس عمل سے بنیادی اور سادہ شکل مثلث بنتی ہے۔ مختلف triangles کا مخصوص مقدار میں جمع ہونا کسی شے کی شکل، ہیئت یا وجود ہے۔

مثلث کے ڈائی مینشن (ابعاد) دائرے میں موجود لیکن مغلوب ہیں۔ جیسے ہی دائرہ دو یا زیادہ حصوں میں تقسیم ہوا تو فاصلہ پیدا ہونے سے مغلوب ڈائی مینشن (ابعاد) غالب آ گئے۔ ابعاد — بعد سے ہے یعنی دوری۔ دوری کا سادہ ترین اجتماع مثلث ہے۔ مثلث کے معنی دوری پیدا ہونا ہے۔ مثلثیں مل کر شکلیں اور جسم بناتی ہیں اور تمام شکلیں اپنی اصل (دائرے) سے دوری ہے۔ جسم چوں کہ شکل ہے، اس پر مثلث غالب ہے۔ جب تک مثلث کے غلبے سے نجات نہ ملے، source سے واقفیت ممکن نہیں۔

مانس ہے سب آتما مانس ہے سب راکھ
بِندی کی گنتی نہیں بِندی میں سو لاکھ

جو کچھ یہاں پر ہے وہ مٹی ہے، جو کچھ یہاں ہے وہ راکھ ہے۔ جن کو ہم اشکال سمجھ رہے ہیں وہ چھوٹے چھوٹے یونٹوں کا مرکب ہیں۔ یعنی یہ اشکال وہ نہیں ہیں جو نظر آتی ہیں — ذرّات کا مرکب ہیں۔ ذرّات کے ملنے اور بکھرنے سے شکلیں بنتی اور ٹوٹتی ہیں۔ بِندی خود گنتی میں نہیں آتی کہ اس کے ڈائی مینشن مغلوب ہیں مگر بِندی کو تقسیم کیا جائے تو اس میں لاکھوں وجود چھپے ہوئے ہیں۔ (ح۔ا۔پ)

ENIGMA
School of Fine Art

Knowledge of Art is based on Circles and Triangles...
(Hazret Khwaja Shamsuddin Azeemi)

Weekly Classes of:

1. DRAWING
2. PAINTING (Oil, Acrylics, Watercolor)
3. CALLIGRAPHY (Arabic,Urdu,English)

FOR

1. Students (Beginners and Advanced)
2. Art lovers and enthusiasts of all ages

Get your registration asap...
Contact:
03400282786, 03470003738

Concept-Artist:
Hamed Ibraheem Azeemi

f HamedAzeemi

ENIGMA School of Fine Art
Intro Classes in Phalia (MB Din).
From February 2020

The Secret of a Beautiful Smile

DENTAL innovations Clinic

Dental Implants

Aesthetic Dentistry
Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry
Crown & Bridge, Root Canal Treatment

Orthodontics
Fixed And Removable Braces, Invisible Braces

General Dentistry
Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry
Pit Fissure Sealants, Scaling, Root Planning

Minor Oral Surgery
Impaction (Wisdom Teeth), Apicectomy

Pediatric Dentistry
Space Maintainers, Steel Crowns

LAHORE
LG 136, Siddiq Trade Center
Main Boulevard Gulberg.
0301 2399991 - 042 2581711
0300 8511747

QUETTA
Balochistan Medical Center
Prince Road / Fatima Jinnah Road,
081 2836448 - 081 2825275
0300 3811747

ڈاکٹر نعیم ظفر

سوچ میں سوچ

تاریک راتوں میں سمندر کی سطح پر وہیل کا گروہ کافی دیر ستاروں کے پیٹرن کا جائزہ لیتا ہے اور سوچ بچار کے بعد ذہن میں سفری نقشہ تیار کرتا ہے۔ پھر باری باری تمام وہیل سیٹی بجاتی ہوئیں سمندر میں مخصوص گہرائی میں اکٹھی ہوتی ہیں جہاں باہم رضا مندی سے نقشے کے مطابق آگے بڑھتی ہیں۔

ظاہری زندگی فرد کی سوچ کا ایک زاویہ ہے۔ ذہن میں تسلسل سے خیالات وارد ہوتے ہیں۔ تسلسل کی طرزیں، ان کے اجزا، فعالیت کے قوانین اور ظاہری تفہیم میں کثرت جیسے کئی پہلو ابھی تک محقق کی توجہ کے منتظر ہیں۔ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ تقاضے اور تسکین کا تعلق اندرونی کیفیات سے ہے لیکن آدمی نے اندر پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات ہمیشہ ظاہر میں تلاش کئے ہیں۔

طرزِ فکر میں اہم کردار تربیت کا ہے۔ بچہ والدین، ماحول، معاشرے، علوم وفنون اور اقدار کی پیروی کرتے ہوئے سنی سنائی بات کی تقلید کرتا ہے، اس طرح خود جاننے کی جستجو نہ کر کے باطن سے ناآشنا رہتا ہے۔ گو کہ بھوک، پیاس اور دیگر تقاضے اندر ابھرتے ہیں مگر مادیت کا اسیر ذہن اطلاع کے سورس کی جانب متوجہ نہیں ہوتا۔ اس کے ماحول میں داخلی زندگی کی جانب رجوع کرنے والی طرزیں شامل نہیں ہیں اور سوچ کے صرف وہ پہلو زیر بحث آتے ہیں جن سے ضروریات پوری ہوں۔

اظہار کے لئے بات کرنے کا طریقہ رائج ہے اور معنی ظاہر کرنے کے لئے آوازیں متعین کی گئی ہیں۔ بات چیت الفاظ کے بغیر بھی ہوتی ہے جس میں داخلی سوچ کا طریقِ کار یعنی انا کی لہریں فعال ہوتی ہیں۔ ان میں فاصلے کی قید نہیں۔ درخت، کنکر اور ذرّات سب انا کی لہروں کے ذریعے گفتگو کرتے ہیں۔

سوچ کے سیاق میں انواع کی فطرت اور جبلّت دو الگ چیزیں ہیں۔ ان کی شہودی اور شعوری طرزیں جدا ہیں۔ اگرچہ دیگر نوعوں کی داخلی سوچ کے بارے میں سائنسی تحقیق ہوئی ہے مگر کوئی ایک نتیجہ مرتب نہیں ہوا۔ محقق جبلّی طرزوں کو فزیالوجی سے منسلک

کرتے ہیں۔ جبلّت میں نوعِ آدم کا دوسری انواع کے ساتھ ذہنی اشتراک ہے۔ ان میں چیونٹی، بلی، طوطا، گائے، بھینس، اونٹ، شیر، شہد کی مکھی، ہد ہد اور درخت شامل ہیں۔

حیات کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے خالقِ کائنات نے یکجائیت کا پروگرام بنایا ہے جسے محقق ایکوسسٹم کہتے ہیں۔ اس سسٹم میں ہر نوع اور فرد ایک دائرے میں ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز ''کُن'' فضا میں متحرک ہوئی تو جو کچھ خالقِ کائنات کے ذہن میں تھا، اس کا مظاہرہ ہوگیا۔

ایکوسسٹم میں حیاتیاتی طرزیں اس طرح جڑی ہوئی ہیں کہ ایک طرز کے انحراف سے پورا سسٹم متاثر ہوتا ہے۔ ایکوسسٹم عدم توازن کو توازن میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ عدم توازن کی کئی شکلیں ہیں جنہیں بیماری، زلزلہ اور ارضی وسماوی آفات کہتے ہیں۔ 2020ء میں وبائی مرض کرونا بھی ایسا ہی عدم توازن ہے۔

محقق بتاتے ہیں کہ ہماری زمین پر ایسے چوپائے ہیں جن میں مستقبل بینی کی صلاحیت ہے۔ بلی، کتے اور کئی جانوروں کو آنے والی مصیبت اور زلزلے کا پتہ چل جاتا ہے۔ چیونٹیوں کی سلطنت کے ضمن میں محترم عظیمی صاحب نے کتاب ''قلندر شعور'' کے باب ''مثالی معاشرہ'' میں قرآن کریم کے حوالے سے حضرت سلیمانؑ کی سلطنت کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن وانس، حیوانات، نباتات، ہوا، سمندر، جمادات اور ساری مخلوق کو حضرت سلیمانؑ کے تابع کیا۔ ایک دفعہ فوجی لشکر چیونٹیوں کی وادی میں پہنچا۔ ملکہ چیونٹی نے رعایا سے کہا، فوراً بلوں میں گھس جاؤ۔ سلیمانؑ کا لشکر آرہا ہے۔

چھوٹی مخلوق کی اپنے داخل سے ہم آہنگی اور تفہیم کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے۔

شہد کی مکھی میں بھی ذہانت کے کئی پہلو ہیں۔ ملکہ مکھی، مصاحبین، پولیس، فوجی، مزدور، طبیب اور انجینئر مکھیاں وغیرہ سب قبیلے کی شکل میں رہتی ہیں، موم بناتی ہیں، چھتّے کا آرکیٹیکچر، ہوا کے تیز جھونکوں سے بچاؤ کا میکانزم، پھولوں سے رس چوسنا اور رس کی خاصیت دیکھنا شہد کی مکھیوں کی صلاحیت ہے۔ پہرے دار مکھیاں رس سونگھتی ہیں۔ اگر اس میں نقص ہو تو ایسی مکھی کو گھر میں داخل نہیں ہونے دیتیں، موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں۔ ان کا قانون سخت ہے کہ ناقص رس کوئی نہیں لاسکتا۔

نیشنل جیوگرافک کے ماہرین کی تحقیق بتاتی ہے کہ رس اکٹھا کرنے والی مکھیاں چھتّے سے دور مخصوص پھولوں سے رس جمع کرتی ہیں مگر نا قابلِ فہم ہے کہ ان کے جانے اور واپس آنے کا راستہ الگ ہوتا ہے۔

ہرمخلوق کی فعالیت داخلی سوچ سے ہم آہنگ ہے۔ تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جب شہد کی مکھی نے طریقِ کار بدلا ہو یا ان کے قبائل میں مسابقت سامنے آئی ہو۔شہد کی مکھی کی داخلی سوچ کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے،

''اور دیکھو! تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کردی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں، اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں ، اپنے چھتے بنا اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ۔اس مکھی کے اندر رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔یقیناً اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں''۔(النحل:۶۸۔۶۹)

محقق خواتین وحضرات واقف ہیں کہ ریسرچ میں تمثیلیں، اہم نکات پر توجہ اور اشاروں یا نشانیوں کا کردار حقیقت تک رسائی میں معاون ہے۔

اگر آج محقق داخلی سوچ سے رجوع کرنا چاہے تو الہامی کتابوں میں وضاحت کے ساتھ مثالیں ہیں۔

وہیل کا بین البراعظمی سمندری سفر، میرین بائیولوجی کے ماہرین کے لئے حیران کن ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ وہیل گروہ کی شکل میں زمین کے قطبین کی جانب سفر کرتی ہیں۔ بدلتے موسموں کے ساتھ کبھی شمالی قطب اور کبھی جنوبی قطب کی جانب رواں ہوتی ہیں۔ سفر کے دوران راتوں میں سطح سمندر پر نمودار ہوتی ہیں اور ستاروں سے اپنی سمت کا تعین کرتی ہیں۔

محقق بتاتے ہیں کہ وہیل ستاروں سے راہ نمائی حاصل کرتی ہیں۔آدمی نے سمندری سفر کرنا سیکھا تو ستاروں سے راہ نمائی حاصل کی۔بحری سفر میں سمت اور منزل کا تعین آج بھی ستاروں کے مخصوص پیٹرن سے کیا جاتا ہے۔

تاریک راتوں میں سمندر کی سطح پر وہیل کا گروہ کافی دیر ستاروں کے پیٹرن کا جائزہ لیتا ہے اور سوچ بچار کے بعد ذہن میں سفری نقشہ تیار کرتا ہے۔ پھر باری باری تمام وہیل سیٹی بجاتی ہوئیں سمندر میں مخصوص گہرائی میں اکٹھی ہوتی ہیں جہاں یہ باہم رضامندی سے نقشے کے مطابق آگے بڑھتی ہیں۔

تحقیق وتلاش کے ارتقا کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو تمام ایجادات احسن الخالقین اللہ تعالیٰ کی تخلیقات سے اخذ شدہ ہیں۔ ہمارا مشاہدہ اور تجربہ صرف معلوم اور دیدہ مخلوقات تک محدود ہے۔جیسے پرندے کو اڑتا دیکھ کر اڑنے کی خواہش پیدا ہوئی۔جب سوچ پر دباؤ بڑھا تو آدمی نے مادی وسائل سے جہاز ایجاد کیا۔ اس طرح کی کئی مثالیں ہیں۔ بلی کا اندھیرے میں دیکھنا اور نائٹ وژن کیمرا، باز کی نظر اور دوربین، وہیل اور سب میرین، کن کھجورا اور ریل گاڑی،

آواز کا ریکارڈ اور گراموفون، خادم اور روبوٹ، پانی میں عکس بندی اور فوٹو کاپیئر مشین، ہدہد کا کئی سوفٹ زیر زمین پانی دیکھنا اور تھری ڈی ریموٹ سینسنگ سیٹلائٹ، گولہ بارود سے چٹانوں کو توڑنا اور زلزلہ، ابرِ باراں اور سلور آئیوڈائیڈ کی مصنوعی بارش، بیا کا گھونسلا اور اپارٹمنٹ، گھڑسواری اور ریسنگ کار، ہوا اور پنکھے، قدرتی ٹھنڈ اور ایئر کنڈیشنر وغیرہ۔ مختصر یہ کہ آدمی تخلیق سے تخلیق کرتا ہے۔

قران کریم میں اکثر مقامات پر ''قسم'' کے حوالے سے تخلیق کی خصوصیات کا مفصل ذکر ہے۔

چند آیات درج ذیل ہیں۔

۱۔قسم ہے ان کی جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں۔پھر طوفانی رفتار سے چلتی ہیں اور اٹھا کر پھیلاتی ہیں۔ پھر پھاڑ کر جدا کرتی ہیں۔'' (المرسلٰت: ۱۔۴)

۲۔قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے، اور دن کی جب وہ روشن ہو۔ (الضحیٰ: ۱۔۲)

۳۔قسم ہے انجیر اور زیتون کی، اور طورِ سینا اور اس پُرامن شہر کی ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔پھر اس کو اسفل سافلین میں پھینک دیا۔

(التین: ۱۔۵)

۴۔اور آسمان کی قسم جس میں راستے ہیں۔

(الذٰریٰت: ۷)

۵۔ زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔ (العصر: ۱۔۳)

۶۔ قسم ہے تارے کی جب وہ غروب ہوا۔تمہارا رفیق نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔ وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔اسے زبردست قوت والے نے تعلیم دی ہے۔

(النجم: ۱۔۵)

خلاصہ: آپ نے مضمون ''سوچ میں سوچ'' چار اقساط میں پڑھا۔اب خلاصہ پڑھئے:

۱۔ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں،

ہر چیز خیالات کی ہے پیمائش
ہیں نام کے دنیا میں غم و آسائش
تبدیل ہوئی جو خاک گورستاں میں
سب کوچہ و بازار کی تھی زیبائش

۲۔ظاہری دنیا، داخلی خیالات کا عکس ہے۔

۳۔آدمی نے خارجی مظاہر کی تفہیم کے لئے داخل کی طرف رجوع کیا مگر داخلی سوچ کی طرزوں سے لاعلمی کے سبب تجسس کو ظاہری طرزوں میں تلاش کیا۔

۴۔محقق نے خیالات کی پیمائش مٹی کے کئی رخوں سے کی ہے۔ان میں پتھر کا دور، لوہے کا دور، تانبے کا دور، میکانکی و حرکی دور اور فی زمانہ سلیکان (ریت)

کا دور شامل ہے۔

۵۔ تمام ایجادات اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے اخذ شدہ ہیں جیسے پرندوں کا اڑنا اور ہوائی جہاز۔

۶۔ روزمرہ امور رواں رکھنے کے لئے تقاضوں کو کسی نہ کسی طرح انٹرنیٹ سے جوڑ دیا گیا ہے۔

۷۔ انٹرنیٹ پر سوچ، سوچ سے ہم کلام ہے۔ انٹرنیٹ کی خیالی دنیا میں سوچ جغرافیائی حدود وقیود میں رہتے ہوئے کرۂ ارض کے ایک سرے سے دوسرے سرے پر بیک وقت سفر کرتی ہے۔

۸۔ موبائل فون کی نئی چِپ Snapdragon 865 آدمی کی داخلی لاتناہیت کا مادی تناہیت میں مظاہرہ ہے۔Chip (چِپ) کے حامل موبائل فون سے آپ کسی بھی زبان میں بات کر سکتے ہیں۔

۹۔ ہر مظہر علم ہے۔ داخلی سوچ کے مظاہرے کے لئے اسکرین ہونا لازم ہے۔ ماحول میں ہر شے تصویر ہے جو اسکرین پر منعکس ہوتی ہے۔

۱۰۔ ماہرین ایسی دنیا تخلیق کرنے میں کوشاں ہیں جہاں زمان و مکان کی قید نہ ہو جب کہ ایسی دنیا ہمارے داخل میں موجود ہے۔ الہامی کتب اور آخری آسمانی کتاب قرآن کریم میں وہ زاویۂ فکر موجود ہے جس سے زمان و مکان کا علم ملتا ہے۔

۱۱۔ یقین کی ٹوٹ پھوٹ سے جو دنیا مظہر بنتی ہے وہی عام فرد یا محقق کا علم اور حاصلِ شعور ہے۔ شعور کی یہ طرز تغیر اور دھوکا ہے۔

۱۲۔ رات اور دن کے آنے جانے میں غور کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

۱۳۔ آدمی کا مشاہدہ محدود ہے۔ محدود مشاہدے نے مادی آلات کی پابندی کا ماسک پہن لیا ہے۔

۱۴۔ وہیل بین البراعظمی سمندری سفر میں اپنی سمت کا تعین ستاروں سے کرتی ہے۔

۱۵۔ قرآن کریم میں اکثر مقامات پر ''قسم'' کھا کر مخلوق کی خصوصیات کا مفصل ذکر ہے۔

خواتین و حضرات سے گزارش ہے کہ مضمون کا بغور مطالعہ کریں اور سوچیں کہ کیا ہم سوچ کے علاوہ کچھ ہیں۔ ہمارا سفر سوچ سے شروع ہوتا ہے اور سوچ پر ختم ہو جاتا ہے۔ سفر میں گزرنے والے سارے نشیب و فراز سوچ کا مظہر ہیں۔ اپنے اندر زندگی پر غور کریں اور بتائیں کہ آپ نے کیا سنا، کیا دیکھا، کیا سمجھا اور کیا نہیں سمجھا۔ حقیقی سوچ جہاں سے زندگی کے دھارے پھوٹتے ہیں وہ اللہ کا چاہنا ہے جس کے تحت کائنات وجود میں آئی ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ اس کے علاوہ راستے فریب ہیں۔

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

(آخری قسط)

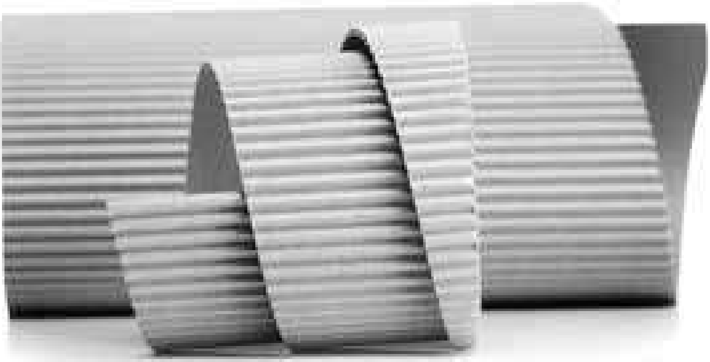

Manufacturer of
Liner & Floating Paper

PRIME PACK INDUSTRIES

C-21, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381

اقتباسات

''ماہنامہ قلندر شعور'' کو گلدستہ بنانے کے لئے قارئین کی کوششیں قابل قدر ہیں۔ قرآن کریم، آسمانی کتابوں، ملفوظات، تاریخ، انکشافات اور سائنسی فارمولے بھیج کر اس رسالے کا حصہ بن سکتے ہیں۔ تحریر کم و بیش 120 الفاظ پر مشتمل ہو۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے رحمۃ للعالمینؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا، یارسول اللہؐ! قیامت کب آئے گی؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، تم نے اس کے لئے کیا سامان جمع کیا ہے؟ صحابی نے نادم ہو کر عرض کیا، یارسولؐ اللہ! نماز، روزے، صدقات اور خیرات کے علاوہ جو کچھ میرا سرمایہ ہے وہ صرف اللہ اور رسولؐ کی محبت کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، جو انسان جس سے محبت کرے گا، وہ اسی کے ساتھ رہے گا۔

(مرسلہ: ثوبیہ رمضان۔ چھالیہ)

آج کی نسلیں گزشتہ نسلوں سے زیادہ مایوس ہوں گی اور آئندہ نسلیں اور بھی زیادہ مایوس ہونے پر مجبور ہوں گی۔ نتیجے میں نوعِ انسانی کو کسی نہ کسی وقت نقطۂ توحید کی طرف لوٹنا پڑے گا تو بجز اس نقطے کے نوعِ انسانی کسی ایک مرکز پر کبھی جمع نہیں ہو سکے گی۔

(مرسلہ: محمد عثمان۔ کراچی، کتاب: لوح و قلم)

نیک ہستیوں نے ہمیشہ اخلاقِ حسنہ کا ذکر کیا ہے اور اس کی تعلیم دی ہے۔ اخلاقِ حسنہ دین کی اساس ہے۔ نیک ہستیاں کہتی ہیں کہ اخلاقِ حسنہ اختیار کرنے سے عشقِ الٰہی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور دین و دنیا دونوں کی کامیابی کے لئے عشقِ الٰہی لازم و ملزوم ہے۔ اللہ نے کائنات میں دنیائیں بلاوجہ نہیں پیدا کیں بلکہ ان کو پیدا کرنے کا مقصدِ اولیٰ تھا اور اس مقصدِ اولیٰ کے لئے ضابطۂ اخلاق وضع کیا گیا ہے۔ ضابطۂ اخلاق کی پابندی سے اخلاقِ حسنہ اور بلند درجات حاصل ہوتے ہیں۔

(مرسلہ: شمائلہ ابرار۔ لاہور)

کنفیوشس کا کہنا ہے، ''میں قدما سے محبت کرتا ہوں اور ان کی محبت میرے دل میں جاگزیں ہے۔ ان کی تعلیمات اتنی جامع، ہمہ گیر اور اہم ہیں کہ میں ان کے مطالعے سے کبھی نہیں تھکتا۔ روحانی دولت کا ان مٹ خزانہ ان میں پوشیدہ ہے۔ جس کا دل چاہے ان سے اخلاقی اصول اور روحانی روشنی حاصل کرسکتا ہے بشرطیکہ طلبِ صادق موجود ہو۔ اسی لئے میں اپنی تحریروں میں ہمیشہ ان سے استفادہ کرتا رہتا ہوں اور سوائے شاذ حالتوں کے میں نے کبھی جدید نظریات یا تصورات پیش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میرا کام تو ان کو نئے ماحول کے مطابق لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔'' (مرسلہ: انعم حیدر، کتاب: حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق)

قدرت نے انسان کو ایسی نعمت سے نوازا ہے جسے ہم ضمیر کہتے ہیں۔ جب بھی ہم سے کوئی اچھائی یا برائی سرزد ہو تو یہ اپنے خصوصی سگنل جاری کرتا ہے۔ ان سگنلز میں کبھی شرمندگی کا احساس نمایاں ہوتا ہے تو کبھی ضمیر سے آپ کو ویری گڈ کی آواز آتی ہے۔ آپ کسی یتیم کے سر پر دست شفقت رکھتے ہیں یا اپنا ضروری کام چھوڑ کر کسی نابینا کو سڑک پار کرواتے ہیں تو محسوس کرتے ہیں کہ آپ کے ضمیر نے آپ کو شاباشی دی ہے۔ پیار سے تھپکی دی ہے۔ انسان خود میں عجیب طرح کی تازگی اور انرجی محسوس کرتا ہے۔ جب ہم کسی کو جھڑک دیتے ہیں یا ناراض کرتے ہیں یا ایسا عمل کرتے ہیں جس کی ممانعت کی گئی ہے تو ضمیر تنگی محسوس کرتا ہے اور ایک سگنل بھیجتا ہے جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ عمل درست نہیں۔

(مرسلہ: عنبرین صادق، حیدرآباد)

حضور قلندر بابا اولیاؒ نے فرمایا—ایک نجومی حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضورؐ پہاڑ پر تشریف فرما تھے۔ نجومی نے عرض کیا: ''اگر آپ کے پیر کے نیچے پہاڑ موم کی طرح نرم ہوجائے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔'' حضور پاکؐ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پیر اٹھا کر پہاڑ پر رکھا تو پہاڑ نرم ہو گیا۔ نجومی نے آسمان کی طرف دیکھا اور ایمان لے آیا۔ نجومی نے بتایا کہ آسمان پر ایک ستارہ ایسا ہے جب وہ کسی کے سر پر سایہ فگن ہوتا ہے تو اس شخص کے پیر کے نیچے پہاڑ موم بن جاتا ہے۔ اس مقام تک ستارے کو پہنچنے میں ایک لاکھ سال کا وقفہ چاہئے تھا۔ میں نے دیکھا کہ جیسے ہی محمد رسول اللہؐ نے پیر اٹھا کر پہاڑ پر رکھا، ستارہ تیزی سے حضور پاکؐ کے سر پر آیا اور واپس چلا گیا۔

(کتاب: محمد رسول اللہؐ، جلد دوم)

محمد عدنان خان

پورب کے ہم زاد

رنگ و چمن، عروج و زوال، عشق و سرمستی اور فنا و بقا کے رنگوں سے معمور صدیوں پر محیط داستان جس کی مکانیت تبت کی فلک بوس چوٹیوں سے لے کر ٹیکسلا کی سرسبز وادیوں تک پھیلی ہوئی ہے۔

ردا کا میلان ماورائی علوم کی طرف تھا۔ اس نے پی ایچ ڈی مکمل کرنے کے لئے ٹیکسلا کے آثارِ قدیمہ کا انتخاب کیا جہاں صدیوں پرانی داستان صفحۂ قرطاس پر ظاہر ہونے کی منتظر تھی۔ ٹیکسلا میں صدیوں برس قبل کے کشان دورِ حکومت کا شہزادہ ملا جو اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اسے شہزادے سے دور رکھنے کے لئے مکروہ صورت بوڑھا بجر و لال سامنے آیا اور ردا کی پریشانیوں کا آغاز ہوا۔ نیلم کے ذریعے ردا کی بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ شہزادے اور اس کے ساتھیوں کے ہم زاد کو شیطانی چیلوں سے آزاد کرنے کے لئے تمہارا انتخاب ہوا ہے۔ ملاقات کے بعد وہ گھر جا رہی تھی کہ راستے میں حادثہ پیش آیا۔ نیلم کو کم چوٹیں آئیں لیکن ردا کوما میں چلی گئی۔ اسپتال میں ردا کے اندر سے روشنی کا پرت نکلا اور ماضی میں سفر کرتے ہوئے ہزاروں سال پہلے کے تبت میں لے گیا۔ غیبی قوتیں اس کی مدد کر رہی تھیں۔ یہاں ایک پہاڑ پر بنی عبادت گاہ ردا کا مسکن قرار پائی۔ ردا سے پہلے عبادت گاہ میں بزرگ ماں رہتی تھیں جو ان دنوں شہزادے کے علاج کے لئے محل گئی ہوئی تھیں۔ علاقے میں شیطانی قوتوں کو ردا کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے مشکلات کھڑی کیں لیکن قدرت اس کی حفاظت کر رہی تھی۔ شہزادہ صحت یاب ہوا اور بزرگ ماں محل سے لوٹ آئیں۔

جمعرات کا دن تھا۔ دور دراز سے آنے والے مریض باہر جمع ہونا شروع ہوئے۔ مریضوں کو دیکھنے کے لئے مجھے (ردا) وہی چوغہ دیا گیا جسے پہنتے ہی کیفیات تبدیل ہوگئیں۔ پھر میں رہ گئی اور مریضوں کے روشنی کا سراپا۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت شاملِ حال تھی ۔ ہر مسئلے اور بیماری کا حل میرے دماغ میں آجاتا۔ آیوشی اور بھرگوی مستعدی سے مریض باری باری بھیج رہی تھیں۔ جب احاطہ تقریباً خالی ہوگیا تو چادر میں لپٹی بوڑھی عورت داخل ہوئی۔ اس کے آتے ہی ماحول بوجھل ہوگیا۔ وہ ایک طرف خاموشی سے بیٹھ گئی۔ نہ چاہتے ہوئے میری نگاہ اس کی جانب اٹھ جاتی۔ لگتا تھا کہ وہ کوئی عمل کر رہی ہے جس سے میری کیفیات میں ردّوبدل ہو رہا ہے۔ چہرہ چھپا ہوا تھا، آنکھیں نظر آرہی تھیں۔

وہ مجھے گھور رہی تھی۔اس کی باری آئی تو آگے بڑھنے کے بجائے، اٹھ کر پیچھے چلی گئی۔مطلب یہ تھا کہ وہ آخر میں ملنا چاہتی ہے۔معالج کا زیادہ وقت لینے کے خواہش مند مریض آخر میں ملنے کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے کسی نے اس حرکت پر توجہ نہیں دی۔

آخری مریض جیسے ہی رخصت ہوا، ہوا کا تیز جھونکا آیا جس کے ساتھ ہی بوڑھی عورت کا وجود غائب ہوگیا، محض لباس رہ گیا اور لباس دروازے تک اڑتا ہوا چلا گیا۔ جیسے اس نے لباس نہیں، تھان پہنا ہو۔ ہمارے سامنے انسانی وجود سے عاری کپڑے کا تھان تھا۔آیوشی کی چیخ نکل گئی۔سب اتنی تیزی سے ہوا کہ میں بھی دم بخود تھی۔آیوشی اور بھرگوی ڈر گئیں۔میری گرفت عصا پر مضبوط تھی مگر سرپ پندورا (سفید سانپ) عصا پر موجود نہیں تھا۔ ہم ساکت و جامد کھڑے تھے۔پھر کپڑے میں حرکت ہوئی تو بھرگوی خوف سے اچھل پڑی اور آیوشی میرے قریب ہوگئی۔ سلابھا اور اس کی ماں اپنے کمرے میں تھے۔سارے مریض جا چکے تھے۔

عبادت گاہ کے صحن میں ہم تین افراد تھے۔کپڑا تھوڑی دیر تک تیزی سے ہلتا رہا۔پھر سرپ پندورا اس میں سے ایسے برآمد ہوا جیسے کسی معرکے سے واپس آیا ہو۔کھال پر جگہ جگہ زخم تھے۔توقف کے بغیر وہ گھومتے ہوئے عصا پر چڑھ کر پیوست ہوگیا۔

سمجھ سے باہر تھا کہ ہوا کیا ہے۔

ایک مرتبہ پھر کپڑے میں حرکت ہوئی۔ ہوا کا ایک اور تیز جھونکا آیا، چادر اڑی اور دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں میں غائب ہوگئی۔

سب کی آنکھوں میں سوال تھا کہ یہ کیا ہوا۔

آیوشی اور بھرگوی سوالیہ نظروں سے میری جانب دیکھ رہی تھیں۔ اس دوران گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دیں۔وہ جو کوئی بھی تھے، ہماری جانب آرہے تھے۔ کچھ دیر میں عبادت گاہ سے باہر ایک گھوڑا رکا—اس پر سے اترنے والے شخص کو دیکھ کر مجھے جھٹکا لگا۔

وہ شہزادہ جے ونت تھا۔ پیچھے دس بارہ سپاہی تھے۔جے ونت نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا ہماری طرف آرہا تھا جب کہ سپاہی باہر رک گئے۔اس کی چال میں شہزادوں جیسا غرور تھا نہ شاہوں جیسا کروفر۔ شہپر جیسی اٹھان تھی نہ جوانوں جیسا بانکپن۔اگر کچھ تھا تو دیوانگی تھی، مستانہ پن تھا، وارفتگی تھی۔

قریب پہنچ کر جے ونت نے کہا، معذرت خواہ ہوں کہ آنے میں دیر ہوگئی مگر امید ہے کہ زیادہ دیر نہیں ہوئی۔لگتا ہے آپ مریض دیکھ کر ابھی اٹھی ہیں۔

اس کے لہجے، آواز اور شاہی لباس نے مجھے لمحوں میں اس وقت سے جوڑ دیا جب وہ مجھے ٹیکسلا میں ملا تھا۔یہ وہی شہزادہ تھا جس کے چہرے پر بے بسی نے مجھے اس کی مدد پر آمادہ کیا اور وقت صدیوں کا سفر

طے کر کے مجھے ماضی میں لے آیا۔

ماضی، حال اور مستقبل کیا ہے ___؟ لمحے کا پھیلاؤ ہے۔ یہی وقت پھیل کر سمٹتا ہے تو ماضی بن جاتا ہے۔ شعور گزرنے والے لمحات میں پیش آنے والے واقعات کا ریکارڈ محفوظ کر لیتا ہے اور ہم اس کو ماضی کا نام دیتے ہیں۔

روحانی لوگوں کے نزدیک سب کچھ ماضی ہے کیوں کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب ''کتابِ مرقوم'' میں لکھا جا چکا ہے۔ ہماری پیمائش اور ناپ تول مادی حواس کے زیرِ اثر ہے۔

جب تحقیق و تلاش (سائنس) اسپیس کے تین ڈائی مینشن کو وقت کے چوتھے ڈائی مینشن سے ملا کر حرکت کو جانچنے کی کوشش کرتی ہے تو ایسے میں آئن اسٹائن کا خصوصی نظریۂ اضافت[1]، حواس کی بنیاد پر لمبائی میں سمٹنے[2]، وقت میں پھیلنے[3] اور کمیت[4] میں تبدیلی[5] کا انکشاف کرتا ہے۔ یہ نظریہ خود مفروضہ حواس کے زیرِ اثر مشاہدات میں تبدیلی ظاہر کرتا ہے کیوں کہ یہ دو الگ الگ فریم آف ریفرنس (زاویوں) پر موجود لوگوں کے مشاہدات ہیں۔ ان میں فرق ہے۔ ایک کے نزدیک وقت، لمبائی اور کمیت میں تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ دوسرا تینوں مقداروں کو یکساں دیکھتا ہے۔

نظریہ اضافت کی بنیاد روشنی ہے جس میں مفروضہ حواس کام کرتے ہیں۔ ہماری رفتار اور حواس کششِ ثقل کے زیرِ اثر ہیں پھر اس نظریے کو کیوں کر درست مانا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیا نظریہ پرانے نظریات کا جنہیں ہم پورے وثوق سے درست مانتے ہیں، قلع قمع کر دیتا ہے۔ ذہن نشین رہے کہ تحقیق اور غور و فکر حقیقت آشنائی کے راستے ہیں جس کا اظہار قرآن میں بار بار کیا گیا ہے۔

''یہ بڑی برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل رکھنے والے سبق لیں۔'' (ص:۲۹)

''کیا انہوں نے کبھی اپنے آپ میں غور و فکر نہیں کیا؟'' (الروم: ۸)

حقیقت تک رسائی غیر جانب دار ذہن سے غور و فکر کر کے ممکن ہے۔ جانب دار ذہن ہر اس چیز کو رد کر دیتا ہے جو مادی حواس کے دائرہ اثر سے باہر ہو۔ مادے (matter) اور مادی حواس کی مثال ایسی ہے جیسے آنکھ کپڑے پر رنگ برنگ گل بوٹے تو دیکھتی ہے مگر تانے بانے کی بساط کو نہیں دیکھتی جن پر گل بوٹے قائم ہیں۔

یہ کم زوری نظریات میں ردّ و بدل کا سبب ہے۔

---

(۱) special theory of relativity (۲) contration (۳) dilation (۴) mass (۵) variation

شہزادہ جے ونت کی آنکھوں میں امید کے دیئے جل رہے تھے۔ ہم ابھی تھان میں لپٹی بوڑھی عورت کے معمّے میں الجھے ہوئے تھے کہ شہزادہ یہاں پہنچ گیا۔ آیوشی اور بھرگوی باادب کھڑی تجسس سے شہزادے کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ مجسمِ سوال تھا۔

میں نے انجان بنتے ہوئے کہا، شہزادے! کیسے آنا ہوا۔ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے — ؟

کئی رنگ اس کے چہرے پر آکر گزر گئے۔

جھجکتے ہوئے کہا، طبیبہ صاحبہ سے ملنا ہے۔

میں نے کہا، یہاں کی طبیبہ اب میں ہوں۔ بتایئے کیا خدمت کرسکتی ہوں — ؟

ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے موقع نہیں دیا نہ معاوضہ یا انعام وصول کیا اور چلی گئیں۔

شہزادے! معاوضے اور انعام کا تعلق اس ماحول سے ہے جس میں آپ رہتے ہیں۔ بزرگ ماں جس دنیا سے تعلق رکھتی ہیں وہاں یہ سب بے وقعت ہے۔ دل سے ادائیگی کا بوجھ اتار کر لوٹ جایئے اس دنیا میں جہاں تختِ شاہی اپنے وارث کا منتظر ہے۔ جہاں چار بوڑھے ہاتھ (بادشاہ، ملکہ) اپنے ولی عہد کو حقِ وراثت منتقل کرنے کے لئے بے چین ہیں۔ جہاں آپ کے قدموں سے قدم ملا کر بچپن اور لڑکپن کی سیڑھیاں طے کرنے والی لچھاوی کی بیٹی باگیاوتی آپ کی منتظر ہے۔ لوٹ جایئے شہزادے۔ محلوں کے مکینوں کا خاک نشینوں سے کیا واسطہ! شاہی محل کی بارونق اور پُرتعیش زندگی کے عادی شخص کا ویرانوں اور سناٹوں میں بسنے والوں سے کیا لینا دینا! جن سے ملاقات کے لئے آپ تشریف لائے ہیں، وہ نامعلوم منزل کی طرف جا چکی ہیں۔

شہزادہ عالمِ حیرت میں گم پلکیں جھپکائے بغیر میری جانب دیکھ رہا تھا۔ میں نے جو کچھ کہا، وہ اس کے لئے غیر متوقع اور انکشافات سے پُر تھا۔ اس نے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا، بی بی جی! خواہشات اور جذبات کی سرحدیں نہیں ہوتیں۔ یہ افلاس اور امارت سے آزاد ہوتے ہیں۔ خواب تو کوئی بھی دیکھ سکتا ہے۔ آپ مجھے ان کا پتہ بتا دیں، باقی میری قسمت! اگر ان کی منزل نامعلوم ہے تو میں بھی معلوم منزلوں کے نشان نہیں چاہتا۔ سمت کا تعین کردیں۔ میں اس زمین تک چلا جاؤں گا جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے اور جہاں پر سورج غروب ہوتا ہے۔ ہواؤں کے دیس تک سفر کرسکتا ہوں جہاں سے وہ چلتی ہیں اور جہاں پر لوٹ جاتی ہیں۔ میں اس وقت تک چلتا رہوں گا جب تک آنکھیں منزل کو نہ دیکھ لیں۔ شہزادہ جذبات سے لبریز آواز میں بولتا چلا گیا۔

ہونا وہی تھا جو ہو چکا ہے۔ میری یہاں موجودگی بزرگوں کے تصرف کی وجہ سے تھی۔ یہاں کے کسی معاملے میں میری دخل اندازی بلاجواز تھی۔

صرف اتنا کہہ سکی ـــــ اللہ تعالیٰ آپ کی منزلیں آسان کریں، آمین ۔ رب راضی ہو تو کام یابی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ بزرگ ماں اپنے استاد سے ملنے تبت جا چکی ہیں۔ کب واپسی ہوگی، آپ کی طرح ہم بھی منتظر ہیں۔

شہزادے کی پیشانی پر بل نمودار ہو گئے۔

وہ فکر مندی سے بولا، تبت سرحدی علاقہ ہے۔ مجھے وہاں جانے کے لئے خصوصی تیاری اور اجازت کی ضرورت ہوگی۔ میں انہیں منا لوں گا۔

اس کا اشارہ والدین کی طرف تھا۔

بڑبڑاتا ہوا واپسی کے لئے دیوانہ وار پلٹا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز دور تک سنائی دیتی رہی۔

ہم تینوں عجیب کیفیات کا شکار تھے۔

آوازیں معدوم ہوئیں تو ہوش آیا۔

سب جا چکے تھے۔ آیوشی اور بھرگوی نے جلدی جلدی سامان سمیٹا۔ میرے قدم جھونپڑی کی سمت اٹھے۔ ابھی چار قدم آگے بڑھی تھی کہ احاطے کے دروازے پر رتن ناتھ کی کھردری آواز گونجی، بیٹی! کیا میں اندر آجاؤں۔ (قارئین کی یاددہانی کے لئے ایک بار پھر واضح کر دوں کہ یہ ابتدائی صدی عیسوی کا دور ہے جب اس علاقے پر بادشاہ کنڈل کڈفیزز کی حکومت تھی اور جے ونت اس کا بیٹا تھا۔)

رتن ناتھ کھانے پینے کی ترسیل کا کام کرتا تھا۔ اس کی ڈیوٹی برسوں سے جاری تھی۔ وہ انڈے، دودھ، مکھن، سبزیاں، اجناس اور ضرورت کی دیگر اشیا یہاں لاتا تھا۔ اس کا خاندان بدھا صاحب کے عقیدت مندوں میں سے تھا۔ مجھ سے اس کا کم سے کم سامنا ہوتا تھا۔ یہ معاملات زیادہ تر آیوشی اور بھرگوی دیکھتی تھیں۔ وہ دونوں اس کی بے وقت آمد پر چونک گئیں۔ مجھے بھی حیرت ہوئی۔ آیوشی نے اسے پائن (صنوبر) کے درخت کے نیچے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی تھی۔ میں اس کی جانب آئی۔ آیوشی دوڑ کر میرے بیٹھنے کے لئے پیڑھی لے آئی۔ ہم سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے ہاتھ جوڑ کر بولا، بی بی جی! بہت مجبور ہو کر آیا ہوں۔

کیا بات ہے رتن ناتھ، خیریت ہے؟

خیریت کہاں ہے بی بی جی! ہمارے گھر میں مہتر گھس گیا ہے۔ میرے بچوں کو ذبح کر دے گا۔ یہ کہتے ہی اس نے آستین اوپر کی ـــــ بازو پر تیز دھار آلے سے گہرے لمبے کٹ کا تازہ نشان تھا۔ زخم کھلا ہوا تھا مگر حیرت انگیز طور پر زخم سے خون نہیں رس رہا تھا۔ زخم دیکھ کر سرد لہر ریڑھ کی ہڈی سے گزر گئی۔

(قسط: ۱۵)

ادارہ

اولی الالباب بچے

اللہ تعالیٰ چھپا ہوا خزانہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مخلوق مجھے پہچانے تو محبت سے مخلوق کو تخلیق کیا اور کائنات بنائی۔ کائنات اور جو کچھ اس میں ہے وہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے واقف ہونے کی نشانیاں ہیں۔ جو چھوٹے اور بڑے بچے غور وفکر کرتے ہیں وہ اولی الالباب (عقل و دانش والے) کہلاتے ہیں۔ بچو! ذہن استعمال کریں، سوچیں اور جو جواب ذہن میں آئے، ہمیں بھیج دیں۔ ہمارا پتہ ہے: بچوں کا قلندر شعور، عظیمی محلّہ، سرجانی ٹاؤن، کراچی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

ابا آدمؑ اور اماں حوّاؑ کی اولاد کو آدمی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم سکھایا تو آدمی — انسان بن گیا اور فرشتوں نے سجدہ کرکے انسان کی برتری کو تسلیم کیا۔

◇ دو تین انچ کی چڑیا زمین پر چلتی ہے، دانہ کھاتی ہے، جب دل چاہتا ہے اڑ کر فضا میں سیر کرتی ہے۔

◇ ٹڈا — چڑیا سے چھوٹا ہے لیکن جب ٹڈوں کا غول کھیتوں پر حملہ کردے تو کھیت ویران ہو جاتے ہیں اور کسان بے بسی کی تصویر بن جاتا ہے۔

◇ زلزلہ آنے والا ہو تو پرندوں اور جانوروں کو پتہ چل جاتا ہے۔ وہ علاقے سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، جب کہ آدمی بے خبری کی نیند سو رہا ہوتا ہے — زلزلہ آتا ہے اور آدمی چھت کے نیچے دب جاتا ہے۔

◇ بزرگ بتاتے ہیں رات کو کتّے اس لئے روتے ہیں کہ انہیں بلائیں نظر آتی ہیں۔

پرندوں کو اڑتا دیکھ کر آدمی نے لوہے سے جہاز بنالیا۔ جب آدمی لوہے کو اس قابل بنا سکتا ہے کہ وہ اڑ جاتا ہے پھر خود کیوں نہیں اڑتا؟ آدمی کو وہ نظر کیوں نہیں آتا جو کتّا اور بلی دیکھ لیتے ہیں اور پرندے محسوس کر لیتے ہیں؟ پھر آدمی مخلوقات میں افضل کیسے ہوا؟

★ جواب بھیجنے کی آخری تاریخ 20 اکتوبر ہے۔ اپنے اساتذہ اور اماں ابا سے مشورہ کر سکتے ہیں۔

****

اگست 2020ء کے شمارے میں بچوں کو پتّے پر تفکر کی مشق دی گئی تھی۔ اسکولوں کے بچوں نے پتّوں کے بارے میں درج ذیل کیفیات ارسال کی ہیں۔

◇ **ذہین زبیر (کراچی)**: پتّے پر غور کیا تو سفید رنگ کی چھوٹی سی آنکھ نظر آئی۔ دوسرے روز تفکر کیا تو گول ناک دیکھی اور جب تیسری مرتبہ تجربہ کیا تو ہرا رنگ اور باریک نشانات نظر آئے۔

◇ **ایمان، جماعت چہارم (پشاور)**: پتّے پر تفکر کیا تو نظر آیا کہ اس کے ہاتھ، پیر اور کان ہیں۔ جیسے ہم تکلیف محسوس کرتے ہیں، پتّوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

◇ **دانش، حرا مقصود (فیصل آباد)**: غور کیا تو نظر آیا پتّوں میں رگیں اور چھوٹی چھوٹی شریانیں ہیں۔ آدمی کی ریڑھ کی ہڈی کی طرح ان میں تنا ہے جس پر جسم کی عمارت کھڑی ہے پتّے کے گرد روشنی کے ہالے دیکھے۔

◇ **شگفتہ (کراچی)**: یکسو ہوتے ہی تقریباً ایک انچ کی ہتھیلی اور لمبا ہاتھ نظر آیا جس میں چار انگلیاں تھیں۔ پتّے پر موٹے موٹے دانے تھے۔ رگیں ہلتی ہوئی دیکھیں۔

◇ **حور، جماعت پنجم (پشاور)**: رگوں کا جال دیکھا۔ ذہن میں آیا کہ پتّے کا رنگ سبز کیوں ہے؟

◇ **اریبہ، جماعت دہم (فیصل آباد)**: محسوس ہوا کہ پتّے مجھے دیکھ رہے ہیں اور آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔

◇ **فضا نور (راولپنڈی)**: پتّے ہماری طرح سانس لیتے ہیں، ان کا خیال رکھنا چاہئے۔

◇ **رقیہ، نور العین، انیس (پشاور)**: پانچ منٹ توجہ سے دیکھنے کے بعد سمجھ میں آیا کہ پتّوں میں جان ہوتی ہے، ہماری طرح وہ بھی سانس لیتے ہیں، پانی پیتے ہیں اور اگر پانی نہ ملے تو سوکھ جاتے ہیں۔

◇ **شائستہ (کراچی)**: پتّے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔

◇ **لالہ رخ (حیدرآباد)**: پتّے خوشی اور غم محسوس کرتے ہیں۔ جیسے حضور پاکؐ کی محبت میں کھجور کا تنا ہچکیاں لے کر رو یا تھا۔

◇ **عارف مقصود (فیصل آباد)**: پتّوں میں ہلکی حرکت ہوئی۔ وہ درخت کے پاس جا رہے تھے۔

◇ **عائشہ، مریم سجاد (راولپنڈی)**: مجھے پتّے میں پوری دنیا اور سبز روشنی نظر آئی۔

◇ **احمد محی الدین (میانوالی)**: پہلے دن کچھ نظر نہیں آیا۔ دوسرے دن دیکھا پتّے سانس لے رہے ہیں۔

****

حمدہ یوسف (کراچی)

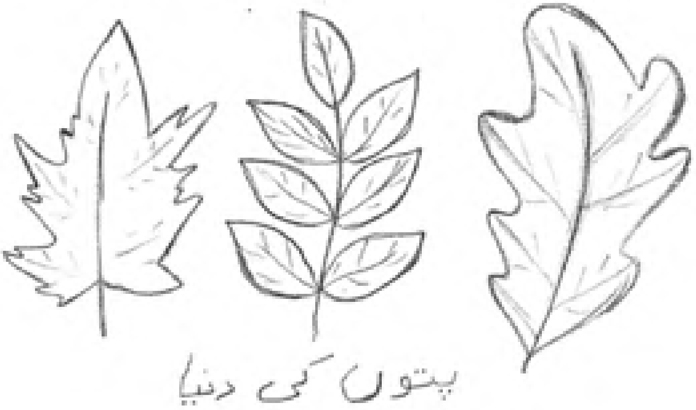

فضا نور (راولپنڈی)

یا نبیؐ سلام علیک

اسلامیات کی ٹیچر مس آمنہ کے کلاس میں داخل ہوتے ہی بچوں نے کھڑے ہو کر انہیں سلام کیا۔ دو بچے باتوں میں مصروف تھے، انہیں مس کی آمد کا پتہ نہیں چلا۔ مس نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔

وہ شرمندہ ہو کر کھڑے ہوئے اور معذرت کی۔

آج مس آمنہ نے سبق پڑھاتے ہوئے بچوں سے کہا، ہمارے پیارے آخری نبیؐ سلام میں پہل فرماتے تھے۔ السلام علیکم کے معنی ہیں کہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ جب ہم سلام کرتے ہیں تو دوسرا فرد سلام کا جواب دیتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ دو بھائی یا دو بہنیں ایک دوسرے کو خوش وخرم اور سلامتی کے ساتھ زندگی گزارنے کی دعا دیتے ہیں۔

بچے غور سے سن رہے تھے۔

مس نے پوچھا، کیا آپ لوگ اللہ کی محبت کو محسوس کرتے ہیں؟ سارے بچے خاموش رہے۔

عالیہ نے پوچھا، مس! اللہ کی محبت کیسے محسوس ہوتی ہے ــــ؟

مس نے کہا، اللہ نے ہمیں رہنے کے لئے گھر دیا ہے۔ محبت کرنے والے اماں ابا، بہن بھائی، دادا دادی، نانا نانی دیئے ہیں۔ اللہ نے ہمارے لئے زمین بنائی اور زمین کو دسترخوان بنایا۔ مزے مزے کے کھانے عطا کئے ہیں۔ دنیا کا بہترین مشروب پانی دیا ہے۔ اچھی صحت دی۔ ہماری پڑھائی کا انتظام کیا ہے اور دوسری نعمتیں جن کا شمار ممکن نہیں، اللہ کی محبت کا مظاہرہ ہیں۔

پیارے بچو! سب بچے سوچیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا کس کس طرح اظہار فرماتے ہیں۔ یہ آپ کا ہوم ورک ہے۔ جو سمجھ میں آئے، لکھ کر لائیں۔

عالیہ نے پوچھا، مس! میں کہانی لکھ سکتی ہوں؟

جی ہاں! آپ کہانی لکھ سکتی ہیں اور مضمون بھی، لیکن وہی لکھنا ہے جو ذہن میں آئے۔

بچے مس آمنہ سے خوش تھے۔ وہ کسی پر دباؤ نہیں ڈالتی تھیں۔ بچوں کو سراہتی تھیں۔ ان کی کوشش تھی کہ بچے ذہن استعمال کرنا سیکھیں۔ ان کی کلاس میں کوئی فیل نہیں ہوتا تھا۔ وہ کہتی تھیں کہ

اگر نمبر اچھے آجائیں لیکن آپ خود سے سوچنا نہ سیکھیں تو یہ کام یابی نہیں ہے۔سارے بچے اپنا ذہن استعمال کرنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ مس ان سے خوش ہوں۔

عالیہ ہونہار طالبہ تھی۔وہ گھر آئی، یونیفارم تبدیل کیا، منہ ہاتھ دھویا، کھانا کھایا اور کچھ دیر سستانے لیٹ گئی۔تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد اٹھی اور کاپی قلم لے کر بیٹھ گئی۔سوچا کہ میں کیا لکھوں۔گھر میں خاموشی تھی۔جلد ہی ذہن یکسو ہوا اور ہوم ورک سے متعلق خیالات کی رَو شروع ہوگئی۔

عالیہ کو خیال آیا کہ اللہ ستّر ماؤں سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔میں اپنی اماں کو دیکھ سکتی ہوں لیکن جو ہستی مجھے میری اماں سے زیادہ چاہتی ہے وہ مجھے کیوں نظر نہیں آتی—؟

سوال چند بار دہرایا تو ذہن میں آیت آئی جو اسلامیات کی مس اکثر دہرایا کرتی تھیں،

''زمین میں اور خود تمہارے اندر نشانیاں ہیں۔تم دیکھتے کیوں نہیں؟''

—غنودگی طاری ہوئی اور وہ سوگئی۔اس دنیا میں عالیہ کی آنکھ جیسے ہی بند ہوئی، خود کو دوسری دنیا میں کاپی قلم ہاتھ میں لئے ایک درخت کے سائے میں بیٹھے دیکھا۔دیکھا کہ— ہزاروں فرشتے ہیں۔سب کے ہاتھ میں ڈوری ہے، اور ڈوری کا دوسرا سرا عالیہ سے جڑا ہوا ہے۔آسمان سے ایک فرشتہ اڑتا ہوا آیا، اس کے پاس تصویر کی شکل میں خیال تھا۔اس نے خیال دوسرے فرشتے کو دیا، دوسرے نے تیسرے فرشتے کو—اس طرح خیال کی تصویر جب آخری فرشتے کے پاس پہنچی تو اس نے وہ تصویر عالیہ کے ذہن میں منتقل کردی۔اس طرح فرشتوں کی مخصوص جماعت عالیہ کے ذہن میں مسلسل تصویریں منتقل کرتی رہی۔

خواب میں عالیہ نے دیکھا کہ جب وہ قلم سے کاپی پر کچھ لکھنے کا ارادہ کرتی ہے تو اس کے ہاتھ کی ڈوری جس فرشتے کے پاس ہے، وہ فرشتہ ڈوری ہلاتا ہے اور عالیہ کا قلم لفظ لکھ دیتا ہے۔

بچو! آپ پلے لینڈ گئے ہیں۔وہاں جھولے میں سکّہ ڈالنے سے جھولا چلتا ہے۔اسی طرح فرشتوں نے عالیہ کے ذہن میں کہانی کا خیال منتقل کیا، وہ خیال کی طرف متوجہ ہوئی، فرشتوں نے ہاتھ کی ڈوریاں ہلائیں اور عالیہ نے خواب میں کہانی لکھنا

شروع کی۔۔۔

''عبداللہ ذہین بچہ تھا۔ ہر کام دل لگا کر توجہ سے کرتا تھا۔ اکثر شام یا رات میں کمرے کی کھڑکی سے، ٹیرس پر بیٹھ کر یا چھت پر لیٹ کر آسمان کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا تھا۔ طلوعِ آفتاب کے وقت جب آسمان پر سرخی پھیل جاتی تو وہ سوچتا کہ آسمان کو رنگ کس نے دیئے ہیں؟

چاند کو دیکھ کر عبداللہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی کہ اتنے خوب صورت چاند کو بنانے والا اللہ خود کتنا خوب صورت ہے؟

وہ سوچتا تھا کہ گنّے میں رس میٹھا ہے یا وہ ہستی میٹھی ہے جس نے گنّا بنایا اور اس میں مٹھاس رکھی؟

عبداللہ آسمان کو دیکھتے دیکھتے ایک دم چونک جاتا۔ محسوس ہوتا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے لیکن دیکھنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ وہ بے چین ہو جاتا کہ مجھے کون دیکھ رہا ہے اور وہ نظر کیوں نہیں آتا۔

ایک روز بے چینی اتنی بڑھی کہ وہ رونے لگا۔

کسی نے پکارا۔۔۔ عبداللہ!

آس پاس دیکھا، کوئی نہیں تھا۔

پوچھا، کون ہے، کس نے آواز دی ہے؟

آواز نے کہا۔۔۔ میں ہوں! تمہارا دوست۔ تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ جو بچے اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمدؐ پر درود بھیجتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر سلام بھیجتے ہیں۔ اللہ کے محبوبؐ پر سلام بھیجنے سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔

عبداللہ نے پوچھا، کیا میں آپ کو دیکھ سکتا ہوں؟

آواز نے کہا، کیوں نہیں! لیکن پہلے جو بتایا گیا ہے، اس پر عمل کرو۔

عبداللہ خوشی خوشی اٹھا۔ فوراً جا کر غسل کیا، صاف کپڑے پہنے اور خوش بو لگا کر جائے نماز پر بیٹھ کر درود شریف پڑھنے لگا۔ دل میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کی محبت محسوس ہوئی۔

وہ روزانہ رات کو درود شریف پڑھتا اور پڑھتے پڑھتے سو جاتا۔ وہ دعا کرتا تھا کہ یا اللہ، مجھے اپنے محبوبؐ کی زیارت سے نواز دیجئے۔

دن گزرتے رہے۔

ایک روز درود شریف پڑھنے کے دوران آنکھیں خود بخود کھل گئیں اور تیز جھما کا ہوا۔۔۔

عالیہ کی آنکھ کھل گئی۔

زبان پر درود شریف کا ورد جاری تھا۔

کمرے میں روشنی اور خوش بو محسوس ہوئی۔

اس نے کہا، کیا میں خواب دیکھ رہی تھی؟ اگر یہ خواب تھا تو پھر کمرے میں خوش بو کیسی ہے—؟

بستر پر کاپی کھلی ہوئی تھی جس پر عبداللہ کی کہانی لکھی تھی۔ عالیہ گہرے خیال میں ڈوب گئی۔

اگلے روز سب بچوں نے ہوم ورک دکھایا۔

مس آمنہ کو سب کا ہوم ورک پسند آیا۔

جب عالیہ کی باری آئی تو اس نے بتایا کہ میں نے کہانی لکھی ہے لیکن خواب میں۔

مس نے حیرت سے کہا، خواب میں—؟

سارے بچے عالیہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس نے کہانی سنائی تو کلاس میں گہری خاموشی چھا گئی۔ ہر ایک غور سے سن رہا تھا۔ کہانی ختم ہوئی تو مس نے عالیہ کو شاباش دی۔ ساتھیوں نے تالیاں بجائیں۔ آخر میں مس نے بچوں سے کہا کہ آیئے مل کر درود شریف پڑھتے ہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد وسلم
صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد وسلم
صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد وسلم

کلاس درود شریف کے ورد سے گونج اٹھی۔

پیارے نبیؐ ہمارے

ہم کو ہیں دل سے پیارے
آنکھوں کے ہیں وہ تارے
ہم سب کے ہیں سہارے
پیارے نبیؐ ہمارے

باطل مٹانے والے
قرآن لانے والے
ہیں بخشوانے والے
پیارے نبیؐ ہمارے

نیکی ہمیں سکھائی
اور شمع حق جلائی
کی دور ہر برائی
پیارے نبیؐ ہمارے

ان سے کرو محبت
سب کے لئے ہیں رحمت
ہر دل میں ان کی الفت
پیارے نبیؐ ہمارے

کردیں مدد خدارا
دے دیں اسے سہارا
ہے پھولؔ نے پکارا
پیارے نبیؐ ہمارے

(شاعر: تنویر پھولؔ)

کور چشم ـــــ روشن دل ـــــ بادشاہ

بات سینکڑوں سال پہلے کی ہے۔ دو بادشاہوں کی ملاقات ہوئی اور باتوں باتوں میں ایسی بات ہوگئی جس نے بحث کی شکل اختیار کرلی۔ بحث نے طول پکڑا، انا کا مسئلہ بنا، دونوں اپنے موقف پر قائم رہے اور بدمزگی سے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے میل آ گیا۔ دنیاوی لحاظ سے دونوں اپنے اپنے ملک کے بادشاہ تھے لیکن ساتھیو! بادشاہ وہ ہے جو بردباری کا مظاہرہ کرے اور معاف کردے، لڑائی کی صورت پیدا ہو تو صلح کو ترجیح دے۔

ایک بادشاہ کا نام گلفام اور دوسرے کا ارمغان تھا۔ بادشاہ گلفام عظیم سلطنت کا مالک تھا۔ اس کی فوج کا دبدبہ قریب و دور سارے ممالک میں تھا۔

دوسرے بادشاہ ارمغان کی سلطنت چھوٹی تھی اور اسی حساب سے فوج کی تعداد بھی کم تھی۔ بادشاہ چھوٹی سلطنت کا ہو یا بڑی سلطنت کا، بادشاہ ہوتا ہے۔ دونوں کو سمجھ داری اور منصب کا خیال رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے بادشاہوں جیسا سلوک کرنا چاہئے تھا لیکن انا آڑے آ گئی اور معمولی بات دو ملکوں کے درمیان دشمنی کا سبب بن گئی۔

بادشاہ گلفام نے وزیروں سے کہا، میں ارمغان سے سلطنت لے کر رہوں گا۔ وہ میری فوج کا سامنا نہیں کرسکتا۔ حملے کی تیاری کرو۔

حملے کی اطلاع بادشاہ ارمغان تک پہنچی تو وہ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر ملکہ سے کہا، اگر ہم اپنے سارے وسائل استعمال کرلیں تب بھی گلفام کی فوج کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اگر مزاحمت کی تو خون خرابہ ہوگا۔ بڑی تعداد میں لوگ مریں گے۔ میری وجہ سے رعایا کا نقصان نہیں ہونا چاہئے۔ جنگ سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم یہ ملک چھوڑ دیں۔

ملکہ نے کہا، ہم کہاں جائیں گے ـــــ؟ گلفام کی فوج طاقت ور ہے، ہمیں ڈھونڈ نکالے گی۔

بادشاہ ارمغان بولا، ہم گلفام کے ملک جائیں گے۔ اس کے گمان میں نہیں ہوگا کہ بچنے کے لئے ہم اس کے ملک میں پناہ لیں گے۔

ملکہ بات سمجھ گئی۔ انہوں نے ننھے شہزادے کو ساتھ لیا اور خاموشی سے راتوں رات محل سے نکل

کر بادشاہ گلفام کے ملک چلے گئے۔

رہائش کے لئے عام سے گھر کا انتخاب کیا تا کہ لوگوں کی نظروں میں نہ آئیں۔ بادشاہ ارمغان نے حلیہ اور چال ڈھال بدل کر مزدوری کی۔

دن گزرتے گئے— شہزادہ جوان ہوگیا۔

ایک روز بادشاہ ٹکٹکی باندھے بیٹے کو دیکھ رہا تھا۔

ملکہ نے پوچھا، کیا بات ہے؟

اس نے کہا، اگر بادشاہ گلفام کو معلوم ہوگیا کہ ہم اس کے ملک میں رہ رہے ہیں تو وہ ہمیں زندان میں ڈال دے گا۔ شہزادہ جوان ہوگیا ہے۔ بہتر ہے کہ اسے تعلیم کے لئے دوسرے شہر بھیج دیں۔ کسی کو شک نہیں ہوگا کہ یہ شہزادہ ہے۔

میاں بیوی نے مشورہ کر کے بیٹے کو قریبی شہر میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا۔

بادشاہ گلفام ارمغان کی تلاش میں تھا۔ ایک روز اس کے ایک محافظ نے بادشاہ ارمغان کو پہچان لیا۔ کئی دن تک اس کا پیچھا کیا۔ جب تسلی ہوگئی کہ یہی بادشاہ ارمغان ہے تو اس نے انعام کی لالچ میں بادشاہ گلفام کو خبر کر دی۔

ملکہ اور بادشاہ کو گرفتار کر کے دربار میں لایا گیا۔

گلفام نے حقارت سے کہا، پناہ کے لئے میرے ملک میں جگہ ملی۔ بیٹے کو کہاں چھپایا ہے؟

بادشاہ ارمغان نے کہا، میرا بیٹا یہاں نہیں ہے۔ وہ تمہاری پہنچ سے دور ہے۔ تمہاری دشمنی مجھ سے ہے، میرے بیٹے سے نہیں۔

گلفام غصے سے لال پیلا ہوگیا۔ اس نے کہا، بادشاہت چلی گئی لیکن مزاج نہیں بدلا۔ میرے ملک میں رہتے ہو مگر اکڑ ختم نہیں ہوئی۔

محافظوں کو حکم دیا کہ ارمغان اور اس کی بیوی کو شہر میں پھراؤ تا کہ لوگ دیکھیں کہ بادشاہ گلفام کے سامنے سر اٹھانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ان کو ہلاک کر دینا۔

ارمغان اور اس کی ملکہ نے تحمل سے فیصلہ سنا۔ تسلی تھی کہ ان کا بیٹا محفوظ ہے۔

جس روز بادشاہ اور ملکہ کو باندھ کر گلی گلی پھرایا جا رہا تھا، بیٹا ماں باپ سے ملنے شہر میں آیا۔ وہ والدین کی رسوائی برداشت نہیں کر سکا۔

سپاہی انہیں گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے۔ اس دوران ارمغان کی نظر بیٹے پر پڑی۔ وہ گھبرا گیا اور زور زور سے کہنے لگا،

''ہمیشہ آنے والی نسلوں کا سوچنا۔ کورچشم نہ ہونا، ظلم کرنے سے ظلم ختم نہیں ہوتا، مزید بڑھتا ہے۔''

بظاہر وہ عوام سے کہہ رہا ہو لیکن پیغام بیٹے کے لئے تھا۔ بیٹا ماں باپ کو زنجیروں میں جکڑا دیکھ کر خود کو نہیں روک سکا۔ لوگوں کو پیچھے دھکیلتا ہوا آگے بڑھا۔ رعایا بادشاہ گلفام سے وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے ارمغان اور ملکہ پر فقرے کس رہی تھی جب کہ کچھ لوگ خاموش تماشائی تھے۔

ملکہ کی نظر بیٹے پر پڑی تو لوگوں کی طرف دیکھ کر چلانے لگی، آگے نہیں بڑھنا ___ آگے نہیں بڑھنا۔ درگزر کرو ___ درگزر کرو۔ لوگ تمہاری عزت کریں گے اور تخت پر بٹھائیں گے۔

محافظوں کو خبر نہیں ہوسکی کہ شہزادہ آس پاس ہے اور بادشاہ ملکہ اسے قریب آنے سے روک رہے ہیں۔ شہزادہ ماں باپ کو بے بسی سے دیکھتا رہ گیا۔ نہایت تکلیف میں وہ ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ محافظوں نے انہیں شہر سے دور لے جا کر مار دیا اور لاش ویرانے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ شہزادے نے رات کے اندھیرے میں ماں باپ کے کفن دفن کا انتظام کیا اور شہر سے نکل گیا۔

بادشاہ گلفام کو محافظوں نے ارمغان اور اس کی ملکہ کے الفاظ بتائے جو وہ بیچ چوراہے پر بار بار دہرا رہے تھے تو اس کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔

پریشان لہجے میں کہا، وہ لوگوں سے یہ بات کیوں کہیں گے؟ یقیناً ان کا بیٹا وہاں موجود تھا ___ وہ مجھ سے بدلا لینے ضرور آئے گا۔

بادشاہ گلفام کے دن پریشانی میں گزرنے لگے۔ اس نے شہزادے کو دیکھا نہیں تھا اس لئے گرفتاری ناممکن تھی جب تک کہ وہ خود سامنے نہ آئے۔

وہ بے چین رہنے لگا۔

نیند اڑ گئی اور صحت خراب ہوگئی۔

ادھر شہزادہ تلاش میں تھا کہ کس طرح ماں باپ کا بدلا لے۔ بڑی کوشش سے شاہی اصطبل میں نوکری ملی۔ بادشاہ اکثر اصطبل میں آتا تھا۔

ایک روز بادشاہ اصطبل کے پاس سے گزر رہا تھا کہ رس بھری آواز سنائی دی۔ کوئی خوب صورت لہجے میں گنگنا رہا تھا۔ بادشاہ آواز میں سوز سے بہت متاثر ہوا۔ اصطبل میں کام کرنے والے مزدور بادشاہ کو دیکھ کر آداب بجا لائے لیکن شہزادہ کام میں مصروف رہا۔ بادشاہ اس کا انہماک دیکھ کر بہت

خوش ہوا۔ وزیر سے کہا، یہ نوجوان اپنے کام سے مخلص ہے۔ کسی کے آنے جانے سے غرض نہیں۔

بادشاہ گلفام تالی بجاتے ہوئے آگے بڑھا اور نوجوان کی تعریف کی۔ بہت خوب بہت خوب! کیا سریلی آواز ہے! گانا کہاں سے سیکھا؟

بادشاہ کو دیکھ کر شہزادہ آداب بجالایا اور کہا، میری اماں گاتی تھیں، ان سے سیکھا ہے۔

بادشاہ نے کہا، بہت خوب! آج سے تم ہمارے ساتھ رہو گے۔ تمہاری آواز میں سکون ہے۔

شہزادہ بولا، جو آپ کا حکم۔

بادشاہ ارمغان کی موت کے بعد بادشاہ گلفام ایک رات چین سے نہیں سویا تھا۔ ڈراؤنے خواب آتے تھے۔ نوجوان کا گانا سن کر دل بہل جاتا۔ وہ اسے ہر جگہ ساتھ رکھنے لگا۔

ایک روز شکار پر جانا تھا۔ بادشاہ نے کہا، میری بگھی تم چلاؤ گے۔ اس نے کہا، جو آپ کا حکم۔

نوجوان شہزادے کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھوم گیا جب اس کے والدین کو پورے شہر میں پھرایا گیا تھا۔ غصے سے آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ بدلا لینے کا وقت آ گیا تھا۔

دونوں شاہی بگھی میں سوار ہوئے۔ نوجوان شہزادے نے بگھی کی رفتار تیز رکھی۔ آگے پیچھے سپاہیوں کے دستے پر نظر دوڑائی تو سب اپنی دھن میں مگن ایک دوسرے سے باتوں میں مصروف نظر آئے۔ سپاہی دستے شاہی بگھی سے فاصلے پر رہتے تھے۔ گھنے جنگل سے گزرتے ہوئے شہزادے نے سیدھا جانے کے بجائے الٹے ہاتھ پر بگھی موڑ دی۔ سپاہیوں نے نہیں دیکھا اور وہ سیدھا چلے گئے۔

اس طرح بادشاہ قافلے سے جدا ہو گیا۔

اندازہ ہوتے ہی کہا، میں آرام کرنا چاہتا ہوں تب تک سپاہی ہمیں ڈھونڈ لیں گے۔ شہزادے نے بگھی روک دی اور چادر بچھا کر بیٹھ گیا۔

بادشاہ سے کہا، حضور! اپنا سر میری گود میں رکھ لیں اور بے فکر ہو کر آرام کریں۔

بادشاہ سر رکھتے ہی سو گیا۔ سانسیں گہری ہوئیں تو شہزادے نے تلوار نکالنے کے لئے ہاتھ میان کی طرف بڑھایا۔ اسی دوران والد (بادشاہ ارمغان) کے الفاظ کانوں میں گونجے۔

''ہمیشہ آنے والی نسلوں کا سوچنا۔ کورچشم نہ ہونا۔ ظلم کرنے سے ظلم ختم نہیں ہوتا، مزید بڑھتا ہے۔''

ہاتھ میں لرزش ہوئی۔ اتنے میں بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔

شہزادے نے پوچھا، حضور! کیا ہوا؟

بادشاہ گلفام نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا، ایک خواب مسلسل پریشان کرتا ہے۔ سالوں سے دیکھ رہا ہوں ۔ میرے دشمن ارمغان کا بیٹا اپنے ماں باپ کا بدلہ لینے کے لئے ہاتھ میں تلوار لئے میری طرف بڑھ رہا ہے اور میں اکیلا ہوں۔

یہ سنتے ہی شہزادے نے بادشاہ کو بالوں سے پکڑا، زمین پر لٹاتے ہوئے میان سے تلوار نکالی اور گردن پر رکھ دی۔ غصے سے کہا، میرے باپ کا نام تمیز سے لو۔ میں بادشاہ ارمغان کا بیٹا ہوں ۔ وہ تمہارا دشمن نہیں تھا، تم اس کے دشمن تھے۔ تمہارے خواب کو سچ ثابت کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

بادشاہ گلفام گھبرا گیا اور گڑ گڑ انے لگا ، مجھے معاف کر دو، زندہ رہنے دو۔

شہزادے نے کہا، اگر میں نے زندہ چھوڑ دیا تو مجھے بھی قتل کروا دو گے ۔ جب تک تم زندہ ہو مجھے چین نہیں آئے گا۔ اندازہ ہے کہ میرے ماں باپ تمہاری وجہ سے کس کرب سے گزرے؟ انہوں نے سلطنت چھوڑ دی تا کہ خون خرابہ نہ ہو۔ تمہارے انتقام نے ہماری زندگی برباد کر دی ۔ بتاؤ ! کیسے زندہ چھوڑ دوں؟

بادشاہ نے کہا، میری جان بخش دو تو میں تمہارے دکھ کا مداوا کروں گا۔ میں نے طاقت کے نشے میں خود پر بھی ظلم کیا ہے۔ کبھی سکون کی نیند نہیں سویا۔ وعدہ کرتا ہوں تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔

شہزادے کو ماں باپ کی نصیحت یاد تھی۔ تلوار میان میں ڈالی اور تاسف سے بادشاہ کو دیکھنے لگا۔ آنکھوں میں آنسو تھے ۔ کہا ، میرے والدین نے نصیحت نہ کی ہوتی تو میں تمہیں نہیں چھوڑتا۔

بادشاہ گلفام بولا ، تمہارے والد کے الفاظ آج بھی کانوں میں گونجتے ہیں۔ وہ تمہیں کیا کہنا چاہتے تھے ، میں آج تک نہیں سمجھ سکا۔ ''ہمیشہ آنے والی نسلوں کا سوچنا، کور چشم نہ ہونا'' کا کیا مطلب تھا؟

شہزادے نے کہا، مطلب یہ ہے کہ میں ابھی آپ کو قتل کر کے وقتی فائدہ حاصل کرلوں گا لیکن ہماری آئندہ نسلیں دشمنی کی چکی میں پستی رہیں گی۔ ہر عمل کے اثرات ماحول میں پھیل جاتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا، اور معاف کرنے سے دشمنی کیسے ختم ہو سکتی ہے؟

شہزادے نے کہا، اگر میں آپ کو مار دوں تو آپ

کی اولاد میرے پیچھے پڑ جائے گی، میں ہاتھ نہ آیا تو میرے گھر والوں کو نقصان پہنچائے گی۔ اس لئے بابا نے نصیحت کی تھی کہ کور چشم نہ بنو اور نفرت کر کے نفرت مت بڑھاؤ۔

بادشاہ گلفام کی آنکھیں پانی بن گئیں۔ اس نے کہا، کاش یہ بات میں اس وقت سمجھ لیتا۔ اس شخص کو میں نے لوگوں کے سامنے مذاق کا ہدف بنادیا، تکلیف پہنچائی اور قتل کر دیا لیکن اس موقع پر بھی اس نے لوگوں کی فلاح کا سوچا۔ میں یقیناً بڑی سلطنت کا مالک ہوں لیکن مجھے اپنی سوچ سے کراہت آرہی ہے۔ انہیں اذیت دے کر خود بھی اذیت میں زندگی گزار رہا ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔

بادشاہ کے قدم لڑکھڑا گئے۔

شہزادے نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا۔

بادشاہ نے اسے گلے لگالیا۔

❦

محافظ ڈھونڈتے ہوئے آپہنچے۔ ان میں سے ایک نے شہزادے کو ڈانٹا کہ تم نے بادشاہ کی زندگی خطرے میں ڈال دی۔

بادشاہ نے بارعب لہجے میں کہا، خاموش! ادب کے دائرے میں بات کرو ــــ تم سلطنت کے بادشاہ سے مخاطب ہو۔

محافظوں نے چونک کر شہزادے کو اور شہزادے نے حیرانی سے بادشاہ گلفام کو دیکھا۔

بادشاہ مسکرایا اور کہا، جانتے ہو یہ کون ہے ــــ؟ یہ بلند کردار، عظیم بادشاہ ارمغان کا جانشین ہے۔ اسے تعظیم پیش کرو۔

اگلے روز ملک میں چراغاں کیا گیا۔ ہر شہر کے داخلی اور خارجی راستوں پر لکھوایا گیا ــــ

''ہمیشہ آنے والی نسلوں کا سوچنا۔

کور چشم نہ ہونا۔

ظلم کرنے سے ظلم ختم نہیں ہوتا،

مزید بڑھتا ہے۔''

❦

س: ''اونٹ کے منہ میں زیرہ'' ــــ آپ نے یہ محاورہ سنا ہے ــــ؟ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان محاوروں میں سے کون سا محاورہ اس جیسا ہے ــــ؟ (۱) جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں (۲) لالچ بری بلا ہے (۳) آٹے میں نمک کے برابر (۴) جان ہے تو جہاں ہے۔

س: فرض کیجئے آج پیر ہے۔ بتائیے گزرے ہوئے کل سے پہلے جو دن تھا، اس سے چار دن پہلے کون سا دن تھا، اور وہ دن اب کہاں ہے ــــ؟

خواب تعبیر اور مشورہ

اللہ کا نور

شمس الاسلام، راولپنڈی۔ بچپن میں خواب میں نور دیکھا تھا۔اس وقت والد صاحب کے ساتھ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو شرم کی وجہ سے خواب نہیں سنا سکا۔ پھر مختلف اوقات میں اللہ کے ایک دوست کی خواب میں زیارت ہوتی رہی۔ دیگر اولیائے کرام کی بھی زیارت ہوئی مگر ان کو پہچان نہیں سکا۔تعبیر جاننے کا خواہش مند ہوں۔

تعبیر: خواب کی کئی قسمیں ہیں۔ایک قسم یہ ہے کہ آدمی شعوری طور پر جو کام کرتا ہے، وہ ریکارڈ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں کوئی شے ایسی نہیں جو پہلے سے ریکارڈ نہ ہو۔ریکارڈ چیک ہوتا ہے لیکن جس بیلٹ پر خواب چل رہا ہے اس کے دو رخ متعین ہیں اور دونوں رخ پر زندگی کے معاملات، اچھائی اور برائی کے تصورات اور اعمال ریکارڈ ہیں ۔اس طرح سمجھئے کہ گراموفون کے ریکارڈ پر جو آوازیں لکھی ہوئی ہیں، اس کے دو زاویے ہیں۔ایک زاویہ اللہ اور رسولؐ کے قانون کے مطابق نہیں ہے۔دوسرا زاویہ اللہ اور رسولؐ کے مطابق ہے۔نوعِ انسان اور نوعِ جنات کے لئے دو طبقے علّیین اور سجّین متعین ہیں۔

''اور آپ کیا سمجھے سجّین کیا ہے۔ یہ لکھی ہوئی کتاب ہے۔'' (المطففین: ۸ ـ ۹)

''اور آپ کیا سمجھے علّیین کیا ہے۔ یہ لکھی ہوئی کتاب ہے۔'' (المطففین: ۱۹ ـ ۲۰)

کتاب المرقوم ـــ لکھی ہوئی کتاب (ریکارڈ) ہے۔انسان دنیا میں جو کچھ کرتا ہے وہ فلم کی صورت میں ریکارڈ ہوجاتا ہے۔ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ ہر خیال، ہر تصور، ہر حرکت اور ہر عمل کی شکل و صورت ہے۔ہم جو کچھ کرتے ہیں، ہمارے اپنے علم کے دائرے میں اس کی فلم بن جاتی ہے۔

مدینہ

طاہرہ رباب ، سیالکوٹ ۔ والد اور والدہ میرے دونوں بیٹوں اور مجھے مدینہ منورہ لے جارہے ہیں۔ وہاں لکڑی کے پل اور پرانے زمانے جیسی سیڑھیاں ہیں۔ تیز تیز چلتے ہوئے ریل گاڑی میں سوار ہوکر مدینہ منورہ پہنچے۔ میں مسجد نبویؐ کے صاف شفاف صحن میں بیٹھی گنبد خضرا پر نظریں جمائے درود شریف کے ورد میں مشغول ہوں۔قریب سفید لباس میں کوئی

ہستی موجود ہے جن کا وجود روشنی کی طرح ہے۔ وہ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرماتے ہیں ـــــ ’’تمہاری ساری دعائیں سنتا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی فرمائیں گے، گھبراؤ نہیں۔‘‘ فرطِ شوق سے کہتی ہوں کہ مجھے پتہ ہے کہ آپ میرے آقاؐ ہیں۔ دیدار کے لئے نظر اٹھاتی ہوں تو نظر نہیں آتے بس مسحور کن خوش بو ہر طرف موجود ہے۔

پھر دیکھا کہ شوہر اور بچوں کے ساتھ داتا دربار پر حاضر ہوں۔ شوہر بچوں کو روک لیتے ہیں کہ گرمی ہے تم سلام کر کے جلدی آؤ۔ اندر جا کر دعا کر رہی ہوں کہ ایک بزرگ نظر آئے جو پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کبھی نبی اکرمؐ کو سلام کرنے گئی ہیں؟ عرض کرتی ہوں کہ میں نہیں گئی۔ سلام کے لئے حاضر ہونے کی خواہش پر بزرگ فرماتے ہیں، آئیں! سلام کے لئے حاضری لگواؤں۔ میں نے پوچھا، کیسے؟ فرمایا، مراقبے میں بیٹھ جائیں۔ ایک چبوترے پر بیٹھ کر آنکھیں بند کیں تو گنبد خضرا نظر آیا۔ جالیوں سے گزر کر نیچے اتری۔ جسم لرز رہا تھا اور دھڑکن تیز تھی۔ اندھیرے میں سیڑھیوں سے اتری تو ایک احاطہ نظر آیا جو چار روشن دانوں سے تیز سفید روشنیاں آنے سے روشن ہے۔ آنکھیں کھولنا ممکن نہیں رہا۔ بے ساختہ درود تاج پڑھنے لگی۔ واپس اوپر آئی تو وہ بزرگ نظر نہیں آئے۔ باہر آئی تو رات ہو چکی تھی جب کہ میں صبح گئی تھی۔

تعبیر: الحمدللہ خواب مبارک ہے اور درود شریف پڑھنے کی برکت سے آپ نے یہ خواب دیکھا ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ درود شریف پڑھتے وقت پاکیزگی کا خیال زیادہ رکھیں اور اچھی خوش بو استعمال کریں یا لوبان جلائیں۔ خواب آپ کو مبارک ہو۔ گھر میں سب کو سلام اور بچوں کو پیار۔

گلابی و نیلی روشنی

عمارہ خان، کراچی۔ ذہنی کوفت اور پریشانی کے عالم میں کہیں پہنچی۔ وہاں سفید دیوار ہے۔ دیوار کے پیچھے سفید لباس میں پُرنور چہرہ بزرگ نے چھوٹے بچے کو گود میں لیا ہوا ہے۔ دیدار کرتے ہی مجھے سکون مل گیا۔ ان کی توجہ میری طرف نہیں ہے۔ کسی نے بتایا کہ میرے مرتبے میں اضافہ ہوا ہے اور اللہ نے میری عزت بڑھا دی ہے۔ آنکھ کھل گئی۔ محسوس ہوا کہ چھت اور دروازے کے نیچے سے نیلی و گلابی روشنی آ رہی ہے جیسے برآمدے میں نور پھیلا ہو۔ نیند کے غلبے سے دوبارہ سو گئی۔

تعبیر: خواب مبارک ہے لیکن آپ غور کیجئے کہ اس خواب میں کوئی ایسا لفظ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذہن پوری طرح نیوٹرل نہیں ہے۔ آپ اس جملے کو تلاش کیجئے اور توبہ استغفار پڑھئے۔

پیچیدہ ذہن

ـــــ، کراچی۔ بیڈروم میں شوہر کرسی پر بیٹھے ہیں۔

چھوٹی بیٹی غسل خانے میں ہے۔ کمرے کا دروازہ بند ہے۔ دروازے کے ساتھ ایک خاتون موجود ہیں۔ شوہر غصے سے لائٹ بند کرنے کا کہتے ہیں لیکن میں منع کرنے کے بعد چیخ چیخ کر بولنے لگتی ہوں جس سے شوہر کا غصہ بڑھ جاتا ہے۔

تعبیر: ہر آدمی کے اندر سوچنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے دو زاویے ہیں۔ ایک طریقے میں شکوک و شبہات ہوتے ہیں جو نئی صورتیں یا نئے نئے حالات، جن میں پیچیدگی ہے، ذہن میں بناتے ہیں۔ لاشعور کی رفتار بیداری کے حواس کے مقابلے میں 60 ہزار گنا زیادہ بتائی جاتی ہے۔ سوچنے کا دوسرا زاویہ یہ ہے کہ فرد جو کچھ دیکھتا ہے اس میں زیادہ تصورات و حالات تغیر سے دور ہوتے ہیں۔ خواب میں دیکھے ہوئے حالات وہم، شک اور بدگمانی کے زاویے ہیں۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے، وہ منفی سوچ ہے۔ خواب کی تعبیر یہ نہیں ہے جو آپ کے الوژن ذہن نے سمجھائی ہے۔ کثرت سے یاحی یاقیوم پڑھیں اور رات کو سونے سے پہلے 11 مرتبہ لاحول اور 11 مرتبہ استغفار پڑھ کر سو جائیے۔

چپل ڈھیلی ہے

رص۔ ہم ماں بیٹی چپل پہن رہے ہیں۔ دونوں کی چپل کالی ہے۔ پہن کر کہتی ہوں کہ چپل بہت خوب صورت لیکن تھوڑی ڈھیلی ہے۔ پھر سوچتی ہوں کہ کسی کو پتہ نہیں چلے گا کہ چپل ڈھیلی ہے کیوں کہ دیکھنے میں اچھی لگ رہی ہے۔

تعبیر: خواب کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن خواب کے نقوش وقت ضائع ہونے کی علامت ظاہر کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

مایہ جال

ایم اے ایچ۔ کنواں کھدوانے کے بعد اس کی گہرائی دیکھنے کے لئے اترا تو ڈوب گیا۔ گھر والے کنوئیں سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں مگر میں نہیں ملتا۔ وہ لوگ پھاوڑے اور بیلچے استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے سر میں زخم آئے۔ دوسرے یا تیسرے دن کوشش کرتا ہوں کہ باہر آجاؤں۔ اتنے میں میرے بچے مجھے دیکھنے آئے مگر میں نظر نہیں آیا اور وہ واپس چلے گئے۔

تعبیر: خواب میں جو شبیہ آپ نے بیان کی ہے وہ سب مایہ جال ہے۔

کتھئی رنگ گھوڑا

سید اریب الدین، کراچی۔ کسی کا کتھئی رنگ گھوڑا مجھ سے مانوس ہے۔ میں نے اس کا نام رکھا۔ جب بھی اس نام سے پکارا وہ میرے پاس آگیا۔ خواب میں دیکھا کہ چھوٹے سے کمرے میں چارپائی پر سو رہا ہوں کہ آنکھ کھلی اور خیال آیا کہ گھوڑا کہاں ہے۔ چارپائی کے نیچے دیکھا، وہاں دو کتھئی کتے سوئے

ہوئے تھے۔ کمرے سے باہر آیا تو دیکھا کہ گھوڑا کسی بڑے گھر کے سامنے کھڑا ہے۔ گمان ہے کہ وہی اس کا گھر ہے۔ تین دفعہ آواز دی، اس نے مڑ کر میری طرف دیکھا اور بھاگتا ہوا آیا۔ قریب پہنچتے ہی وہ سفید رنگ کا ہو گیا۔

تعبیر: بخار کی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ احتیاطی تدابیر نہ کی گئیں تو تکلیف بڑھ سکتی ہے۔ دوسری علامتیں ظاہر کرتی ہیں کہ طبیعت میں ٹھہراؤ نہیں ہے، وقت ضائع ہوتا ہے۔ کھانوں میں احتیاط اور باہر کے کھانوں سے پرہیز ضروری ہے۔ وقت پر اور بھوک رکھ کر کھائیں۔ بلڈ پریشر ضرور چیک کروائیں۔

سرطان

ــــــ، بہاولپور۔ میرے قریب سوزوکی پک اپ کی طرح گاڑی ہے۔ کوئی آ کر کہتا ہے کہ یہ سانپ آپ کسی جگہ لے کر جائیں گی۔ پھر وہ ڈنڈے پر لپٹے ہوئے چار سانپ لا کر گاڑی کے کونے میں اڑا دیتا ہے جس کے ساتھ سانپ زمین پر اتر کر غائب ہو جاتے ہیں۔ پھر دیکھا کہ فرش پر دریاں بچھائے کچھ لوگ بیٹھے ہیں۔ ایک لڑکی آ کر وہاں بیٹھی تو اسے سانپ نے کاٹ لیا۔ سب لوگ متوجہ ہو گئے۔ میں چھوٹے بیٹے کو بلا رہی ہوں مگر وہ قریب نہیں آ رہا۔ اتنے میں میرے قریب دری کے نیچے سے سانپ گزرا تو کسی نے مجھے وہاں سے پیچھے کھینچ لیا۔

تعبیر: خواب تشویش ناک ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدا میں مریضہ کے علاج کی طرف خاص توجہ نہیں دی گئی۔ گھر والوں کے ذہن بوجھل رہتے ہیں۔ ذہنی یکسوئی کے بجائے انتشار، غصہ، بے یقینی، قابلِ قدر صفائی نہ ہونے سے فضا مکدّر رہتی ہے۔ علاج پر خاص طور سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹری علاج کے ساتھ کتاب ''روحانی علاج'' میں ''سرطان'' کے عنوان سے علاج لکھا ہوا ہے۔ اجازت کے عمل کے بعد دوا اور دعا سے انشاء اللہ سکون کی فضا قائم ہو گی۔ پاکیزہ ذہن ہر مرض کا علاج ہے۔ پاکیزگی میں ذہن قدرت کی طرف مائل ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے، آمین۔ جس بچی کا ذکر کیا ہے اس کی خوراک میں نمک کی زیادتی نقصان دہ ہے۔

اذان ہو رہی ہے

کرن، کراچی۔ مجھے اکثر خوابوں میں کسی کی آواز آتی ہے کہ اٹھو بیٹی! اذان ہو رہی ہے۔ اس آواز سے آنکھ کھل جاتی ہے۔ حیرانی اس پر ہے کہ جب نیند سے جاگتی ہوں تو اکثر اذان کا وقت نہیں ہوتا۔

تعبیر: صاحبِ خواب کی روح میں ایسی صلاحیت موجود ہے کہ ارادہ اور اختیار استعمال کرنے پر روحانی ترقی جلد حاصل ہو سکتی ہے۔ خواب میں بار بار یہ دیکھنا کہ اٹھو بیٹی! اذان ہو رہی ہے اور آپ کی آنکھ کھل

جاتی ہے کا یہی مطلب ہے۔

سلیم ۔**تعبیر**: خواب کسی آنے والی مصیبت کا پیش خیمہ ہے۔ کثرت سے درود شریف اور استغفار کیجئے اور صدقہ بھی دیجئے۔

ستارے بھاگنے لگے

کمال، راولپنڈی۔ اوپر نظر گئی تو تین ستارے دیکھے۔ ایک ستارے کو دیکھنا شروع کیا تو وہ بھاگنے لگا، دوسرے کی طرف دیکھا، وہ بھی بھاگنے لگا لیکن تیسرا ستارہ دیکھنے کے باوجود اپنی جگہ پر رہا۔ جب غور سے دیکھا تو وہ بھی حرکت میں تھا۔ چاند کو دیکھنے کا خیال آیا تو چاند نے بھی میری نظروں کی تاب نہ لا کر بھاگنا شروع کر دیا۔

تعبیر: زندگی میں رکاوٹوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ پہلے سے تدارک کرلیا جائے تو رکاوٹوں میں کمی واقع ہوگی۔ معاملات میں اعتدال، نرمی اور خوش اخلاقی اختیار کرنے اور جذباتی فیصلوں سے پرہیز رکاوٹوں سے نجات میں معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

اب ج۔ **تعبیر**: دماغ کے اوپر بے یقینی اور ناامیدی کے خیالات چھائے رہتے ہیں۔ یہی خیالات خواب بن گئے ہیں۔

ماہنامہ قلندر شعور اکتوبر 2020ء

آپ کے خواب اوران کی تعبیر

پورا نام:............................ والدہ صاحبہ کا نام: ....

پورا پتہ:..

ازدواجی حیثیت:................. وزن (تقریباً): .... آنکھوں کا رنگ.................

نیند کیسی آتی ہے:.............. بلڈ پریشر (نارمل/ہائی/لو):.............. تاریخ پیدائش:.................

میٹھا پسند ہے یا نمکین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں؟.................. فون نمبر..................

خدانخواستہ دماغی، نفسیاتی مرض اور وہم کے مرض میں مبتلا ہوں تو ضرور لکھیں: ہاں / نہیں

مختصر حالات : ....

....

بزرگ کے بیٹے

مم، کراچی۔ کسی جگہ رات کے وقت کئی مرد، عورتیں اور بچے موجود ہیں۔ واپسی میں ایک بزرگ کے بیٹے سے ملاقات ہوئی۔ اس دوران ایک شخص بزرگ کا پیغام لے کر آتا ہے کہ وہ مجھے اور اپنے بیٹے کو بلا رہے ہیں۔ کمرے میں بزرگ نے اپنے بیٹے کو ایک کاغذ دیا جس میں میرے بارے میں تعریفی کلمات تھے۔ پرچہ مجھے دیا گیا مگر فرطِ خوشی سے آنکھوں میں آنے والے آنسو پڑھنے میں حائل ہو گئے۔ میں پرچہ تہ کر کے جیب میں رکھتا ہوں۔ واپسی میں پتہ چلا کہ آج کی تقریب کے منتظمین نے واپسی کے لئے بسوں کا انتظام کیا ہے۔ یہ سن کر گھر والوں کو لینے چل دیا۔ جس بس میں جانا تھا وہ بھی بتادی گئی۔

تعبیر: یہ دنیا خیالات کی فلم ہے ہر شخص کے اندر اسکرین پر سوتے جاگتے فلم چلتی رہتی ہے۔ اس کو ایسے سمجھئے کہ جس طرح بیداری میں دماغ میں مسلسل فلم چلتی رہتی ہے، خواب میں بھی یہ عمل جاری رہتا ہے لیکن خواب میں لاشعوری کیفیات کا زیادہ دخل ہے۔ اس لئے جو کچھ آدمی دیکھتا ہے اس کی ترتیب اس لئے یاد نہیں رہتی کہ شعور کے مقابلے میں لاشعور کی رفتار 60 ہزار گنا زیادہ ہے۔

سلطان

بجلی کے تار چھوتے ہیں تو ہمیں shock لگتا ہے۔ شاک لگنے کی وجہ یہ ہے کہ اضافی کرنٹ آدمی کے اندر دوڑنے والی بجلی میں وائبریشن کو تیز کر دیتا ہے۔ یہ وائبریشن جسم کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ اگر آدمی کے اندر کام کرنے والی بجلی کا وولٹیج کم ہو تو آدمی گر جاتا ہے اور بے ہوش ہو سکتا ہے۔ جب آدمی اپنے اندر دور کرنے والی بجلی ''نسمہ'' سے واقف ہو جاتا ہے تو وہ بجلی کے بہاؤ کو روک سکتا ہے اور اپنے اندر زیادہ سے زیادہ بجلی کے وولٹیج کا ذخیرہ کر سکتا ہے۔ سکت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے اندر ''سلطان'' (مخفی صلاحیت) سے واقف ہو کر زمین و آسمان کے کناروں سے نکل سکتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے،

''اے گروہ جن وانس! تم زمین و آسمان کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھاؤ۔
تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے۔'' (الرحمٰن: ۳۳)

اس آیت میں انسان کی اس صلاحیت کی طرف اشارہ ہے۔

Azad Kashmir

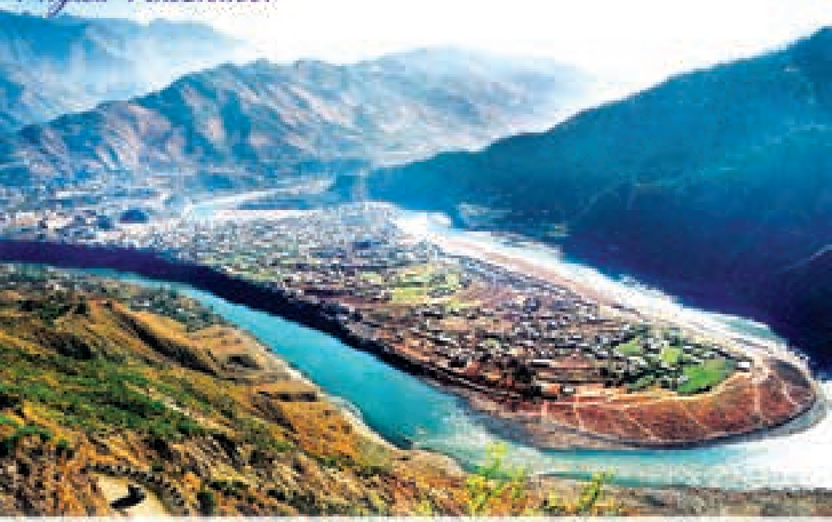

SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD

HOSPITALITY IS OUR TRADITION

We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +925822444194-5 Fax No: +925822442587

Email:sangamhotel@hotmail.com

Since 1990

MOTOLUX
INDUSTRIES

GLOVES ENGINEERING COMPANY.

Motolux Street,Muzzafarpur, Ugoki Road,
Sialkot-51340,Pakistan,
Tel: +92-52-3252284,Fax: +92-52-3240216
info@motolux.pk

He spoke softly as if in introspection, “Everything in this world is impermanent. What seems to be boiling is only to eventually settle down and bring clarity to our lives.”

“Let us summarise the way forward then!” The master’s voice resounded in the valley. “The ingredients inside the teapot represent the unveiled Divine knowledge that is already within the seeker. The water represents the flow of awareness that the master pours on the veiled knowledge. What is poured into you is poured out of you; nothing on this path is for you to own and nothing can be hoarded. All that is given to you is for sharing amongst those who you meet. The fire that brews the tea represents the challenges and the experiences of the seeker. The process of brewing represents the seeker experiencing life. When the brewed tea spreads its aroma, the seeker is ready to be poured out into the teacups that are looking for a sip of the wisdom they have painstakingly gathered within them.”

The master said softly, “A cup of tea is the greatest reception a master can offer to a seeker. The cup of tea represents awareness. After drinking tea, you cannot go to sleep; hence tea is one of the most important symbols of awakening.”

The master stopped speaking and the whole valley was silent. It was as if the universe was mesmerised by the master’s wisdom.

(Episode –8)

It is not established who decided to brew tea leaves in boiling water in order to extract its flavour. However, as per one of the legends, it was Emperor Shen Nung of ancient China, who accidentally discovered this refreshing beverage.

It is said that he drank warm water as a precautionary measure to assist better health and hygiene.

Once, during his travels, he and his entourage stopped to rest. The servants boiled water for drinking. The wind blew, and brought with it dried leaves from the nearby shrub; some of them fell into the pot, and changed the colour of water to brown.

The Emperor liked to explore and innovate. He found the aroma of the brew refreshing. As he sipped on the tea, he felt it reaching every part of his body, as if it were investigating it. Hence, he named the brew “Chá” which means to investigate. Its consumption spread across China, and then to the rest of the world.

It is a tradition in many Asian cultures to present a steaming well brewed tea to guests on their arrival.

this stage, if you try to pour it out, some sediments will also pour out. In other words, the seeker may offer their interpretation of wisdom rather than the wisdom in its pure state to the seekers around them. The tea, therefore, requires to be left alone so that the sediments settle down and after a while, pure tea decoction floats up. This is a state where the seeker has completely surrendered their personal views and is only filled with the wisdom in its purest unadulterated form. The strainer then further strains the tea and separates the final residues, which means the master then further refines and purifies the seeker. The tea that is poured out now is in its best form, or rather the seeker who has gone through this process of training at this stage is ready to represent the wisdom to the universe. Remember, the quality of the tea in the teapot decides the crowd around it. The external beauty of the pottery becomes worthless if the tea is not brewed to perfection." The master paused to look at him.

He had a question, "Are we all designed to behold the Divine wisdom. Like teapots, are we all created strong enough to behold the boiling tea within us?"

"Every person is tested through their life like the teapot, to bring them to the strength that is needed to behold the boiling tea within it. Clay is rolled and patted out continuously so that it does not dry up before being molded. It is spun on a spinning wheel so that it does not crumble until it assumes a perfect shape. It is then baked in an oven so that it is not cracked easily. Once cooled, it is fumed, brushed and painted so that it remains tough enough to endure the slow brewing of tea within it. What have you understood from this?"

He replied, "Every experience in life is strengthening me to move towards my Creator and for the pouring of the Divine light of wisdom into me."

The master smiled and continued, "Indeed. Now visualise a teacup. If you want to be poured a cup of tea, you must always keep your teacup empty. When you practice the art of 'I don't know', you will learn more. When you are filled to the brim with what you know, what others pour into you will overflow. What have you understood from this?"

He replied in humility again, "I must engage in emptying myself from my accumulated knowledge every single day to receive the pour of wisdom."

Satisfied with his answer, the master spoke further, "Focus on the process of brewing; the tea leaves reach the top when they are being boiled. This is how the heat of your experiences brew you into a perfect sip of tea. But as the brewing stops, and you switch off the heat, the tea leaves settle down. Likewise, after every challenge that unsettles us, negativity settles down and clarity sets in. What have you learnt from this?"

ways dry. Live in this world, but remain untouched by it. Be the change you want the world to see and learn. When people see the change in you, when they see you radiating happiness, when they feel love emanating from you, they will ask you who guided you to this state; it is then that you can mention me if you wish. The ants do not need directions to find a jar of sugar, and the sugar has to make no effort to attract the ants towards it. They will find each other effortlessly. Focus on filling your jar with sugar."

He was now not surprised that his master had read his mind, and marveled at his master's ability to make everything so simple to understand.

"Do you enjoy tea?" The master asked him.

"Yes," he replied quickly.

"Visualise a teapot – it represents a seeker. The empty space within the teapot represents the void that makes the seeker restless as they constantly urge to fill themselves up to the brim. However, you will notice that the teapot has an inbuilt strainer, which strains the brewed tea before it pours down into the teacups. This strainer represents the thinking pattern we adopt. When a seeker adopts the thinking pattern of their spiritual master, no matter what is brewed within them, they only pour out as the purest form of tea. Now bring your focus on to the spout, it represents the connection between the seeker and the outer world. The seeker not only has the responsibility of filling themselves up with wisdom, but also has the task of pouring the wisdom out on to the seekers around them, just like a spout that pours tea from within the pot into the empty cups that are held in front of it."

The master saw him listening with rapt attention and was pleased.

"Now let us focus on the tea. While the seeker thinks they are empty, they are already filled with a unique combination of elements to become great tea. In other words, each soul is already embedded with the Divine knowledge and unique combination of skills that will be useful to the world. When the seeker appears before the master, the master pours the right quantity of the water of awareness and voila, the tea leaves hidden at the base of the teapot begin to float up. In other words, the seeker becomes aware of the wisdom and skills that lay dormant within them. The master then sets the tea for brewing on a low flame for a good amount of time. In other words, the master takes the seeker through a great deal of life experiences. Once the tea is cooked well, the aroma spreads in the room. You could say that this represents the stage where the inner light of the seeker begins to glow outwards. But the tea is not yet ready to be poured out as at

Circle of Life

"Everything in this world is impermanent. What seems to be boiling is only to eventually settle down and bring clarity to our lives."

"What does it mean to be in total surrender?" He asked again.

The master smiled and said, "A good student is one who remains like a dead body. A dead body remains unaffected when chopped into pieces, pushed around or humiliated. Nothing can disturb its state of stillness." The words of the master were profound and kept pushing him into deeper contemplation.

The master continued, "Every particle in this universe has been created with information embedded within it. This information can be referred to as its formula of existence. Creations are programmed with the shape, dimension, and colour they will assume. They are also automated with their functions, capabilities and more. As mankind was chosen to be the vicegerent of God, they were bestowed with the knowledge of the formulae of creation pertaining to every creature in the universe. Therefore, if a person finds themselves, they will also find the knowledge of the formulae of creation. It is then that they will need nothing; for everything will be within them."

"Our DNA, the cornea of our eye, the leaves of trees, butterflies, snowflakes, blooming flowers, crystals and precious stones, the shell of a fish, the stars in the sky, the galaxy that we spiral in, the water we drink, and the air we breathe in all emerge from a timeless code or formulae. Every creation can be compared to the bulb of an onion. There are layers upon layers of information which once peeled patiently will lead us to the core of its existence." The master paused and took a deep breath in.

"Master, please give me more detailed guidelines to be able to lead a life that will lead me to recognise myself and my Creator," he implored.

The master walked silently ahead towards the mountains. The clouds had dispersed and the sky was light and clear. He followed his master, not wanting to miss a single moment of their time together. His heart had submitted itself to his master. He no longer knew who he was. Whatever he knew had been deemed redundant in the last two days.

As he watched the luminous figure of his master walk ahead of him, he thought, "I want the whole world to know my master. I want them to realise how invaluable his wisdom is."

The master suddenly stopped, turned to look at him and said sternly, "You will talk about me to no one! Your only task is to work on yourself and be like the swan in water. A swan lives in water and yet its feathers are al-

ance on how to live life on earth. Unfortunately, we have gone so far against the manifested guidance, that it will have far reaching consequences.

This is the point of drastic measure where humanity is currently at. It is the beginning of the next cycle of destruction, and will witness earthquakes, floods, fires, and viruses causing much strife to humanity. An event of this calibre can be reversed only when one adheres and acts upon the guidance given in the holy scriptures and books. Nothing else can save us. Nations will be destroyed just as the nations before them.

What fascinates me, is that today, even with the advancement in technology, we are not capable of producing a replica of the pyramids in Egypt. It shows that the level of thinking required to understand the natural laws to implement such a project is lacking within us.

Though we feel that we have reached the pinnacle of civilisation, yet the nation that built the pyramids and no longer exists amongst us, achieved something that we could not. God has consistently described how nations are destroyed for not contemplating their existence, going far in the opposite extreme in their love for wealth, power, and materialistic tendencies. Unfortunately, as it stands, since we are not aware of the Divine knowledge within us, that is waiting to be discovered, we are not fulfilling our purpose on earth.

So much money has been wasted in creating weapons that serve no purpose, other than destruction. The abundance could have been used to preserve the planet and in making it more beautiful. With the methods of trade being efficient, everyone could have met with their needs to a point where everyone reached self-sufficiency and prosperity. This could have then paved way for us to put our differences aside and focus on our inner life. To summarise, this money could have been used to make time for us to live our life on earth in peace, and achieve our purpose of establishing connection with our Creator. Yet, we have squandered this bounty through our carelessness, despite having all the resources needed to survive in this world.

Nature stores knowledge that will always benefit mankind. Yet, nature also has a defence mechanism. When it senses a threat to the infrastructure of the programme and the rules that were set upon it to create order, it takes an impartial judgment. Just like a factory reset in a phone, it deletes the data that already exists on it. This is unfortunately the state of humanity. This has happened to nations before.

I understand within my limited knowledge that whenever something is made, it will be used. Yet, I feel that if we begin our lives again by following the path that God has set for us, and ignore the pattern of thinking that involves destruction, the world will become a better place to live in.

****

Atom

If we begin our lives again by following the path that God has set for us, and ignore the pattern of thinking that involves destruction, the world will become a better place to live in.

There are two patterns of thinking. While one pattern is constructive, the other is destructive. One way of thinking views an atom as a means of producing energy, and the other, views it as a source to create weapons for mass destruction. Spiritual scholars state that this world has seen about 17 cycles of destruction followed by recreation. This is an astonishing figure, especially considering how a civilisation begins.

Mankind goes through a process of learning the skills of hunting for survival, followed by methods of farming and finally learns how to preserve food. This advancement from the stage of hunting to the present era of modern technology has taken thousands of years. I wonder how old mankind really is, considering the difficulty they have gone through to reach the peak and then lost their way each time.

If we examine the number of cycles of destruction the earth has gone through, as well as the gifts the planet has given us, it is clear that there is a system governing the world and our existence. This system has laws that keeps the entire universe running in perfect equilibrium. Even if one of the elements were to be removed, the entire system would cease to function.

This seems similar to a software programme that has a lot of features that help and serve us. The sun shines upon us, the rain helps clear the air and gives plants their nourishment, and the stars act as a mode for navigation. The list of features is endless.

It is unfortunate that we have become so complacent with the man made manual that guides our lives, that we have gone down the path of selfishness, greed and lust for power. I cannot even begin to imagine what the thousands of nuclear bombs could do to this beautiful world.

Imagine all that we have built turning to ashes before our eyes, and the remnants of humanity having to start a civilisation all over again. Rebuilding with no technology, no ready-made houses, supermarkets, clothes shops or yes, even social media. With no tools to assist us, we would focus on nothing but attaining basic needs like food, water and shelter.

The so-called development under the guise of creating a nuclear deterrent is something that goes completely against the natural laws. A powerful weapon such as this, which is created to burn everything, is not included in the original life manual for earth. This manual only has peace and security for all creatures. The holy scriptures and books give us clear guid-

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدین عظیمی

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پرکشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین و دنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

hunt, and consequently, it looks for eggs elsewhere.

Combfish play dead, and swim in a strange manner. All nearby fish assume that they are very sick or near death. Thus, any fish that does not consider it a threat goes near Combfish to eat it, and becomes the victim of deception. The Combfish attacks and eat it instead. In South East Brazil, a group of Combfish displayed successful feats of acting and performed five hunts in just fifteen minutes.

⚛ ⚛ ⚛ ⚛ ⚛

Like human beings, fish also cooperate, work in teams, and possess sympathy. When Zebra Lionfish sees smaller fish, they go to their fellows and spread their wings, inviting them to capture their prey collectively. This cooperation is not limited to one specie alone, rather, they include members from other species too.

Before going on a hunt, Coral Grouper fish invite Moray Eel fish. Grouper fish are three to four feet long while Moray Eel fish are approximately ten feet long. To invite Moray Eel fish, Grouper fish move their head in front of the Eel fish's homes. During the hunt, if there are spaces that the Eel fish cannot go, the Coral Grouper fish will hunt instead, and vice versa.

⚛ ⚛ ⚛ ⚛ ⚛

There are almost 121 species of fish that act as helpers. These small fish clean the bodies of bigger fish. They acquire food from the pieces of food and insects stuck inside the mouth and teeth of the bigger fish.

Specific locations are designated in the oceans as cleaning stations where all big fish gather to get themselves cleaned.

In order to acquire a client, helper fish move and dance around big fish. The big fish realise this and become still, thus signaling the smaller fish to start cleaning.

When cleaning begins, the big fish become so peaceful that it seems as if they are sleeping.

The helper fish even eat harmful bacteria that can only be seen through a microscope. If the skin of a big fish has been damaged for any reason and it causes pain, the small helper fish cut it out and separate it.

When big fish open their mouths, the helper fish enter and clean their jaws, and even their throats. No big fish, not even the most dangerous ones like the shark, cause any harm to helper fish.

The examples and researches mentioned in this article prove that fish are a skillful and intelligent creature. When the intelligence and lifestyle of fish is observed, a question arises in the mind: What is the difference between mankind and fish?

⚛ ⚛ ⚛ ⚛ ⚛

The Yellowhead Jawfish uses shells to make its home stronger. Two types of fish provide oxygen in their homes for usage in times of need. These include the Giant Mudskipper and the Goby fish. The last room of their burrow is for oxygen storage. This room is constructed in a manner that oxygen stays trapped inside it.

For instance, if a glass is placed upside down on water, an air pocket remains stored inside the glass. These fish accumulate oxygen from the surface and store it inside the room. During an experiment, when oxygen was removed from their oxygen chamber, they accumulated oxygen and stored it again.

⚛ ⚛ ⚛ ⚛ ⚛

Some fish construct hills, which is a tiring and challenging task for them. Hornyhead Chub fish, which are 3.5 to 4 inches long, construct a hill at the time they lay eggs. Firstly, they select a place or plot and clean it. Then, they bring pebbles of approximately 0.5 or 0.25 inches in their mouths and place them in a certain sequence. In order to construct a home of 2-3 feet in length, 1-3 feet in width and 2-6 inches in height, approximately ten thousand pebbles are required. The hill is constructed in the direction of the flow of water so that the eggs keep receiving oxygen. At times, they even steal pebbles from their relative's houses.

Some fish live in nests, and for this purpose, the male fish combine aquatic plants with a sticky liquid that secretes from their bodies. When the nest is constructed, the female fish lay eggs inside the nest, and the male fish protect the eggs and the children.

⚛ ⚛ ⚛ ⚛ ⚛

The concept of social awareness is also present among fish. They remember the abilities and qualities of other fish and deal with them accordingly. For example, if a fish loses a fight with another fish, the former avoids crossing the path of the latter.

They know their neighbours, and have sympathy for them in their hearts. This fact is demonstrated by the display of offensive behaviour when strangers enter their neighbourhood. In contrast, they show no offence to their neighbours. Moreover, they also recognise fellows with whom their hunts have been unsuccessful, yielding less food. Thus, in future, they do not add them to their team, and find new companions.

It has been examined that a female fish saw two male fish fighting each other. It chose the winner as her mate.

Some fish are experts in acting and they truly deserve an award for this. When the Three Spined Stickleback fish see that another fish is going to attack their home and eat their eggs, they leave their abode and go to some other place. This action deludes the fish on the

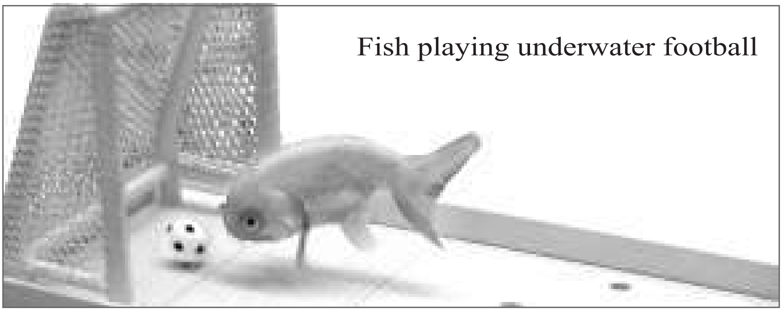

Fish playing underwater football

food was given to it.

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

Human beings and other animals use amenities in environments to make their lives comfortable. For instance, vultures throw the egg of an ostrich on rocks to break it. A similar example is found in the world of fish. The Tusk fish holds a shell in its mouth and strike it against a rock. The shell breaks, and thus, it eats the insect within the shell.

The way an Archerfish targets its prey is an excellent depiction of its immense mental and physical abilities. Insects are present in plants that exist nearby water. The Archerfish comes out of the water and throws water through its mouth to attack the insects, that works like an arrow. It does not miss the target, and the water hits the insect, which falls into water, at which point the Archerfish eats it.

While citing the intelligence of fish, it would be unfair to ignore the cheerful and friendly marine creature — the Dolphin. Dolphins find small fish hidden under sand. Before doing this, they place a sponge-like plant on its nose to save themselves from getting hurt, from the friction caused by the sand.

This method adopted by dolphins shows that they possess the knowledge of the characteristics of things. Dolphins enjoy music, dance to their favourite tune and can also produce a whistling sound. They can be trained to paint too. Dolphins show brilliant gymnastic feats, and it pleases them when their audience appreciates it. There are even numerous incidents where dolphins have saved many human lives from drowning.

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

It is not only human beings that have houses. So too do sparrows and lions, and even some species of fish construct houses. Mostly, their homes are in the form of burrows and they prefer a place made of soft mud. The length and structure of their burrows vary, however. Usually, a burrow is approximately six metres long, and it has several tunnels and rooms. There are rooms for resting and laying eggs.

the sea shall declare unto thee."

(Job, 12:8)

Mahatma Gautam Buddha described fish to be a symbol of happiness, productivity and abundance.

The intelligence of human beings is gauged on the basis of their memory, learning abilities, their capability to use the environment in a positive way, social awareness, constructions, cleanliness, teamwork, etc. Now, since we are discussing fish, we should look to see if all these abilities or perhaps even more are present within them.

The role of memory is very important in the utilisation of one's abilities. Fish also possess memory, and spend their lives relying on it, learning lessons through their experiences. For instance, Carp fish avoid going to places where they have faced any unpleasant incidents or have been attacked by bigger fish, for months.

Traversing through areas surrounded by water, and that too in the absence of any pathways or roads, demands the traveller have proper maps to navigate properly. Fish have the ability to store maps and images of the surroundings in their minds, and also the ability to navigate through directions to reach far off places.

Salmon fish are born in rivers, and then travel towards the ocean where they spend a period of two to six years. They then travel a distance of about 1,400 km to reach their place of origin, where they had spent only a little time of their childhood. This journey is evidence of the presence of long-term memory within them.

Another example is that of a Channel Catfish. In an experiment, a fish familiarised itself with a specific sound, and was provided food after hearing that sound. This practice was later discontinued. However, five years later, when the same practice was repeated to inform the fish to eat food, it revived her old memories; the fish recognised the sound, and came to the surface to get food.

Dear readers, you can also train fish to accomplish different tasks. Here is a practical demonstration:

Goldfish adorn aquariums in houses. Tubes of three different colours were placed inside an aquarium, and through one tube, food was provided to the fish. After some time, the practice to feed through that tube was stopped. However, after one year, when the same tube was placed inside water, the goldfish immediately gravitated around that tube.

The picture on the next page shows a fish playing underwater football. The fish was trained in such a way that whenever it scored a goal, it was provided with food. The fish thus learnt the trick to obtain food. It scored a goal whenever it felt hungry, and

The Thief Fish

The concept of social awareness is also present among fish. They remember the abilities and qualities of other fish and deal with them accordingly. For example, if a fish loses a fight with another fish, the former avoids crossing the path of the latter.

Dear readers, I am sure you have read the story of Prophet Jonah (PBUH). When people did not accept his message, he decided to leave them. He boarded the ship, which was later caught in storm.

During those times, people believed that a ship was bound to meet a storm if a fugitive slave embarked it. As a storm surrounded them, the captain of the ship addressed the passengers and said, "If a fugitive slave is on board, he must jump in the water, otherwise all the passengers will drown."

When Prophet Jonah (PBUH) heard this, he remembered that he had left Nineveh without waiting for God's orders. He told the captain, "I set off on this journey without waiting for the directions of my Master. Thus, I am that slave who is responsible for this ship being caught in this storm."

However, the captain did not want to permit such a distinguished personality to jump in the river. When the intensity of the storm increased, it was decided that they should all draw lots to decide who jumped overboard. In all three of the draws, Prophet Jonah's (PBUH) name appeared. Thus, the passengers were compelled to throw him overboard. As soon as he was thrown in the sea, a huge fish swallowed him.

It is described in the Holy Quran, "And had he not been one of those who glorify God, he would have tarried in its belly till the day when they are raised. Then We cast him on a desert shore while he was sick; and We caused a tree of gourd to grow above him; (Quran, 37:143-146)

According to the Torah, he remained in the stomach of the fish for three days and three nights.

⚛ ⚛ ⚛ ⚛ ⚛

A fish is a creature with many abilities. Research says that there are approximately 33,100 identified species of fish, while many others have become extinct.

A fish is an intelligent creation and it is blessed with amazing aptitudes. According to a research, there is a type of fish in which its digestive system operates as per its own discretion. This ability has not yet been discovered in any other living being. Not only this, but science also says that they breathe as per their will.

Regarding the intelligence of fish, the Bible says,

"Or speak to the earth, and it shall teach thee: and the fishes of

world. His tale of love is known to the whole world now."

I bowed my head as I was unable to comprehend this example, it simply did not sink into my intellect. How was it that Majnun transformed Layla and made her beautiful?

I sighed thinking that the treasure was not for me. Despite that, I struggled hard to become a Majnun. I had great respect and reverence for him, but what love was, I did not know. Exhausted, I stopped struggling.

"Brother, will this outfit be stitched by tomorrow?" A customer asked me as he placed cloth on the counter.

I said, "It is not possible as it is wedding season."

"Then, by when will it be ready?" He asked again.

"In about five or six days," I replied.

"Ok. Please accept this cloth and take the measurements," he said.

While writing out the receipt, I asked for his name, to which he smiled and said, "Shams!"

In the midst of sizzling heat, hundreds of dense clouds appeared. Fierce lightning struck my heart. Eyes, that were dry for years were flooded with tears. The flood of tears washed my entire existence away. I apologised to the customer, sat behind the counter and burst into tears. I kept weeping not knowing for how long.

It felt as if my mother was standing afar and smiling at me.

It rained so heavily amidst the sunlight that the barren land of my heart became moist. The one who thought of himself as a Majnun, was in fact, Layla. Who was I to adorn and groom anyone? It was me who needed grooming. By allowing me a place in his heart, he adorned and transformed me into a Layla, and I became the Layla. Love was not for me, and I was never a lover. Even today, I am not capable of loving, but now I see myself as Layla. Neither can I love nor do I have the ability to walk on this difficult path of love. But yes, love drizzles over me at every moment. I am a very shallow person. When the bowl fills, my bowl overflows and in the midst of the blazing heat, it begins to rain.

What do you know of the rain that pours through sunshine?

What do you know of the heat of separation?

When you were so distant from me, my beloved;

Bangles and bracelets on my wrists hummed songs in your remembrance.

When thoughts of you crossed my mind,

I laughed and laughed as I cried,

And once more, rain poured through the sunshine.

V

rather, it is he who has chosen you. Go and bring sweets for everyone. From now on, no matter where you go, I am not worried. I am finally content."

I could not comprehend the depth in my mother's words. I thought of how innocent she was to think in that way. If it was not for me searching for my master for eighteen years, would I have found him?

My mother often said that the beloved has a cure for all illnesses. After taking the oath of allegiance, I met him for the first time amidst a crowd of people who loved him dearly. However, I did not feel anything. There was no storm nor chaos within the depths of my heart, but the other disciples who were around me felt differently.

The words of my master were like an ocean. He explained the difference between the body and the soul so that we gained awareness of our reality.

I had a philosophical mindset; I looked for the reasons and cause behind everything. Therefore, it took me several years to understand his teachings.

During this period, several idols within me broke down, one after another. But, unlike the other students, I did not feel any yearning within me. I listened to his words, and contemplated them. Since childhood, I had seen disciples in love with their master, but was never moved by this. Perhaps, love was just not meant for me!

This is a treasure not
reserved for everyone.

One day, I told my master, "I am unable to fall in love with you."

He smiled and replied, "Brother, why should you love me? However, if it is possible for you to love, you may!"

I felt anxious, how can 'I' love? If I had known how to love, I would have mastered it by now.

I asked no further questions and he remained silent too.

Several years passed, but no flower bloomed in the desert of my heart. I often wondered how I could love him. He says, "A magnet attracts iron. Iron does not have the potential to attract a magnet."

My heart was filled with apprehensions, and the feeling that my spiritual master did not love me, grew stronger. This is why I felt that I did not feel his love.

Once again, I mustered up courage to speak to him and said, "I am unable to love you."

The kind master knew that I was riding on the horse of intellect, and that I saw everything through the same lens.

He said, "Brother, the beloved needs to be adorned within. The beloved becomes whatever you make of them. Layla was the most beautiful woman for Majnun. The love of Majnun turned Layla into the most beautiful woman in the

What do you know of the rain that pours through sunshine?

What do you know of the heat of separation?

When you were so distant from me, my beloved;

Bangles and bracelets on my wrists hummed songs in your remembrance.

When thoughts of you crossed my mind,

I laughed and laughed as I cried,

And once more, rain poured through the sunshine.

I smiled at the fact that the treasure of love was not meant for me. It is said that love is meaningless if the union is not accompanied with separation. It is the one who loses, who is in fact the finder. To an extent, one must get what they deserve, so they may value it and remain respectful. Without separation, fire cannot be kindled. One does not need to remember the face of the beloved for they are engraved in the heart. Fire burns gradually. It neither burns fully, nor is it extinguished completely. It is only when all idols are destroyed, that light seeps through.

She got married; not to me but to someone else. It did hurt me immensely, but I did not cry. Later on, I got married too, and I cherish my fate.

With the passage of time, a strange restlessness found its place inside me. It kept me anxious at every moment. It was a common practice for me to leave my home in the nights and roam around aimlessly. I did not miss that woman; however, I had a yearning to meet *somebody*. Perhaps I wanted to meet my reality.

There were illusions everywhere. From afar, it seemed like the destination was near, but upon nearing, all scenes disappeared into the sand.

On hearing such talks, my mother grew worried. She said, “From where did you learn things such as these? No one was like this in our home before you. Whose nature did you adopt?”

Finally, God had mercy upon me, and introduced me to a kind soul. I hesitantly informed my mother about my oath of spiritual allegiance, presuming that she would be angry with me for taking an oath in another Sufi Order. But, contrary to my thoughts, she was delighted that I would learn to love too, and that I would finally find out how it rains in the absence of clouds.

“Mother, I am very happy. I have found a spiritual master after eighteen years of struggle.”

“Eighteen years are nothing!” She announced and then suddenly went silence, her face became a picture of grief. Her voice carried the same pain that I had felt on the day she was sitting next to the stove and setting fire to the wooden logs.

“Son, you have not chosen him,

room and when I came out wearing my school uniform, I found everyone eating their breakfast. My mother was making parathas. On her right, an old-fashioned radio played a *Naat* (recitations in praise of Prophet Muhammad PBUH) and everyone listened to it whilst entranced.

While making parathas, tears flowed from my mother's eyes. I was stunned. To hide her tears, she stirred the wooden logs in the stove and said, "Why does the wet wood not burn completely? They just keep emitting smoke. Perhaps, they do not know how to burn down to ash."

Both my grandfather and father looked at her in surprise.

I wondered what the connection between the burning of wet wood and tears was? I did not understand what had made her cry. But, yes, if smoke enters an eye, it does become moist.

This shower of rain in the absence of clouds was a mystery to me. How can it rain when there is sunshine all around? I have never cried without reason. The only times I had cried was when my parents reprimanded me. I did not like the idea of expressing love through tears – a method adopted by my family – and therefore, I preferred intellect over the ways of love.

Sarmad, the anguish of love is not granted to the lustful.

The restlessness in a moth's heart is not granted to flies.

It takes a lifetime to achieve nearness to the beloved.

This is a treasure not reserved for everyone.

Baba Ahmed Din Sarkar (RA) passed away, and the gatherings stopped taking place in our house. Visits from his disciples dwindled to once or twice in a year. When they did show, they spoke about their master and reflected on his teachings.

Over time, my family moved to another locality. My father constructed a new house at a little distance away from the ancestral home. The other brothers also left the locality one after the other, and due to these distances between the residences, there was a reduced frequency in our daily gatherings.

In the new locality, opposite our home lived a beautiful young girl. I was not very convinced about love, but I would wait in the sizzling heat just to catch her sight. I did not love her; I just liked her.

However, I found myself upset on the days I could not see her. When she became aware of my feelings, she also began to wait for me.

Sometimes, her eyes were teary, and I would say with a smile, "Are the hearts of people not small? They start weeping over minute things! How does this rain shower in the absence of clouds?"

My uncle screamed in ecstasy, “Look! They are coming!” With this, he fell down very close next to his sewing machine.

When he gained consciousness, his gaze was transfixed on the door. My aunt was aware of my uncle’s condition. She quickly opened the door. Looking onto the street, she said, “No one is here.”

Witnessing this, I said to my cousin, “This is all uncle’s hallucination. My mother tells me if we love someone very dearly, we see them everywhere.”

I grew up seeing and hearing about similar occurrences. My uncle’s gaze did not move from the door and remained transfixed. After a while, he tried to stand up as if he was in a hurry, and then closed his eyes in peace. It seemed like the one who he was waiting for had come and left after meeting him. After this, my uncle closed his eyes, and his restlessness ceased.

Whenever Baba Ahmed Din (RA) visited our house, I looked at him with great intent to find out what it was that was so special about him, to the extent that my entire family loved him so much.

He was a human being like us. I felt that it was just the love of his disciples towards him and nothing else. But, what kind of love was this that everyone lost themselves in it?

His personality was extraordinarily majestic. Everyone took their place on mats only after he was seated. When he spoke, nobody talked amongst themselves; they just sat around him listening intently to everything he said, and the sessions would come to a close with *dhikr*.

My uncle’s son, Zahid, was of my age; he was also my best friend. He too was deeply in love with Baba Ahmed Din (RA). He sat silently in the gatherings and during *dhikr*, he would become so overwhelmed, that it often made him sob. Every time this happened, I was angered by the sight of my friend weeping.

One day, when I saw him weep, I tugged at his arm and forcibly dragged him out of the gathering. “You will not sit amongst them again,” I sternly announced. Hearing this, he smiled.

“Wake up, son! The birds have left their nests and you still lay in your bed,” said my grandfather, trying to wake me up.

I began to think to myself, “The birds do not sit late into the night to complete their homework, neither do they attend school.” With this thought, I curled up onto my opposite side and fell asleep again.

“It is time to go to school,” said my mother, while removing my sheet off me. She then placed wooden logs on a stove made of mud that was kept in the yard. When the smoke filled my room, I felt it was better to wake up than lay around. I went to the wash-

Heat of Separation

After taking the oath of allegiance, I met him for the first time amidst a crowd of people who loved him dearly. However, I did not feel anything. There was no storm nor chaos within the depths of my heart…

Ever since I was a child, I always found myself surrounded by extremely loving people. My family was my entire world. Our family had taken the oath of allegiance with the saint, Ahmed Din Chishti Sarkar (RA), from the Chishtia Sufi Order. All our relatives lived nearby and had their homes adjacent to one another. My father had eight brothers out of which, five lived on the same street.

All conversations between the elders in the family revolved around the teachings of our spiritual master. All talks began and ended with his mention.

The basic lesson taught by Baba Ahmed Din (RA) was the *dhikr* (remembrance) of '*Allah Hoo*'. He instructed us, "Keep repeating this at all the times."

I was the apple of my grandfather's eyes and he would make me sleep by his side. Each time he fell asleep, I snuggled close to him and tried to hear his heart beat. I would very often hear the sound of *'Allah Hoo'* beating in his heart, and this left me staring at his chest in astonishment. My grandfather had not forgotten the lesson imparted by his master even in his sleep. When the body fell asleep, his heart remained immersed in recitation.

When Baba Ahmed Din (RA) paid a visit to our home, or if my grandfather paid him a visit, I saw that my grandfather would not speak a word and remain silent. He was a very restless man. Yet, when his spiritual master placed his hand upon my grandfather's head, he became tranquil.

Clouds of sadness rarely approached the vicinity of our home. However, the eyes showered rain limitlessly even in the absence of clouds. It was very tough for me to understand why and how tears flowed from their eyes without reason; especially when there was no pain and sadness anywhere around or in us.

I found my mother weep while preparing chapatis, and my father crying as he sewed clothes. And the condition that was prevalent with my younger uncle, Rafique, was beyond my comprehension.

My uncle assisted my studies of the Holy Quran. He listened to all of my lessons and taught me new ones, all as he continually sewed clothes. One day, as I sat next to him revising my lessons, he stopped his sewing machine abruptly and spoke to my aunt in a hurry, "There are guests arriving. Arrange seating for them and keep the house clean."

My aunt asked in surprise, "Who is expected to arrive?"

Abdullah ibn Rawahah will take charge as the commander. If he also attains martyrdom on this true path, then the command will go to whoever you choose.'

Prophet Muhammad (PBUH) handed the flag to Hazrat Zayd ibn Harithah (RA). The colour of the flag was white.

He instructed, 'Visit the grave of the martyred Harith ibn Umayr first, and then convey the message of Islam to the people. If they accept Islam, then it is well and good, but if they refuse, then ask for God's help, and fight against them.'

He also advised, 'I advise you to remain obedient to God, and do good to your Muslim brethren accompanying you on this journey. Do not deceive anyone, do not be dishonest, and do not kill a woman or child. Do not imprison the old and those in seclusion, do not damage or cut any trees, and do not destroy any house.'"

An army of three thousand soldiers proceeded towards Mu'tah. Sharjeel al-Gassani received news of the Army of Muslims leaving from Medina. He sent an army of one hundred thousand soldiers in retaliation. Both armies came to a confrontation at Balqa (Syria) and the war began.

Hazrat Zayd ibn Harithah (RA) carried the flag. His sword was wreaking havoc among the enemies' ranks, until an enemy struck a spear in his chest and he embraced martyrdom.

It is narrated that Prophet Muhammad (PBUH) was sitting with his companions in *Al-Masjid al-Nabawi.* Prophet Muhammad (PBUH) could see everything that was happening on the battle field, as there was no veil between his eyes and the Mu'tah. He described the events on the battle field as follows,

"The war has begun between the warriors of truth and the Romans. Zayd is fighting with the enemies, and he has embraced martyrdom. Now Jafar is fighting, and he is also martyred. Now the flag is with Abdullah, and he has also sacrificed his life on the path of God."

Prophet Muhammad (PBUH) was teary-eyed while narrating the news of his companions. Eventually, the Muslims won under the command of Hazrat Khalid ibn al-Walid (RA).

When Hazrat Zayd's (RA) daughter heard of her father's martyrdom, she began to cry. Prophet Muhammad (PBUH) cried too.

Hazrat Saad ibn Ubada (RA) asked, "O Prophet of God (PBUH), what is it that brought tears to your eyes?"

The mercy to all realms, Prophet Muhammad (PBUH) replied, "This is the love of the lover for the beloved."

In the incident of Taif, Zayd (RA) accompanied Prophet Muhammad (PBUH). When local urchins were pelting stones at Prophet Muhammad (PBUH), Zayd (RA) tried to shield him. Both of them were wounded.

A prominent aspect of Hazrat Zayd's (RA) life is fighting against the evil. He was skilled in archery and sword fighting. Bravery was a distinguishing trait of his personality, and his heart brimmed with the spirit of sacrificing his self for the true path.

He took part in seven missions. On 8th Hijri, the battle of Mu'tah took place between the Muslims and Romans. Hazrat Zayd (RA) was appointed as the commander. It is written in the book, *Baran-e-Rehmat (PBUH)**:

"Prophet Muhammad (PBUH) wrote a letter to the governor of Basra, Harith ibn Abi Shamir Al-Gassani. He invited him to embrace Islam, and Hazrat Harith ibn Umayr al-Azdi (RA) was appointed to deliver this letter. When he reached Mu'tah, a rich man from Qaiser, Sharjeel ibn Amr al-Gassani inquired as to who he was and where was he going. 'Are you the emissary of Muhammad (PBUH)?' He asked.

Hazrat Harith (RA) replied, 'Yes! I am the messenger of the Prophet of God (PBUH).' Upon hearing this, the man tied him with ropes and beheaded him.

"My master is so kind and compassionate that one's own parents are unable to be this caring towards their children. This is why, I prefer slavery to my master over a thousand offers of freedom."

During that era, killing an ambassador was considered to be a grave and unforgivable crime. No one had ever attempted to kill an ambassador before this incident. This crime was considered to be a declaration of war and even to this day, it is considered a serious crime.

Prophet Muhammad (PBUH) was deeply saddened on hearing this terrible news, and began to prepare to enact justice for his martyred companion.

The Muslims gathered at Jurf, located at a distance of about three miles from Medina. Prophet Muhammad (PBUH) arrived there and offered the *Zuhr* prayers, after which he addressed his companions thus:

'I appoint Zayd ibn Harithah as the commander of the troops. If he is martyred, Jafar ibn Abi Talib will take over the command. If he embraces martyrdom too, then

** With the blessing of God, the book 'Baran-e-Rehmat (PBUH)' is included in the curriculum of M.A in Bahuddin Zakariya University, Multan, Pakistan.*

When Prophet (PBUH) declared Zayd (RA) his adopted son, Zayd's father Harithah, brother, and uncle were highly impressed, and so they returned to their country with great happiness.

A poet has expressed Zayd's (RA) immense love for Prophet Muhammad (PBUH) in the following verses:

Choicest among the ranks of loyalists, Hazrat Zayd.

Famous as the son of the King of the faithful (PBUH), Hazrat Zayd.

The wise and the intellectuals declared united,

The first amongst the obedient to the Prophet (PBUH) was Hazrat Zayd.

Among the companions of the Prophet (PBUH),

Mentioned in the Quran by his name is Hazrat Zayd.

Estranged as a child from his parents,

Like Joseph, he too was offered in sale, Hazrat Zayd.

Bibi Khadija brought him to the King of both worlds (PBUH),

And presented him as a fine gift in service, Hazrat Zayd.

The father hearing news of his lost son,

Like Jacob, his heart did not rest for a moment.

Arriving at Makkah, he placed the woes of his heart before the King (PBUH),

Who replied, 'This matter is not for me to decide, but for Zayd.'

The trial tough,

The soul seized by confusion,

The heart though grieved, watching the restless father,

Was also drunk in the love for the Prophet (PBUH).

Reason said, "Oh! I accept the ease of this world."

Love argued, "Comfort is just an embarrassment on this path."

Reason replied, "Cheers, You earned a throne of roses."

Love argued back, "I am just fine with my bed of thorns."

Finally, holding the hem of the Holy Prophet (PBUH), said Hazrat Zayd,

'A million freedoms be sacrificed for the sake of your slavery.'"

The events that were narrated until now are those that occurred before the prophethood of Prophet Muhammad (PBUH). Hazrat Zayd (RA) was one of the few early believers such as Bibi Khadija (RA), Hazrat Abu Bakr (RA), and Hazrat Ali (RA).

Prophet Muhammad (PBUH) had established a brotherhood between his uncle, Hazrat Hamza (RA) and with Zayd ibn Harithah (RA). Zayd's (RA) immense love for Prophet Muhammad (PBUH) and the spirit of sacrificing his life for the Prophet (PBUH) was his lifeline. Regardless of life's upheavals, Zayd (RA) remained loyal to Prophet Muhammad (PBUH).

The pilgrims returned to their tribe, and gave Harithah ibn Sharahil the news of his son, and delivered Zayd's (RA) message. Upon hearing the message, the hopeless father beamed with joy. He immediately set out for Makkah with his brother, Kaab, and his other son, Jabla.

When the grief-stricken father met Prophet Muhammad (PBUH), all of his grief that he had accumulated over the years of separation flowed out as tears. Sobbing, he said, "O descendant of Quraysh, O Ibn Abd al-Muttalib, O caretaker of haram, O the helper of the poor and troubled, I am in severe trouble! For God's sake, bring me my son and allow me to take him with me. I will give you all my wealth in return for his liberty."

The mercy to all of mankind, Prophet Muhammad (PBUH), consoled the grieving father and asked, "Who is your son?"

Harithah replied, "Zayd."

The kind Prophet (PBUH) replied, "I will accept whatever Zayd decides on this matter. If he wishes to return with you, I have no objection to this. I will let him go with you without accepting any payment. However, if he wants to stay with me, then I will be unable to forcibly separate him from me."

Zayd (RA) was called for. He instantly recognised his father, uncle, and brother, but out of great respect for the Prophet (PBUH), he did not divert his attention towards them.

Prophet Muhammad (PBUH) said, "Zayd, do you know them?"

He replied, "Yes. They are my father, uncle, and brother."

Prophet Muhammad (PBUH) then said, "Get up and meet them."

Upon hearing the order, Zayd (RA) got up and greeted everyone. His heartbroken father hugged him and cried so much that everyone present there became teary eyed.

Prophet Muhammad (PBUH) then said, "Zayd, they are here to take you back with them. You are free to go, if that is your wish."

Hazrat Zayd ibn Harithah (RA) replied, "O my master! I prefer no one over you, please do not send me away."

When Harithah ibn Sharahil heard this, he exclaimed in shock, "Alas! You chose slavery over your freedom, family, and your own country."

Zayd (RA) replied, "My master is so kind and compassionate that one's own parents are unable to be this caring towards their children. This is why, I prefer slavery to my master over a thousand offers of freedom."

Prophet Muhammad (PBUH) was extremely delighted to hear Zayd's (RA) answer and immediately set him free.

It is said that Prophet Muhammad (PBUH) took Zayd (RA) to the Holy *Kaaba* and announced to the people of Quraysh, "O people, bear witness that from today onwards Zayd is my son, with mutual rights of inheritance."

humans and jinn.

The thieves brought the eight-year-old Zayd ibn Harithah to the market of Ukkaz, situated in the outskirts of Makkah. It is here that Bibi Khadija's (RA) nephew, Hakim ibn Hizam, bought him in exchange for four hundred dirhams and gifted Zayd to his aunt.

When Prophet Muhammad (PBUH) was married to Bibi Khadija (RA), he saw Zayd ibn Harithah (RA) with her, and liked his mannerisms. Bibi Khadija (RA) offered him to Prophet Muhammad (PBUH). This is how the boy who had lost his mother at a very tender age, was brought by God to the most loving mother; a mother who is the mercy to all creations and worlds. Under the care and affection of Prophet Muhammad (PBUH), the stature of the young child was elevated. Can anyone fathom the fortune of such a servant?

Prophet Muhammad (PBUH) treated Zayd ibn Harithah (RA) like his own son. Zayd (RA) himself loved the Prophet (PBUH) so much that he remained faithful to him all his life, and even laid down his life for him.

Time passed and days turned into months, and months into years. Zayd (RA) continued to live happily and peacefully in Makkah with Prophet Muhammad (PBUH), while his father was still waiting for his return. One accepts fate, and becomes patient after the passing of a loved one, but remains restless for one who is lost.

The time had come for Zayd (RA) to finally meet his family. Some people from Zayd's (RA) tribe went to Makkah for *Hajj*.

As mentioned earlier, Harithah's lamentations had gained popularity amongst people. The pilgrims were reciting the verses expressed by Harithah and destiny had brought Zayd to the exact place where the people from his tribe had halted. When Zayd (RA) passed by, they were shocked to see him there.

Immediately recognising him as Harithah's son, they asked for his name and the details of his life's events as confirmation.

They informed him about his father's condition and asked that he come along with them. But Zayd (RA) was not the same anymore. He, in the love of Prophet Muhammad (PBUH), had reached a point where love for parents and acquaintances had become secondary. He said to the pilgrims,

"Do tell my grieving family that though I am away from them, I still love my nation and its people. I live in the Holy *Kaaba* near *Mashar al-Haram*. Ask them to forget this grief that keeps them sad, and not to waste themselves by wandering here and there. I am grateful to God that I am living with a prestigious household. I live with the nobles of Ma'ad ibn Adnan, in whose lineage, rulers rise in succession."

The Meaning of Love

They informed him about his father's condition and asked that he come along with them. But Zayd (RA) was not the same anymore. He, in the love of Prophet Muhammad (PBUH), had reached a point where love for parents and acquaintances had become secondary.

Harithah ibn Sharahil was the chief of a prominent Yemeni Kalb tribe. He and his wife, Suda bint Thaalaba, had three children; a daughter named Asma and two sons, Jabla and Zayd. The piety in the parents was reflected in their children too. Their days passed with laughter and joy until they were struck by a calamity.

Suda bint Thaalaba once visited her parents with the eight-year-old Zayd. During their stay, their tribe was attacked by a rival tribe, who looted their houses, and captured the young Zayd. Both parents were devastated by their son's abduction. Zayd's father left no stone unturned in his efforts to search for him, looking everywhere, in the towns, cities and villages, but he found no trace of him.

In his son's grief, Harithah ibn Sharahil was found pleading to the winds, birds, trees, and stones to bring him some news of his son. His lamentations became well known. It is said that when he recited these requests in his mourning with intense grief, even his enemies would be saddened:

"I cry in Zayd's remembrance.

I know not how and where he is,

I know not if he has transitioned or still alive,

I therefore, remain hopeful of his return.

In the name of God, I keep asking, if you are lost in this earth

or consumed by the mountains.

I wish I knew if you would ever come back.

There is no one who can lighten up my world like thee.

The sunrise reminds me of him,

And the sundown again, ignite his thoughts.

These winds flare up my pain of separation.

Ah! I am suffering from so much grief and pain.

O dear son, I will look for you in all the corners of this world,

And will not give up on this search for the rest of my life;

Until my camel tires, or death befalls me.

All humans perish; however, they have been deluded by the illusion of hope."

After some time, Zayd's mother passed away. Hundreds of nights and days passed with Zayd separated from his family.

Behold the blessings of God! The honour that was destined by God for the lost son of Harithah ibn Sharahil, is desired by both

Contemplation helps in unearthing the mechanism of the manifestations. From the sky to the earth, the mechanism of every manifestation is *Noor* (Divine Light), and *Noor* is based upon *Tajjali* and *Tadalla* (the higher stages of Divine light). *Fuaad*, which is explained above, is in the realm of *Tadalla.*

> "When He was on the uppermost horizon. Then He drew nigh and came down. Till He was (distant) two bows length or even nearer. And He revealed unto His slave that which He revealed. The heart lied not (in seeing) what it saw."
>
> (Quran, 53: 7-11)

The aforementioned verses of Chapter *Al-Najam* in the Quran explain the law of dimensions. When the dimensions become quiescent, one attains nearness to the reality. In the Night of Ascension, God became so close to His beloved Prophet Muhammad (PBUH) that the distance between them cannot be explained. God has certified this nearness by saying, "The heart did not falsify what it saw."

God has given testimony to *Fuaad* (seeing through the heart) being credible. At this stage, the proximity of creatures with reality is so great that the distance between them cannot be gauged.

The wisdom of *Fuaad* is attained by following the voice of the conscience. The conscience acts as an alarm to keep the mind centered and does not let it go astray. To reach this stage, one has to stop placing expectations on creatures and must remain in direct obedience to God. It is then that the mind, which is habituated to see things on the surface level (dimensions), goes beyond it and unearths the mechanism of manifestation. And the mechanism behind all manifestations is that — God surrounds all creations.

May God protect you.

V

example, the object we call a cupboard, is not a cupboard in the world of dots. It is our limited angle of perception that shapes these dots into a cupboard. For the inner eye, a cupboard is the formation of dots moving at unfathomable speeds.

Read this once again for profound understanding.

If you want to see things in their true form, you have to be aware of the realm that is beyond the sub-consciousness. There, every object or being is present in the form of circles or dots. The perception with which we observe things in this physical world shows us the sequence of these dots as objects, such as a mountain, cloud, the Sun, the Moon, stars, a table, a pen, an inkpot, chairs, sparrows, cows, giraffes, jinn or mankind.

A dot is also a dimension but it is uniform in all directions. So much so that one cannot tell from where it begins and where it ends. Its outer and inner are alike. When one is liberated from the impression of these dimensions and witnesses the foundation of a being, they reach the stage of seeing through the heart (*Fuaad*).

The following verses of the Quran explain the method to rid oneself of the influence of dimensions.

> "Your comrade erreth not, nor is deceived; Nor doth he speak of desire." (Quran, 53:2-3)

The life of Prophet Muhammad (PBUH) is guided by *Wahi* (revelation). He submitted his will to the will of God. This way of living protects one from delusions and going astray. Contrary to this, when one's attention is not centered upon God, they go astray. The study of the life of Prophet Muhammad (PBUH) tells us that he practiced contemplation from early childhood.

From morning to evening, he would spend time in the desert where he contemplated the unending sky and the infinite horizon. During his stay in the Cave of Hira, he meditated upon the universal affairs and the signs of God. All his life, he listened to the voice of his conscience and acted upon it. The miracles, events and affairs in the life of Prophet Muhammad (PBUH) show us a mind that is submitted to the will of God and free from the influence of dimensions.

The beloved of God and the mercy to all the universe, Prophet Muhammad (PBUH), is the epitome of peace that shelters both friends and foes alike. His foes acknowledged him as the most impeccable figure and referred to him *Sadiq* and *Amin* (the truthful and the keeper), yet they did not accept his message, for they were under the influence of the customs of their forefathers.

God has blessed mankind with the ability to acquaint themselves with the mind that is free from dimensions.

The sight that is active in the material world perceives everything in dimensions. For example, a building is a six-dimensional structure, but one sees only one dimension at a time. A seed contains a whole tree within it but no one sees the tree in the seed, not until the tree takes its physical form. And when they see the tree grown out of the seed, the seed disappears from their eyes, and this is despite the fact that the tree is present within the seed and the seed is present within the tree.

Sperm is another example that can explain this phenomenon. Being a dimension in itself, the sperm encapsulates a microfilm of a six feet tall man or a five-tonne elephant. But one bound by time and space is incapable of seeing the entire film concurrently.

A sight that is free from the influence of dimensions can observe all the sides of a building at once, the tree in a seed and the seed in a tree, and also the stages of life in a sperm. It is impossible for a person to ignore dimensions when they are gripped by limitations. Because, only a mind that is free from limitations is able to ignore the spell of dimensions. Since people are influenced by dimensions, they are unable to see themselves without it, and hence they need a mirror to see themselves, and a mirror is in itself a dimension.

What have you understood about dimensions?

• • ———————— • •

The universe summates into a dot. When the dot opens up, the time and space within it expands and the dimensions multiply from two into four and four into sixteen. When a dot expands, it moves dot by dot and therefore, the division or expansion of the dot is also a dot. This dot which has so much significance in the universe is also the basis of the spiritual aspect of human beings. The famous Sufi poet and Saint, Baba Bulleh Shah (RA) says,

Ain (ع)and Ghayn (غ)are the same in dimensions.

It is the dot which has created all the uproar.

My master has only taught me the dot.

(*Ain* and *Ghayn* are letters of the Urdu alphabet which are same in shape. What makes the latter distinct from the former, is a dot that is placed on *Ghayn*.)

We live in a world of dimensions, which is different from our inner world. In the inner world, every being appears in the form of dots. For

was revealed to him. After that, Prophet Muhammad (PBUH) observed the Divine lights in *Hijab-e-Mahmood**, and at the station of *Mahmood**, he witnessed God, the creator of the universe.

> "By the Star when it setteth. Your comrade erreth not, nor is deceived. Nor doth he speak of his desire. It is naught save an inspiration that is inspired, which one of mighty powers hath taught him. One vigorous; and He grew clear to view. When He was on the uppermost horizon. Then He drew nigh and came down. Till He was (distant) two bows length or even nearer. And He revealed unto His slave that which He revealed. The heart lied not (in seeing) what it saw."
>
> (Quran 53:1-11)

According to the Holy Quran, there are three stages of the heart.

(1) *Qalb*
(2) *Sadr*
(3) *Fuaad*

- *Qalb* is a shell or body. It is an outer covering that goes through the process of expansion and contraction incessantly.
- *Sadr* is a stage where the meanings within information begin to develop.
- *Fuaad* is the source of information or life.

God has attributed the seeing of *Fuaad* as the sight of the heart, but what is the sight of the heart? God has created all beings with faces and features, but He Himself is free from all dimensions, and this attribute of Him is dominant in all His attributes.

The Mighty God who blesses us with innumerable provisions is self-sufficient. He is neither anyone's child, nor does He have kin. He provides provisions to all, irrespective of whether He is obeyed or not. He is the First, the Last, the Apparent and the Unseen. Even if all the trees on earth were pen and oceans ink, the attributes of God would not come to an end. How much one learns about Him, is the limit of their own understanding. God is beyond all understandings and perceptions.

On the contrary, creatures are bound by time and space and are also dependent on resources. If the creatures have no movement, they become nothing worth mentioning. What stirs movement in them is the command of God. We know that creatures have kin, and they themselves are children of someone. Creatures are numerable, but God is One.

---

*Name of realms above seven heavens.

to see it. A camera takes pictures only when one presses the shutter button. Similarly, the image in a mind is formed only when one blinks. Without this, the dimensions before them will disappear. Thus, it is the working of a shutter or the blinking of the eyes that creates dimensions or divides a space into multiple spaces (dimensions). The eye of the mind transforms a perception into thought, thought into conception, conception into feelings, and feelings into manifestation.

One receives a thought before they see through their physical eyes. People travel to far off places in their thoughts and return to where they are present physically. No matter how free a thought is from the restrictions of time and space and how far it reaches, as long as an individual is bound by the body, they interpret their thoughts through an illusion. If a mind is under the impression of the body (space, dimensions), whatever it witnesses will be considered an illusion. This is because the body is a dimension, and a dimension depicts a single object as multiple shapes.

A dream state is different from the state of wakefulness. In the state of wakefulness, one's consciousness is dominated by space, which is not the case in the state of dreams. Here, time is dominant and space remains subservient to a certain extent. The sight that functions in the state of dreams, also works in the realm of *Aaraf* This realm is not influenced by matter in any way, and is free from the working of yeast. Out of the five ways of seeing, four of them are influenced by illusion, in one way or another. However, the sight which has been certified by God to be free from illusion, is that of the heart.

On the night of 27th Rajab, when Prophet Muhammad (PBUH) was resting at his home, the Archangel Gabriel (PBUH) visited him, and washed his heart with *Zamzam* (holy water). With this, the journey of *Mairaj* (ascension) began. At first, Prophet Muhammad (PBUH) went to *Bayt al-Maqdas* (Al-Aqsa Mosque), where he led prayers with all Prophets of God (PBUT) behind him. He then left for heavens and visited its seven levels. After this, he witnessed *Bayt al-Mamur**. On this blessed journey, when Prophet Muhammad (PBUH) reached *Sidrat al-Muntaha**, the Archangel Gabriel (PBUH) apologised that he could go no further, and stated, "I cannot go beyond this realm, this is my limit." The famous Urdu poet Mirza Ghalib has expressed these feelings in his poetry as:

"اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم"

"Even if I move slightly beyond this limit, my wings will burn."

The beloved Prophet Muhammad (PBUH) journeyed the remaining distance alone. He witnessed *Hijab-e-Azmat**, and then *Hijab-e-Kibriya**

Message of the Day

The heart lied not (in seeing) what it saw. (Quran, 53:11)

Awareness of the seen and unseen realms are dependent upon one's calibre. Awareness leads to profound comprehension, and comprehension leads to the depth of things. When one reaches the depths of things, they begin to witness the mechanism that functions in every being. In the process of comprehension, the stage of witnessing empowers one to leave the bounds of the finite, one step at a time, and explore the infinite world. To see or witness something is to know the mechanism that operates within it; else it is not deemed as truly seeing.

Beyond our sight, there are innumerable manifestations that we label as the *ghaib* or unseen; however, they are not *ghaib* in reality. The universe, on the surface level, is divided into incalculable worlds (dimensions) but the inner of the universe is free from dimensions. Therefore, one whose mind is influenced by dimensions is habituated in seeing things in dimensions. Hence, the reason to see the dimensions or beyond them, lies with people who are dimension themselves. Every specie and members of it are created in distinct dimensions or proportions in order to maintain their uniqueness. Therefore, to see the *ghaib*, one's observations must be free from the influence of dimensions.

For example, Zayd is a dimension, and therefore he sees everything in dimensions. But there is an entity within Zayd that is free from these dimensions.

Dear readers! Read the 'Message of the Day' and write down the secrets that are unfolded within it.

• • ——————— • •

There are five ways of seeing:

1. Seeing through one's eyes after seeing an image in mind.
2. Seeing in thoughts.
3. Seeing in dreams.
4. Seeing in *Aaraf* (the realm where souls rest after passing away from this world).
5. Seeing through one's heart.

An individual assumes that they see through their eyes, whereas the fact is that, if an image does not form in their mind, their eyes are unable

Contents

Message of the Day	K. S. Azeemi	172
The Meaning of Love	Qurat-ul-Ain Wasti	166
Heat of Separation	Abid Mehmood	160
The Thief Fish	Syed Asad Ali	154
Atom	Sohaib Rana (UK)	148
Circle of Life	Bibi Anuradha (UAE)	146

"We must place our trust in God for all our needs. We should look back at our past and see how every single need of ours was met by God."

Vol 8 Issue 9 | October 2020 | Safar — Rabi-ul-Awwal 1442AH

بسم الله الرحمن الرحيم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu — English)

Patron in Chief
Huzoor Qalandar Baba AuliyaRA

Chief Editor
Khwaja Shamsuddin Azeemi

Editor
Hakeem Salam Arif

Circulation Manager
Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.80/- Per issue. Annual subscription Rs.1080/- with Reg. Post (Domestic), US$ 70/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

حکیم ایلو ویرا شیمپو
aloevera
SHAMPOO
Natural Care
Repairs
Damaged Hair
• نرم و ملائم چمک دار اور صحت مند بال
• خشکی کا خاتمہ
روغن
پرسیاوشان
جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ تیل
• گھنے، لمبے اور چمکدار بالوں کی نشوونما کے لئے
• حافظہ روشن کرتا ہے
• دماغ کو تقویت دیتا ہے
• سر درد میں مفید ہے
عظیمی میڈیکل اسٹور
ہول سیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

TOYOTA

All New TOYOTA

YARiS

1.3 and 1.5 Available for Booking

For Booking Details Please Contact:

UAN: (022) 111 555 121 or 0348-1119705

TOYOTA HYDERABAD MOTORS

A/41, AUTO BHAN ROAD